لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسولؐ

جلد سوم ۳

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

آغاز واقعات ششم سال ہجرت تا حالات وفات حسرت آیات

مؤلفہ خان بہادر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

مؤلف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین

باہتمام مرزا محمد جواد

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی محمد سید المرسلین و خاتم النبیین و آلہ الطاہرین

خدا کی مہربانی اور قوم کی قدردانی سے کل دو برس کے قلیل عرصہ میں اسوۃ الرسولؐ کی دو جلدیں شایع ہو کر بزرگان قوم و وطن اور ماہران علم و فن کے ملاحظہ سے مشرف ہو چکیں۔ تیسرا سال آغاز ہے۔ اور تیسری کتاب بھی حاضر ہے۔

یہ بھی خدا کی شان کبریائی۔ اور قدردانان قوم کی ہمت افزائی۔ کہ مولف کے قلیل المحاصل و کثیر المشاغل ہونے کی موجودہ حالتوں میں بھی۔ اتنی بڑی ضخیم جلدوں کی طباعت و اشاعت کے سامان فراہم ہو گئے۔ اور دو ہزار صفحات زاید کی ضخامت رکھنے والی کتابیں۔ اندرون و بیرون ملک۔ نہایت آسانی سے۔ ہاتھوں ہاتھ پہونچ گئیں۔

الحمد للہ لآلائہ والشکر لنعمائہ

دوسری جلد جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت سے لیکر ہجرت کے پانچویں برس تک کے حالات و واقعات کا تفصیلی دفتر ہے تیسری جلد ہجرت کے باقی پانچ برس دو مہینوں کے حالات کا مجموعہ ہے۔ اس جلد میں جناب ختمی مرتبت علیہ و آلہ السلام والتحیۃ کے مفصل و مسلسل حالات و واقعات صلح حدیبیہ ذی قعدہ ۶ھ سے لیکر۔ وفات (۲۸ صفر سلہ ۱۱ھ) تک قلمبند ہیں۔ آخر میں آپ کی اولاد امجاد اور ازواج مطہرات کے مختصر حالات بھی ضمیمہ کے طور پر اضافہ کر دیے گئے ہیں۔

تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں سال اول ہجرت سے لیکر سال ششم ہجرت تک اسلام کا ہشت سالہ زمانہ پُر آشوب خطرات مالی و جانی و دیگر اقسام کے مصائب و پریشانی میں گذر رہا تھا اس وقت سے کسی قدر اطمینان و سکون حاصل ہوا جس میں تعلیم دین اور تنظیم قوم و آئین کے سیاسی انتظامات عمل میں لائے گئے۔ فرامین تبلیغ و ہدایت کے ساتھ۔ سلاطین ممالک و رئیسان قبائل کے نام سیاسی فوائد کے نقطۂ خیال سے

باہمی مراسم و ربط و ضبط اور قیام امن عام کے خطوط جاری فرمائے گئے لیکن تاہم واقعات پر تعمق کی نظر ڈالنے والے حضرات واقف ہیں کہ جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ الصلواۃ والتحیۃ کا یہ زمانہ بھی اندرونی مشکلات اور خانہ داری کی صعوبات سے خالی نہیں گذرا ہے۔ چونکہ ابتلا و مصائب بھی انبیاء اللہ سلام اللہ علیہم کے جزو سیرت قائم ہو چکے ہیں۔ اسلیے حضرت خاتم النبیین و المرسلین کی ذات قدسی صفات ان سے کیسے مستثنیٰ رہ سکتی تھی۔

ترتیب کتاب میں نہ کوئی نوعیت ہے اور نہ ترکیب بیان میں کوئی جدت تحریر مضامین طرز بیان اور ادائے مطالب میں عموماً وہی تفصیل و تشریح کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو قبل کی جلدوں میں افہام و تفہیم کی سہولیت کی غرض خاص سے قائم ہو چکا ہے۔

انکشافات تنقیدی کا بھی وہی عنوان ہے اور طرز بیان واقعات ایلا و نزول سورہ تحریم کے اسباب واقعات حجۃ الوداع۔ نزول آیات۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک و الیوم اکملت لکم دینکم کامل تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ واقعات عقبہ متعلق غزوۂ تبوک۔ جنکو شبلی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ تفصیلی حقیقت کے ساتھ مندرج کر دیے گئے ہیں۔ ان مقامات خاص کے علاوہ۔ اس جلد میں بھی۔ جہان جہان شبلی صاحب کا قلم استخفاف پر جھکا ہے اور انکشاف سے رکا ہے۔ وہان وہان حقیقت کی جلوہ نمائی کر دی گئی ہے فہرست و دیباچہ سے پورے حالات معلوم ہونگے۔

اخلاقیات و سیاسیات رسالت جلد چہارم میں مذکور ہیں۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ المیامین۔

احقر

سید اولاد حیدر عفی عنہ

کواتھ۔ ضلع آرہ۔ شریف العمارت

۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین اسوۃ الرسول جلد سوم

اسوۃ الرسول جلد سوم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین

صلح حدیبیہ

ذی قعدہ سنہ ۶ھ

اَقِیْمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ

صلح حدیبیہ ۔ ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری

سنہ ۶ ہجری مین اقامت حج و عمرہ کا حکم آیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنظر سہولت و آسانی پہلے عمرہ کے ارکان مختصرہ سے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا قصد فرمایا اس لیے کہ ارکان حج وسیع و طویل تھے ۔ اُن کی ادا کاری کے لیے مکہ مین کامل تین چار دن تک قیام کی ضرورت تھی ۔ حج سے عمرہ کی ترکیب تعمیل مختصر تھی اور آسان ۔ اور دن بھر کی مدت قلیل مین بخوبی انجام ہوسکتی تھی ۔

اس تجویز مین جناب رسولخدا صلعم کی نظر کفار قریش کی عداوت اور مشرکین مکہ کی خصومت پر زیادہ تر تھی جن سے حج کیا عمرہ کے ارکان مختصرہ کے بجالانیکی بھی اجازت ملنے کی اُمید نہین تھی ۔ اس وجہ سے آپنے قریش کے پاس صاف لفظون مین کہلا بھیجا کہ ہم خلاف موسم حج صرف عمرہ کے قصد سے مکہ آئینگے اور بلا قصد و خیال محاربت و مقاتلت بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر مدینہ واپس جائینگے "

یون تو عموماً تمام عرب کو نسل ابراہیمی مین داخل ہونے کا دعویٰ تھا ۔ اور اُسکے موطن و مسکن مین اس معبد

ابراہیمی کا موجود ہونا گویا اُنکے دعوی کی تصدیق کے لیے کافی تھا۔ یہ ایک ایسا عام استحقاق تھا جسمین قبائل عدنانی کے ساتھ عرب قحطانی بھی شامل تھے جنکا سلسلہ ابراہیمی سے وابستہ ہونا ابتک مشکوک ہے۔ بہرحال تمام عرب مین تو یہ استحقاق تعمیم کی صورت رکھتا تھا لیکن قریش بنو اسمعیل ہونیکے اعتبار سے اسکو اپنی تخصیص خاص کا معیار قرار دیتے تھے۔ اور اس معبد ابراہیمی کی مجاورت کو عرب کے تمام قبائل و اقوام پر اپنی مفاخرت کا اصلی اور حقیقی باعث یقین کرتے تھے قریش کے اس استحقاق مخصوص مین بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو اُس پر ترجیح حاصل تھی اور اسی ترتیب و سلسلے سے بنی ہاشم و عبد مطلب کے موجودہ طبقہ مین اس معبد ابراہیمی اور مذبح اسمعیلی کی مجاورت و تولیت کا اصلی حقدار اور حقیقی دعویدار اسوقت وہ بزرگوار تھا جو ابراہیم و اسمعیل کا مایہ افتخار اور تمام انبیاء و مرسلین کا سید و سردار تھا صلی اللہ علیہ و آلہ۔ اسی استحقاق اصلی اور دعوی حقیقی کی بنا پر آپکی شریعت ملت ابراہیمی ملۃ ابیکم ابراہیم کے مخصوص نام سے موسوم کی گئی۔ اور آپکی اُمت (کان ابراہیم حنیفا مسلما) کی مناسبت سے خاص طور پر مسلم کہلائی۔ ان دعاوی حقیقی رکھنے پر ذریت ابراہیمی کا وہ مایۂ افتخار اور شریعت خلیل اللہی کا حقیقی دعویدار اپنے خاندانی شعائر۔ آثار و مفاخر کو اغیار عرب اور کفار مکہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہوتے ہوئے کامل تیرہ برس تک دیکھ چکا تھا۔ اتنے دنون تک وقتی مصلحت اور خدا کی اجازت کا منتظر بنکر خموش رہنے اور صبر کرنے پر مجبور تھا لیکن نظم حقیقی نے حالت بدل دی تھی۔ داعی اسلام کے معاملات مین ضعف و اضمحلال کی جگہہ قوت و استقلال آ چلا تھا۔ اور خود حریف مقابل متعدد معرکون مین آپکے موجودہ قوت و اقتدار سے متواتر شکست اُٹھا کر اسکی طاقت و استقامت کا اعتراف کر چکا تھا۔ اب کوئی وجہ نہین تھی کہ وہ اتنی قوت و استطاعت کی موجودگی مین بھی اپنے شعائر و مآثر خاندانی کی زیارت سے محروم رکھا جاوے۔ اس بنا پر مصلحت ایزدی نے اتموا الحج والعمرۃ نازل فرما کر اُسکو حج و زیارت حرم محترم کے لیے اذن فرما دیا۔ اور اُس مصلح عالم نے بھی مصلحت وقتی پر نظر فرما کر اس فریضہ الٰہی کی ادا کاری پہلے ارکان عمرہ کی سہل اور آسان ترکیب تعمیل سے شروع فرمائی۔

شیدایان وطن کے جذبات

تیرہ برس کامل کی خموشی اور صبر و سکوت کے بعد زیارت کعبہ کا حکم بالنفس النفیس جناب خیر الانام اور مہاجرین اسلام کو کتنا غنیمت اور عزیز معلوم ہوا ہوگا اسکا صحیح اندازہ مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مہاجرین اسلام کا وطن و مسکن اُنکے لیے مقتل تھا۔ اور اُنکے اعزہ و اقارب اُنکے قاتل لیکن تاہم حب وطن۔ فضاے دیار و مسکن۔ یاد احباب و اقارب کے جذبات اُنکے قلوب مجروح مین نشتر زن تھے۔ اور ان تمنا و حسرت کے لا انتہا شوق برابر دامن کش دل بنا رہتے تھے حالانکہ برادران وطن کے ہاتھون سے جتنے مظالم و مصائب یہ اُٹھا چکے تھے وہ ان جذبات کے زائل کرنیکے لیے کافی تھے لیکن یہ حب وطن کے دلدادہ ہمیشہ مہربانان وطن کی لذت ایذا اور لطف جفا اُٹھانے کے لیے سر بکف طیار رہتے۔

ان شیدایان وطن کے طبقہ مین ممتازین کے جذبات و شوق کے اظہار سے قطع نظر کر کے۔ بلال حبشی جو نہ اصلاً عربی تھے اور نہ نسباً قریشی۔ صرف مکہ مین پرورش پانے اور مدت تک رہجانے کی وجہ سے شیدایان وطن مین داخل

ہو گئے تھے۔ اس شدت سے شوق وطن مین بیتاب و بیقرار تھے کہ اپنے موجودہ جذبات شوق مین اپنی گزشتہ ایذا و جفا کا جو اہل وطن کے ہاتھون پانچ برس پہلے اٹھا چکے تھے کبھی خیال بھی نہین کرتے تھے مدینہ مین مکہ کو یاد کرکے بے اختیار روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ	آہ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین وادی مکہ مین ایک رات
بواد وحولی اذخر وجلیل	بسر کرون اور میرے گرد پیش آذخر اور جلیل کے خوشبودار
وھل اردن یوما میاہ مجنۃ	درخت رو ئیدہ ہون آہ کیا وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ مین مجنہ
وھل یبدون شامۃ وطفیل	کے چشمہ پر آ تر ون اور شامہ و طفیل کو دیکھ سکون۔

ان جذبات کے علاوہ تعمیل حج و عمرہ کے لا انتہا خلوص عقاید اہل سلام کی پرجوشی اور مسرت کے لیے کیا کم تھے۔ اور وہ اس حکم خداوندی کے بعد متمنیان زیارت کعبہ کو مدینہ مین چین نہین لینے دیتے تھے۔ اُنکے خلوص عقیدت کے اندازہ کیلیے اتنا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ علماے محققین و محدثین نے لکھا ہے کہ اس حکم ایزدی سے حج و عمرہ کی صرف اہمیت مراد تھی نہ فرضیت کیونکہ اگر فرضیت مراد ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی سال فرائض حج بجا لاتے۔ حالانکہ فرضیت حج کا حکم سنہ ۹ ہجری مین نازل ہوا۔ اور اسی سال **آیات عشرہ** کا اعلان عام فرما کر تمام اہل اسلام کو حج کرایا گیا اور سال آیندہ خود بھی حج فرمایا گیا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۳۹۔

عمرہ ہو یا حج۔ اہل اسلام کو حکم خداوندی کی تعمیل کا شوق۔ زیارت حرم۔ طواف کعبہ کی تمنا اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ وہ ابھی سے اسکی اہمیت کو فرضیت سمجھے تھے۔ اسی خاص عالم اخلاص و اعتقاد مین۔ بروایت زرقانی جناب رسول خدا صلعم نے رویاے صادقہ کے خاص مناظر مین مشاہدہ فرمایا۔

انہ دخل البیت ھو واصحابہ	آپ بیت اللہ مین داخل ہوے ہین اور آپ کے
امنین محلقین رؤسھم ومقصرین ص۳۲ جلد دوم	صحابہ بال منڈاے یا کترواے ہوے صحیح وسالم ہین۔

آپنے اس بشارت ایزدی سے تمام اہل اسلام کو خبر دی تو انکے جذبات مسرت و فرحت کی حد نہین تھی۔ اسی وقت سے آپنے عمرہ بجا لانے کا قصد فرما لیا۔

سفر حدیبیہ بالکل دوستانہ تھا مدبر رسالت نے اداے عمرہ کے عزم بالجزم کے ساتھ انتہا درجہ کے حزم و احتیاط کو بھی ابتدا ہی سے مد نظر رکھا۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام سے مختلف معرکون مین قریش کا زور بالکل ٹوٹ گیا تھا۔ قوت گھٹ گئی تھی حوصلے پست ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ تھا۔ مگر تاہم۔ اسلام سے نفرت۔ اہل اسلام سے قلبی عداوت مین ذرا بھی خم نہین آیا تھا۔ اور ابھی تک وہ استیصال اسلام کی فکرون سے غافل نہین تھے اس بنا پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے محابا

اہل اسلام کی جمعیت کثیر لیکر مکہ مین چلا جانا خلاف مصلحت سمجھا۔ زرقانی لکھتے ہین۔

قال الزھری لا یرید قتالا قال ابن اسحٰق و
استنفر العرب من البوادی ومن حوله من الاعراب
لیخرجوا معه وخشی من قریش ان یتعرضوا له
بحرب او یصدوه عن البیت وابطأ علیه
کثیر من الاعراب نخرج بمن معه من المهاجرین
والانصار ومن لحق من العرب وساق معه الهدی
واحرم بالعمرۃ لیامن الناس حربه ولیعلموا انه
انما خرج زائرا للبیت معظما له (صفحہ ۲۰۷ جلد ۲)

امام زہری کا قول ہے کہ آپکا اس سفر مین مطلق ارادہ جنگ نہین تھا
اور ابن اسحاق کہتے ہین کہ چار و نطرت اور گرد و نواح اہل عرب بغرض
رفاقت حاضر ہوئے تھے لیکن آپ کو قریش کی طرف سے اندیشہ لگا تھا کہ وہ
آمادہ پیکار نہون اور زیارت حرم محترم سے باز رکھنے کیلیے سد راہ نہون۔
بہت اہل عرب آپکے ہمراہ ہوگئے یعنی مہاجرین و انصار اور اعراب
ہمراہ جو آپ سے ملحق ہوگئے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلے قربانی کے اونٹ
ہمراہ لیے عمرہ کا احرام باندھ لیا اسلیے کہ اس سامان اور لباس سے دیکھکر لوگ سمجھ جائین کہ
آپ صرف حرم محترم کی زیارت و تعظیم بیت اللہ کے قصد سے تشریف لائے ہین۔

شبلی صاحب اس مین اتنا اور اضافہ فرماتے ہین۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو کوئی احتمال نہو۔ عمرہ کا احرام باندھا قربانی کے
اونٹ ساتھ لیے۔ یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتیار باندھ کر نہ آئے صرف تلوار جو عرب مین سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی ہو۔
پاس رکھ لی جائے۔ اس مین بھی یہ شرط ہے کہ نیام مین بند ہو۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۹ ج ۱۔

اس حزم و احتیاط کے ساتھ موکب رسالت یکم ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی زیارت کو روانہ
ہوا۔ چودہ سو مقتدین کی جماعت رکاب مین حاضر تھی۔ ذوالحلیفہ مین پہونچکر جو مدینہ کی منزل میقات تھی تمام اونٹو ںکی
گردنون مین قربانی کی نشانیان لٹکادی گئین۔ یہ نشانیان کیا تھین؟ چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے تھے جو تاگے مین
باندھ کر اونٹون کے گلون مین لٹکادیے گئیے۔ اور یہی ہدی کے اونٹ ہونے کی علامت خاص تھی یہ اونٹ
اگر گم ہوجاتا تھا۔ یہانتک کہ اگر کسی دوسری جگہ یا کسی دوسرے شخص کے پاس چلا جاتا تھا۔ تو وہ شخص علامت
قربانی دیکھکر اسکو اپنے کسی مصرف مین نہین لاتا تھا: نہ کھاتا تھا۔ نہ سواری مین لاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس کو
قریش کے قصد و ارادہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ ذوالحلیفہ سے اٹھکر لشکر اسلام چشمہ اشقاط پر۔ جو حدیبیہ سے
قریب اور مقابل مین واقع تھا خیمہ زن ہوا۔ بنی خزاعہ کا جاسوس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قریش نے تمام قبائل عرب کو
سازش مین لاکر اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو مکہ مین نہ آنے دین۔

یہ خبر بالکل صحیح تھی اور فی الواقع۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کی خبر پاتے ہی جمعیت عظیم

کے ساتھ جنگ و پیکار پر طیار بیٹھے تھے۔ اور ایک جمعیت کو خالد ابن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی میں مقدمۃ الجیش بنا کر طلایہ کے طور پر لشکر اسلام کی سراغ رسانی کی غرض سے بھیج چکے تھے۔ قریش کی جمعیت غمیم تک پہونچ چکی تھی اور خاص لشکر قریش کی چھاؤنی مقام ملاح میں قائم تھی۔

مقام حدیبیہ میں نزول رسالت اور صحابہ سے مشورت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قریش کی طیاریوں کی خبر ملی تو آپ ایک غیر متعارف راہ سے کترا کر مقام حدیبیہ میں پہونچ گئے۔ یہاں صرف ایک کنواں تھا۔ جو چودہ سو آدمیوں کی جمعیت کو صرف ایکبار سے زیادہ پانی نہ پلا سکا۔ خالد بن ولید نے بمقام غمیم سے پوشیدہ آکر قریش کو مکہ میں آنحضرت صلعم کے حدیبیہ میں اُترنے کی خبر پہونچا دی۔ کمال عاقبت بینی اور مآل اندیشی کے خیال سے آپنے حدیبیہ سے آگے بڑھنے کا قصد نفرمایا۔ صحابہ سے مشورت فرمائی۔ مواہب لدنیہ کی عبارت سے الفاظ استفسار یہ تھے۔

اشیروا علیّ ایھا الناس اترون ان امیل الی عیالھم و ذراری ھؤلاء الذین یریدون ان یصدونا عن البیت	لوگو اب تمھاری کیا رائے ہوتی ہو کیا تملوگ اپنے بال بچّوں کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو اسلیے کہ یہ لوگ ہمیں بیت الحرام میں جانے سے صرف روکین گے۔

مجمع میں حضرت ابوبکر بول اُٹھے۔

یارسول اللہ خرجت عامداً لھذا البیت لا ترید قتل احد ولا حرب احد فتوجہ لہ فمن صدنا عنہ قاتلناہ	یارسول اللہ صلعم ہم تو زیارت بیت محترم کے قصد سے باہر نکلے ہیں نہ کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہے اور نہ کسی سے لڑنے کا قصد ہے آپ خانہ کعبہ کی طرف چلے چلیں۔ جو ہماری راہ روکیگا ہم اس سے لڑین گے۔

اُسکے بعد جماعت انصار کی طرف سے مقداد بن عمر جو ابوالاسود کی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں اٹھکر اظہار عقیدت کرنے لگے۔ انھوں نے اس موقع پر بھی اپنی اُسی تقریر کا اعادہ کیا جس کو وہ جنگ بدر کے موقع پر عرض کر چکے تھے جسکو ہم جلد دوم میں پوری تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

بدیل بن ورقا۔ رئیس خزاعہ کی معرفت قریش کے پاس پیغام صلح

جان نثاران اسلام کی موجودہ شان جان نثاری و وفا داری دیکھکر بھی کمال احتیاط کے خیال سے فوری پیشقدمی کا قصد نفرمایا گیا اور حدیبیہ سے آگے قدم نہ بڑھایا گیا۔ قبیلہ خزاعہ جو اسوقت تک اسلام نہیں لایا تھا لیکن قدیم الایام سے یہ قبیلہ مکہ کے نواح میں آباد تھا اور اپنی آبادی کے وقت سے قبیلہ بنی ہاشم کا حلیف تھا۔ (زرقانی ص ۲۱۵) وہی مراسم و روابط ابھی تک قائم تھے اور اسی بنا پر برابر قریش کی حرکات و سکنات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہونچایا کرتے تھے حسن اتفاق سے انکا رئیس القبیلہ بدیل بن ورقا۔ یہ خبر پاکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آبادی سے

قریب مین مقیم ہین بقصد زیارت خدمت مین حاضر ہوا۔ اور آپ کا قصد وارادہ سنکر عرض کرنے لگا کہ کفار قریش کا لشکر عظیم مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ وہ آپ کو مکہ جانے نہین دیگا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے بطور سفارت قریش کے پاس جاؤ اور کہدو کہ ہم صرف زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہین ہمکو تم سے جنگ و پیکار کرنا ذرا بھی منظور نہین ہے۔ اگر تم لوگ اپنی موجودہ حالتون کے متعلق جنگ و پیکار کے موجودہ سامان وارادہ سے قطع نظر کرکے۔ میری تجویز وصلاح سے کام لینا چاہو۔ تو مین تمکو یہی رائے دونگا کہ مختلف معرکہاے جنگ مین متواتر شکست کھانے اور ہزیمت اُٹھانے سے تمھاری حالتین اس قابل نہین رہی ہین کہ تم کسی فوری جنگ کا ارادہ کرسکو اس لیئے بہتر یہ ہے کہ تم ایک مُدت مقررہ تک میرے ساتھ مصالحت قائم کرلو۔ اور عرب کے دیگر قوم و قبائل کو چھوڑ دو۔ ہم اور وہ آپس مین تصفیہ کرلین گے۔ اگر قریش میری اس صلاح سے اتفاق نکرین گے اور ان شرایط پر راضی نہون گے۔ تو خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے۔ وہ جان لین اور سمجھ رکھین کہ جبتک میری گردن پر میرا سر باقی رہے گا۔ مین اُن سے لڑتا رہونگا۔ یہانتک کہ خداوند عالم کو ہمارے اُنکے جو فیصلہ کرنا منظور ہوگا وہ کردے گا۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا وانت خیر الفاتحین　پروردگارا۔ تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کشود کار فرما کیونکہ تو ہی سب سے بہتر کشود کار فرمانے والا ہے۔

بدیل خدمت رسالت سے یہ پیغام مصالحت لیکر قریش کے پاس آیا۔ اتفاق سے تمام عمایدو اکابر قریش حرم مین جلسہ جماے بیٹھے تھے۔ بدیل نے اُنکو مخاطب کرکے کہا کہ مین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام لیکر آیا ہون اگر آپ لوگ سُننا چاہین تو مین سنادون۔ یہ سُنکر چند شریر الطبع اور فتنہ جو بول اُٹھے کہ ہمکو اُنکے کسی نامہ و پیام سُننے کی کوئی ضرورت نہین ہے لیکن اکثر معتدل مزاج متین مشرکین کہنے لگے کچھ مضائقہ نہین۔ بدیل کہو کیا پیام لائے ہو۔ بدیل نے لفظاً لفظاً آنحضرت صلعم کا پیام کہہ سُنایا۔ عروہ ابن مسعود ثقفی جو اُمراے قریش مین اسوقت سب سے زیادہ کبیر السن اور تجربہ کار تھا۔ پیام مبارک اور شرایط صلح کو سنکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قریش کے تمام مجمع کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ کیا تملوگ سن وسال اور تجربہ و کمال کے لحاظ سے میرے بچون کے برابر نہین ہو۔ اور مین تمھارے باپ کے ہمسر نہین ہون سب نے کہا ہان ہم مین سے کسی کو تمھاری عظمت و بزرگی اور عقل و دانشمندی مین عذر نہین۔ عُروہ بولا۔ تمکو میری طرف سے کسی سازش یا کسی قسم کی اثر پذیری وغیرہ کا گمان تو نہین۔ سب نے کہا کبھی نہین۔ عُروہ نے کہا۔ تو مین تم سے کہتا ہون کہ محمد نے جو شرطین پیش کی ہین وہ سب معقول ہین اچھا تو بدیل کی طرح اپنا پیامبر بناکر تم لوگ مجھکو اُن کے پاس بھیجدو مین جاتا ہون اور محمد سے ملکر بالمشافہہ تمام امور طے کرآتا ہون۔ تمام قریش نے اُسکی سفارت کو قبول کرلیا۔

بارگاہ رسالت مین عروہ - سفیر قریش کی گفتگو۔

عروہ ابن مسعود ثقفی مکہ سے حدیبیہ مین آیا۔ اور بارگاہ رسالت مین باریاب ہو کر عرض کرنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھوڑی دیر کے لیے ہم اسکو مان لیتے ہین کہ تم نے تمام افراد قریش کا کامل استیصال کر دیا لیکن یاد رکھنا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ۔ یہ مثال بھی تمھارے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہو جائیگی کہ تم نے اپنی قوم و قبیلہ کو اپنے ہی ہاتھون سے تباہ و برباد کر ڈالا۔ اور اگر جنگ دوسرا رو اسکے خلاف نتیجہ معرض ظہور مین آیا تو یہ چند اوباش جو تمھارے گرد و پیش جمع ہین آناً فاناً۔ ذرات ریگ کی طرح ہوا مین اڑ جائینگے۔ زرقانی کی روایت عروہ کے یہ آخری الفاظ تھے۔

وانی لاری اشوابا یعنی اخلاطا من الناس	مین آپکے اشواب یعنی ہر قسم کے آدمیون کا مخلوط گروہ دیکھتا ہون
خلیقا ان یفروا ویدعوک - ویروی اوباشا	یہ آپکو چھوڑ کر بھاگ جائینگے اور آپ انھین بلاتے رہجائینگے اور ایک
بتقدیم الواو علی الباء الموحدۃ - اشوابا الاخلاط	روایت مین ہے کہ اشواب کی جگہ اوباش کہا تھا حرف بے پر واو کی تقدیم
من انواع شتی و الاوباش الاخلاط من السفلۃ	کے ساتھ۔ اشواب قسم قسم کے لوگون کے خلط ملط کو کہتے ہین اور اوباش
(صفحہ ۲۱۸ جلد دوم مصر)	چھوٹے درجہ کے لوگون کی جماعت کو کہتے ہین۔

عروہ کا یہ کلام سنکر حضرت ابو بکر کو سخت غصہ آگیا۔ یہانتک کہ عروہ کو بہت بے نقط سنائی شبلی صاحب لکھتے ہین:۔

عروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یہ کون ہے۔ آپنے فرمایا۔ ابو بکر۔ عروہ نے کہا مین انکی سخت کلامی کا جواب دیتا لیکن انکا ایک احسان میری گردن پر ہے جسکا بدلہ۔ مین ابھی تک ادا نہین کر سکا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۲ [1]

عروہ پوری آزادی اور بے تکلفی سے مقابل بیٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتین کر رہا تھا اور عرب کے

---

[1] حضرت ابو بکر نے عروہ سے جو سخت کلامی کی تھی اسکے الفاظ باتفاق مورخین و محدثین یہ تھے امصص بظر اللات اس کلمہ کی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔ قال العلماء ھذا مبالغۃ من ابی بکر فی سب عروۃ فانہ اقام معبودۃ وھو صنم مقام امہ علما کہتے ہین کہ ابو بکر نے عروہ کے گالی دینے مین بہت مبالغہ کیا۔ اور اسکی ماں کی بجائے عروہ کے معبود کا نام لیا۔ پھر زرقانی امام قسطلانی کے اس قول کی شرح متن لکھتے ہین۔ لان عادۃ العرب بذلک اللفظ الامر فابدلہ الصدیق باللات فنزلہ منزلۃ امہ تقدیر المعبود۔ عرب کی عادت تھی کہ اس کلمہ سب و شتم کو ماں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ابو بکر نے ماں کی جگہ اسکے معبود کی طرف اسکو منسوب کیا کہ اس کے معبود کی تحقیر ہو الفاظ سب و شتم تو معلوم ہو گئے اسکے معنی کیا ہوے۔ اسکے اردو ترجمہ مین اگرچہ تہذیب مانع ہے لیکن قدیم مورخین و محدثین کی طرح ہم کو بھی مولف ہونیکے فرائض سے مجبوری ہے اسلیے محدث شیرازی۔ حافظ جمال الدین۔ صاحب روضۃ الاحباب نے اس کلمہ دشنام کے جو معنی بتلائے ہین اور اپنی عبارت خاص مین لکھتے ہین ہم اسکو ذیل مین نقل کیے دیتے ہین۔ کلمہ دشنام ہو امصص بظر اللات مصص و بفتح کیدن دست و کنیز قطعہ ایست کہ بعد از ختنہ کردن زن در فرج او باقی می ماند۔
روضۃ الاحباب ص ۱۵۸ مطبوعہ لکھنؤ و قریب قریب یہی عبارت شرح زرقانی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر مین بھی مرقوم ہے ہم نے فارسی عبارت پر اکتفا کر دی۔ اردو ترجمہ سے ناظرین خود معنی نکالکر اندازہ کرلین کہ حضرت صدیق اکبر کی زبان سے یہ کلمہ کس قدر پر لطف اور خوشنما معلوم ہوا ہوگا مولف عفی عنہ۔

قدیم دستور کے مطابق کہ متکلم باتین کرتے وقت مخاطب کی داڑھی پکڑ لیا کرتا ہے۔ ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا **مغیرہ ابن شعبہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر ہتیار باندھے کھڑا تھا۔ اور وہ ان حرکات کو داب رسالت کے خلاف سمجھکر کہنے لگا۔ عُروہ۔ اپنا ہاتھ ریش مبارک سے ہٹالے۔ ورنہ۔ ابکی بار تیرا ہاتھ ٹوٹ کر نجا ئیگا۔ عُروہ نے مغیرہ کی طرف دیکھکر کہا۔ اے مکّار۔ کیا تیری موجودہ مکاری کی حالت مین بھی مین تیرا کام نہین چلا رہا ہون [۵۱]

> عُروہ۔ سفیر قریش کی واپسی اور قریش سے گفتگو

حضرت ابو بکر اور مغیرہ کے اظہار عقیدت کے علاوہ عروہ اثنائے گفتگو مین تمام صحابہ کی شان وفاداری اور انداز جان نثاری کو اپنی آنکھون سے دیکھتا رہا۔ اور آداب رسالت اور محاسن عقیدت کے تعجب انگیز اور حیرت خیز اثر لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت اور مسلمانون کی جماعت سے رخصت ہوا۔ مکّہ مین قریش کے پاس آیا۔ اور بڑی آزادی سے صاف صاف لفظون مین تمام صنادید قریش کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

تم لوگون کو معلوم ہے کہ مین نے شاہان روم۔ کجکلاہان فارس اور ملوک حبشہ کے بڑے بڑے دربار دیکھے ہین۔ انکی تہذیب۔ تمدن۔ اخلاق۔ معاشرت۔ اور عقیدت کو متعدد اور متواتر بار مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن تم یقین جانو۔ مین اسوقت اس صحبت اور اوس بارگاہ سے چلا آرہا ہون جسکی تہذیب۔ شائستگی اور حسن عقیدت کی مثال سے سلاطین کے دربار بالکل خالی ہین۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتین کرنے لگتے ہین۔ تو سب کے سب ہمہ تن تصویر بنکر چپ سنا کرتے ہین۔ کچھ عرض کرنے لگتے ہین تو افراط ادب سے سلسلۂ کلام مین کبھی اپنی صدا کو آنحضرتؐ کی آواز سے بلند ہونے نہین دیتے۔ کوئی شخص ان سے نظر اٹھا کر یا آنکھین ملا کر باتین کرنیکی جرأت نہین کرسکتا۔ ایک کو حکم دیتے ہین تو تعمیل کے لیے سو ٹوٹ پڑتے ہین۔ وضو کرتے ہین تو پانی کا قطرہ قطرہ تبرک بنکر رفقا مین تقسیم ہوجاتا ہے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدتمند ہاتھون ہاتھ لیکر روی و محاسن کا غازہ بنالیتے ہین۔ اس لیے میری صلاح یہی ہے کہ جو شرائط وہ پیش کرین۔ ان سے مصالحت کرلیجائے۔ ملک و قوم کی اسی مین بھلائی ہے ورنہ

[۵۱] عروہ کے اس قول وخطاب کی شرح کیلیے طویل تفصیل کی ضرورت ہے جو مفصل طور پر تمام محدثین و مورخین نے اپنے اپنے تالیفات و تصنیفات مین درج فرمائی ہی جسکا ذکر طوالت کا باعث ہوگا مختصر اًعروہ کے دونو اقوال کی شرح یہ ہے حضرت ابو بکر کے جس احسان کی طرف عُروہ نے اشارہ کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایام جہالت مین عُروہ پر کسی کا قرض تھا اسکی ضمانت و ذمہ داری حضرت ابو بکر نے اپنے ذمہ لے لی تھی اور عروہ ابھی تک اسکو ادا نکر سکا تھا۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۲ مصر۔ مغیرہ کے متعلق یہ قصہ ہے کہ ایام جہالت مین مغیرہ نے محض علے تیرہ آدمیونکو قتل کرڈالا تھا جنکی دیت عُروہ کو مغیرہ کی طرف سے دینی ہوئی تھی۔ وہ رقم مغیرہ نے آجتک عروہ کو واپس نہین دی تھی۔ اس سے زیادہ تفصیل روضۃ الاحباب ص ۳۵۳ مطبوعہ لکھنؤ مین قلمبند ہی۔ المولف احقر اولاد حیدر عفی عنہ

جس لشکر کو میں اُن کے ساتھ دیکھ آیا ہوں وہ ایسا ہی ہے کہ جنگ و مقابلہ سے کبھی منھ نہ پھیرینگے تا وقتیکہ سب اپنے گلے نہ کٹوا لیں۔ یا تمھارے گلے کاٹ کر تیر غالب آلیں۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۲۳ مطبوعہ مصر و فتح الباری مطبوعہ لکھنؤ ۳۵۳

عروہ کی تقریر کا حلیس رئیس قبیلہ حبشہ پر اثر اور اسکی دربار رسالت میں سفارت

عروہ بن مسعود ثقفی کی یہ تقریر سنکر قریش کے مجمع میں سناٹا ہو گیا عروہ کے مشاہدات کے خلاف کسی کی زبان نہ کھلی عروہ کی تقریر نے حلیس پر جو قبیلہ احابیش[1] حبشیوں کا رئیس تھا اور اسوقت قریش کی طلبی پر اپنی فوج کثیر لیکر مکہ میں مقیم تھا۔ بڑی تاثیر کی۔ وہ ایکبارگی اٹھ کھڑا ہوا اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا عروہ تو دیکھ آئے۔ اب آپ لوگ مجھے بھی دیکھ لینے دیں۔ سب نے حلیس کو اجازت دیدی حلیس وہاں سے چلا جب قافلۂ اسلام کے پاس پہونچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکو دور سے آتے دیکھکر صحابہ سے ارشاد کیا کہ اسوقت ہماری طرف اس قوم کا آدمی آرہا ہے جو مراسم قربانی کو بڑی تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ امام قسطلانی لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہذا فلان وہو من قوم یعظمون البدن فابعثوہا لہ فبعثوہا لہ لیعتبروا ویتحقق انہم لم یریدوا حربا فبعثہم علی دخول مکۃ لنسکہم واستقبلہ الناس یلبون

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے (نام لیکر) اور اس قوم کا آدمی ہے جو اشیاے قربانی کی بڑی تعظیم کرتے ہیں انہاں ان پر اثر ڈالو۔ یہ سنکر تمام لوگوں نے قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر دیا تاکہ وہ دیکھ لے اور تحقیق کر لے کہ جماعت اسلام کا ارادہ مکہ کے داخلہ سے سوائے مناسکات قربانی بجا لانیکی کچھ اور نہیں ہے پھر سب نے لبیک کہکر اس کا استقبال کیا اور لبیک کہی۔

• جماعت مسلمان کے یہ سامان اور سامان دیکھکر حلیس متحیر ہو گیا اور مسلمانوں کی سلیقہ شعاری اور دینداری سے متاثر ہوکر آبدیدہ ہو اور بیساختہ پکار اٹھا۔ ھلکت قریش برب الکعبۃ خدائے کعبہ کی قسم۔ قوم قریش ہلاک ہو گئی۔

حلیس کی واپسی اور قریش پر اسکی تقریر کا اثر

یہ کہکر اس نے اپنی رائے کا یوں اظہار کیا کہ یہ لوگ مسلمان تو صرف عمرہ و زیارت کعبہ کے لئے آئے ہیں اور کسی قصد و ارادہ سے نہیں آئے ہیں یہ کہا اور الٹے پاؤں پھرا اور آکر مجمع قریش کے

[1] قبائل حبشہ کے نام سے اکثر ناظرین کو یہ غلط فہمی واقع ہوتی ہو کہ حبشہ کے لوگ (حبشی) مکہ میں کہاں آگئے اسکی اطلاع دلینا ضروری ہے اس لئے احابیش کی تشریح کیجاتی ہے

الاحابیش جمع احبوش وہم بنو الحون بن خزیمۃ بن مدرکۃ وبنو الحارث بن عبد مناۃ بن کنانۃ وبنو المصطلق من خزاعۃ کانوا تحالفوا مع قریش تحت جبل یقال لہ الحبشی فی اسفل مکۃ وقیل سموا بذلک لتحبشہم والتحبش التجمع والحباشۃ الجماعۃ (کما فی شرح ابن حجر)

احابیش احبوش کی جمع ہے اور احبوش قبائل بنو الحون بن خزیمہ بن مدرکہ اور بنو حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ اور بنو المصطلق جو خزاعہ کی شاخ ہیں نام ہیں اور انکی وجہ تسمیہ یہ ہو کہ یہ لوگ اپنی جماعت کیساتھ قوم قریش سے معاہدہ کرنیکے لیے ایک پہاڑ کے نیچے جمع ہوئے تھے جسکا نام حبشی تھا اور جو پائین مکہ کی طرف واقع ہے بعض مورخین یہ وجہ تسمیہ بیان کی ہو کہ بوجہ جماعت کثیر ہونے کی وجہ سے احابیش کہلائے کیونکہ لغت عرب میں تحبش کے معنی تجمع کثیر کے اور حباشہ کے معنی جماعت کے ہیں۔ دیکھو شرح ۳۴۵

مجمع مین واپس آکر کہنے لگا۔

امام قسطلانی نے اسکی تقریر کے یہ الفاظ لکھے ہین۔

رأیت البدن قد قلدت واشعرت فما اری ان تصدوا عن البیت

مین تو اُن لوگون کی قربانی کے جانور دران مین علامات قربانی لگی ہوئین دیکھ آیا ایسی حالت مین تم انہین بیت الٰہی مین داخل ہونے سے کیسے روک سکتے ہو

قریش نے اُسے مغرورانہ لہجہ مین ڈانٹ کر کہا:۔

اجلس فانما انت اعرابی لا علم لہ

بیٹھ جا۔ تو صحرائی عرب ہے۔ تو کیا جانے۔

جلیس بھی آخر عرب تھا۔ یہ تحقیرانہ ڈانٹ سنکر چراغ پا ہوگیا۔ قریش کے بھرے مجمع کو مخاطب کرکے باواز بلند کہنے لگا۔

یا معشر قریش واللّٰہ ما علی ھذا حالفناکم ولا علی ھذا عاھدناکم ایصد عن بیت اللّٰہ من جاء معظما لہ والذی نفس الحلیس بیدہ لتخلن بین محمد وبین ما جاء لہ او لانفرن بالاحابیش نفرۃ رجل واحد فقالوا لہ اکفف عنا یا حلیس حتی ناخذ لانفسنا ما ترضی بہ

اے گروہ قریش ہم نے اسلام پر تم سے عہد و پیمان نہین کیا ہے اور نہ اسلیے تمہارا ساتھ دیا ہے کہ جو شخص زیارت خانہ کعبہ کے قصد سے آئے اسے آنے سے منع کیا جائے۔ اُسکی قسم جسکے ہاتھ مین حلیس کی جان ہے اگر تم لوگون نے محمدؐ کو آپکے رفقا کے ساتھ اجازت نہین دی کہ وہ زیارت کعبہ سے مشرف ہون تو مین ابھی ایک ایک کرکے تمام افراد قوم احابیش کو لیکر چلا جاؤنگا۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۲۲۲ ج ۲

یہ سنکر قریش سمجھ گئے کہ بُرا ہوا منت و سماجت کرکے اسکی کسی نہ کسی طرح تشفی و تسکین کر دی اور سمجھا دیا کہ اس معاملہ کو ہمارے استصواب رائے پر چھوڑ دو۔ ہم خود اپنی تجویز و صلاح سے اُن کے (محمد صلعم) ساتھ صلح کر لین گے۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے یہ واقعہ کا واقعہ چھوڑ دیا۔ نہین معلوم کیا مصلحت سمجھی گئی۔

قریش کے پاس اسلام کا بار دیگر پیام صلح۔

چونکہ عروہ کی رسالت کا کوئی نتیجہ ابتک معلوم نہین ہوا تھا اس لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے **خراش بن امیہؓ** کو اپنا خاص اونٹ تغلب نامی دیکر اپنی طرف سے بغرض استفسار قریش کے پاس بھیجا۔ کوئی حالت۔ کوئی طریقہ اور انداز نہ اختیار کیا جاوے۔ قریش کی شقاوت اسلام کی طرف کم ہونے والی نہین تھی۔ خراش کے پہونچتے ہی قریش ایکبار اس پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے اسکے اونٹ کو ٹکڑے بوٹی کر ڈالا اور قریب تھا کہ خراش کے بھی پرزے پرزے اُڑا دیئے جائین لیکن قوم احابیش نے بیچ بچاؤ کرکے بچا لیا اور یہ غریب اپنی جان لیکر بھاگ آیا۔

کفر و اسلام کے اخلاق کی بینظیر مثال

قریش نے ان ظالمانہ حرکتون سے اہل اسلام کو مرعوب کرنا چاہا تھا۔ مدعا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپکے رفقا خائف ہوکر ناکامیاب واپس جائین لیکن اب یہ محال تھا اہل اسلام کو

قریش پر غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ وہ قریش کو شکست دیکر متعدد معرکون مین انکی تاب طاقت کو آزما چکے تھے۔ پھر ان سے کیا ڈرتے اور کب دبتے۔

مزید شقاوت اور دہشت انگیزی کے قصد سے قریش نے خفیہ طور پر پچاس تیر اندازجوانون کا ایک دستہ قافلہ اسلام پر تیر بارانی کیلیے بھیجدیا لیکن اتفاقاً سب گرفتار کیے گیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گیے۔ اگرچہ ان خطاکارون کی خطا و جرم بالکل کھلے تھے اور صاف اور ایسے تھے کہ کسیطرح عفو کے قابل نہین تھے۔ لیکن رحمت عالم اور خلق مجسم نے قبول زائرین کعبہ کے بجرم مجرمین کی سزادہی کو انصاف رسالت کے خلاف اور مصلحت وقت کے منافی سمجھا اور سبکو چھوڑ دیا۔ خدا کی قدرت جو لوگ خائف کرنے آئے تھے وہ خود خائف ہو کر جدہر سے آئے تھے ادہر واپس گئے۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارت کی گئی ہے۔

هو الذی کف ایدیهم عنکم و ایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم

وہ وہی خدا ہے جسنے کہ مین اُن لوگون کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے۔ بعد اسکے کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا۔

قریش کے پاس تیسری بار پیام صلح حضرت عمر کے انکار پر حضرت عثمان کا ارسال

نہ عروہ کے معاملہ کا نتیجہ نکلا اور نہ حلیس کے مشاہدہ کا فائدہ خراش بن امیہ کا ارسال بھی مفید کار ہوا۔ بالآخر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو قریش کے پاس تنقیح حالات کی غرض سے بھیجنا چاہا مگر انھون نے صاف انکار کر دیا۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

دعا عمر بن الخطاب لیبعثه الی مکة فیبلغ عنه اشراف قریش ما جاء له فقال یا رسول الله انی اخاف قریشا علی نفسی و لیس بمکة من بنی عدی بن کعب احد یمنعنی و قد عرفت قریش عداوتی ایاها و غلظتی علیها و لکنی ادلک علی رجل اعز بها منی عثمان بن عفان

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو اسلیے بلایا کہ انکو اشراف قریش کے پاس بھیجین اور پیام صلح دین حضرت عمر بولے۔ یا رسول اللہ مجھکو قریش کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہے اور اسوقت میرے قبیلہ عدی بن کعب کا کوئی آدمی مکہ مین نہین ہے جو میری اعانت کرے۔ قریش کے ساتھ میری سختی و عداوت بھی ظاہر ہے لیکن مجھ سے زیادہ عزیز آدمی اس کام کیلیے آپکو بتلائے دیتا ہون وہ عثمان بن عفان ہین

سیرۃ ابن ہشام مصر دوم

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے انماض کا کیا جواب دیتے خموش ہو گیے۔ آپکے کہنے کے مطابق حضرت عثمان بلائے گیے سب امور کہکر وہ بھیجے گیے۔ یہ بھی اپنے ایک عزیز خاندانی ابان بن سعید کی حمایت و ضمانت مین ہو کر مکہ پہونچے اور ابو سفیان وغیرہم اکابر و عیان قریش سے ملکر جناب رسولخدا صلعم کا پیام پہونچایا۔

حضرت عثمان اور قریش سے گفتگو

تاریخ ابن الوردی مین ہے۔

ثم دعا رسول الله عمر بن الخطاب لیبعثه الی قریش

پیغمبر صاحب نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم جاکر قریش کو مطلع کرو کہ ہم لوگ

يعلمهم انه لم يات بحرب انما جاء زائرا لها فعظمه فبعث صلعم عثمان بن عفان الى ابي سفيان واشراف قريش فعرفهم ذلك فقالوا ان احببت ان تطوف فطف فقال ما كنت لافعل حتى يطوف رسول الله صلعم فحبسوه وبلغ رسول الله صلعم ان عثمان قتل فقال لا نبرح حتى نناجز القوم ودعا صلعم الى بيعة الرضوان تحت الشجرة

لڑنیکے قصد سے نہیں آئے ہیں بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے آئے ہیں حضرت عمر قریش سے خائف تھے اسلئے پیغمبر صاحب نے حضرت عثمان کو ابوسفیان وغیرہ کے پاس بھیجا چنانچہ حضرت عثمان نے جا کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہونچایا انھوں نے کہا کہ اگر تم خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو حضرت عثمان نے کہا میں بغیر رسول اللہ صلعم کے ایسا نہیں کر سکتا یہ سنکر کفار قریش نے انکو قید کر لیا یہاں رسول مقبول صلعم کو یہ خبر پہونچی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے پیغمبر صاحب نے کہا کہ اب ہم اس قوم سے بغیر مقابلہ کیے نہیں ٹل سکتے پس آنحضرت صلعم نے سب لوگوں کو زیر درخت بیعت رضوان کیلیے طلب فرمایا لہ

بیعت رضوان یا بیعت تحت الشجرۃ

تاریخ طبری میں ہے۔

عن سلمة بن الاكوع قال نادى منادي النبي صلى الله عليه وآله وسلم ايها الناس البيعة البيعة نزل روح القدس فثرنا الى رسول الله صلعم وهو تحت شجرة سمرة فبايعناه

سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ منادی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ندا کی کہ اے لوگو حکم خدا آیا ہے بیعت کے لیے حاضر ہو یہ سنکر لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت صلعم درخت سمرہ کے نیچے تشریف فرما تھے ہم سب نے بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا۔

تاریخ ابن ہشام میں ہے:-

حدثني عبد الله بن ابي بكر ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال حين بلغه ان عثمان قد قتل

عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عثمان کے قتل ہونے کی خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ

لہ شبلی صاحب کی موقع شناسی کا کیا کہنا اس موقعہ پر ارسال حضرت عثمان کی بنا یوں فرمائی گئی ہے۔ بالآخر آپ نے گفتگو صلح کیلیے حضرت عمر کو انتخاب فرمایا انہوں نے کہا دونوں عربی ماخذوں کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ قریش کے بعد جتنے لوگ بھیجے گئے وہ صرف تفحص احوال کی غرض سے اس بنا پر رسول اللہ صلعم کی ان سفارتوں کو آپ زیادہ سے زیادہ پیام صلح سے تعبیر فرما سکتے ہیں [illegible] یا تصفیہ امور شرائط مصالحت نہیں کہہ سکتے اور پھر یہ گفتگو مصالحت کی غرض سے تجویز کی گئی تھی لیکن آپ نے حضرت عمر کی [illegible] بالکل خلاف واقعہ [illegible] کہ میں منصب آپ نے حضرت عمر کو [illegible] وہ خود حضرت عمر کو پسند نہ آئی۔ اور جناب موصوف نے اس منصب کی قبولیت سے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے انکار صاف کر دیا۔ تو پھر آپ کی اس تحصیل حاصل سے کیا فائدہ تھا حضرت عمر شرائط صلح طے کرنے جاتے یا کفار اسلام کی تفہیم کیلیے بھیجے جاتے ہوں اس سے بحث نہیں جب یہ تاریخوں سے مسلم ہے کہ انھوں نے اس منصب کی قبولیت سے انکار کر دیا اور آپ بھی انہی الفاظ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ انھوں نے معذرت کی۔ تو جب گفتگوئے صلح کے منصب کو نہ انھوں نے قبول کیا اور نہ وہاں تشریف لے گئے تو پھر اسکا اظہار محض بیکار ہے لہ

بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش　　من انداز قدت را می شناسم　　المولف عفی عنہ

لا نبرح حتی تناجز القوم فدعا رسول اللہ صلعم الی البیعۃ فکانت بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ فکان الناس یقولون بایعہم رسول اللہ صلعم علی الموت وکان جابر بن عبد اللہ یقول ان رسول اللہ صلعم لم یبایعنا علی الموت ولکن بایعنا علی ان لا نفر فبایع رسول اللہ صلعم الناس ولم یتخلف عنہ احد من المسلمین حضرہا الا الجد بن قیس اخو بنی سلمۃ فکان جابر بن عبد اللہ یقول واللہ لکانی انظر الیہ لاصقا بابط ناقتہ قد صبا الیہا یستتر بہا من الناس ثم اتی رسول اللہ صلعم

لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد آپ نے تمام لوگوں کو بیعت کیلئے ایک درخت کے نیچے بلایا۔ اور لوگوں نے آپ سے مرجانے کی شرط پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس شرط پر بیعت کی تھی کہ لڑائی سے نہیں بھاگیں گے چنانچہ سوائے جد بن قیس کے موجودہ مسلمانوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شرط پر بیعت نہ کی ہو وہ گروہ میں نہیں ہوا بلکہ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ گویا میں اسکو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جد بن قیس اونٹنی میں سے اپنی اونٹنی سے اترا جیسے دونوں لپٹے ہوئے تھے۔ لوگوں سے چھپکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے ص ۱۷۹ جلد دوم مصر

[illegible]

شبلی صاحب بیعت رضوان کے متعلق یہ تفصیل فرماتے ہیں۔

آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی تمام صحابہ نے جنہیں زن و مرد شامل تھے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جان نثاری کا عہد کیا۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے سورہ فتح میں اس بیعت اور واقعہ کا ذکر ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم و اثابہم فتحا قریبا۔

خدا مسلمانوں (کی قوم) سے راضی تھا جبکہ وہ تیرے ہاتھوں درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا نے جان لیا جو ان لوگوں کے دلوں میں تھا تو خدا نے ان پر تسلی نازل فرمائی اور عاجلانہ فتح دی۔

لیکن بعد کو معلوم ہوا وہ خبر قتل عثمان، صحیح نہیں تھی۔ ص ۳۳۳ سیرۃ النبی۔

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو مہتم بالشان واقعہ اسلام بتلایا ہے۔ اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی لیکن اسوقت کے ایسا ولولہ انگیز جوش مسلمانوں میں ہمیشہ بنا رہتا تو البتہ اسکی مستقل اہمیت پر ہمیشہ افتخار کیا جا سکتا تھا۔ واقعات تو بتلا رہے ہیں کہ یہ جوش و خروش بالکل وقتی تھا۔ صحیح بخاری کی مفصلہ ذیل حدیث سے اس پر پوری روشنی پڑتی ہے۔

عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما فقلت طوبی لک صحبت النبی صلعم و بایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ۔

علاء بن مسیب اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا کہ خوشا حال تمہارا کہ تم نے رسول مقبول کی صحبت اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔ براء نے کہا اے بھتیجے تجھ کو نہیں معلوم کہ ہم نے آنحضرت صلعم کے بعد کیا احداث کیا۔ بحوالہ تاریخ احمدی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۳

بارگاہ رسالت میں سہیل بن عمرو سفیر قریش کی آمد اور گفتگوئے صلح۔

بیعت رضوان بھی ہو چکی۔ اور مسلمانوں کے خلوص و عقیدت کا امتحان بھی جب اس بیعت کی خبر مکہ میں پھیلی تو قریش کو بھی تشویش دامنگیر ہوئی مکرز بن حفص ایک خلقی

شرائط صلح اور منصب شخص بیعت رضوان کی حقیقت دریافت کرنیکی غرض سے جمعیت اسلام کی طرف چلا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھکر فرمایا۔ ھذا امکرز وھو رجل فاجر۔ یہ مکرز مرد فاجر ہے اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپؐ نے اپنے اصحاب سے کہدیا کہ یہ غدار شخص ہے اس سے کوئی بات نہ کرے میں خود اس سے گفتگو کرونگا لیکن قبل اسکے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچکر ہمکلام ہو کہ سہیل بن عمر آگیا اور جناب رسولخدا صلعم اس سے مخاطب ہوگئے۔

قریش نے سہیل بن عمر کو خاص طور پر منتخب کر کے سفارت کیلیے بھیجا تھا اور احتیاطاً حویطب بن عبدالعزیٰ کو اسکے ہمراہ کر دیا تھا۔ سہیل بڑا فصیح و بلیغ مشہور تھا اور زرقانی کے قول کے مطابق خطیب عرب کہا جاتا تھا ص ۳۴۳ قریش نے رخصت کرتے وقت کہدیا تھا کہ شرائط صلح اسی امر پر منظور کیے جائیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر عمرہ کیے واپس جائیں۔ سہیل بن عمر کو آتا دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے بھیجنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ قریش کو ہمارے ساتھ صلح منظور ہے اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپؐ نے سہیل کو آتے ہی پہچان لیا اور فرمایا سھل امرنا ہمارے کام سہل ہوگئے۔ زرقانی نے بھی ان کلمات کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی کے اسناد سے لکھا ہے۔

قریش کے پیش کردہ شرائط صلح اور آنحضرت صلعم کی منظوری

سہیل حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت صلعم کی پشت مبارک پر اسوقت سعد بن عبادہ اور بشر بن عبادہ انصاری بنظر استحفاظ ہتیار باندھے کھڑے تھے سہیل نے قریش کیطرف سے گفتگو صلح شروع کی۔ اور بیان کیا کہ آپ دس مہینوں تک یا بقولے دو برسوں تک حج و عمرہ کا قصد نکریں تو فیما بین مصالحت ممکن ہے۔ ورنہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے منظور کرلیا۔

اسکے بعد سہیل بن عمر اور آنحضرت صلعم کے درمیان دیر تک شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی یہانتک کہ تمام شرائط فیما بین طے ہوگئے صرف کتابت رہگئی مسلمانوں میں حضرت عمر اس صلح کے سخت مخالف تھے اسکی تفصیل یہ ہے۔

حضرت عمر اور صلح حدیبیہ سے مخالفت

ابن ہشام لکھتے ہیں۔

فلما انتھی سھیل بن عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم فاطال الکلام وتراجعا ثم جری بینھما الصلح فلما التام الامر ولم یبق الا الکتاب وثب عمر بن الخطاب فاتی ابابکر فقال یا ابابکر الیس برسول اللہ قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیۃ فی دیننا قال ابوبکر یا عمر الزم غرزہ فانی اشھد انہ۔

سہیل بن عمر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہونچگیا اور باتیں شروع کیں فیما بین دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ یہانتک کہ آپس میں اتفاق رائے اور شرائط صلح بھی تجویز ہوگیے اور جملہ امور طے ہوگئے صرف انکا قلمبند ہونا باقی رہگیا اس زمانہ میں حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے ابوبکر کیا یہ رسول اللہ نہیں ہیں حضرت ابوبکر نے کہا۔ ہاں ہیں حضرت عمر نے پوچھا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں حضرت ابوبکر نے کہا۔ ہاں ہیں حضرت عمر بولے کہ وہ لوگ قریش مشرک نہیں ہیں حضرت ابوبکر بولے ہاں ہیں حضرت عمر نے کہا ہم کیوں اسوقت اپنے دین میں خست اور نقص گوارا کریں حضرت ابوبکر نے کہا۔ اے عمر رکاب تھامے رہو میں شہادت دیتا ہوں

رسول الله قال عمر و انا اشهد انه رسول الله ثم اتی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فقال یا رسول الله الست برسول الله قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیة فی دیننا قال انا عبد الله و رسوله لن اخالف امره و لن یضیعنی قال فکان عمر یقول مازلت اتصدق و اصوم و اصلی و اعتق من الذی صنعت یومئذ مخافة کلامی الذی تکلمت به حتی رجوت ان یکون خیرا ص ۱۶۹ مصر جلد دوم

کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ حضرت عمر بولے میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ پھر حضرت عمر خود جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ رسول خدا نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ حضرت عمر بولے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا ہاں ہو۔ حضرت عمر نے پوچھا اور یہ لوگ (قریش) مشرکین نہیں ہیں۔ ارشاد ہوا۔ ہاں ہیں۔ حضرت عمر نے کہا تو پھر کیوں اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو عمر! میں خدا کا رسول بھی ہوں اور اسکا بندہ بھی اگر میں اسکے خلاف کروں تو مجھ پر عذاب نازل کریگا۔ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اپنے اس گستاخانہ کلام کے کفارہ میں میں ہمیشہ صدقہ دیتا رہا۔ زکوٰۃ دیتا رہا، روزے رکھتا رہا، نمازیں پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا۔ یہانتک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ امر خیر تھا۔"

صحیح بخاری میں بھی حضرت عمر کی یہ گفتگو درج ہے لیکن حضرت ابوبکر سے استفسار کا ذکر نہیں ہے بخاری کی عبارت یہ ہے

قال عمر بن الخطاب فاتیت النبی صلی الله علیه و آله وسلم فقلت الست نبی الله حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیة فی دیننا قال انی رسول الله ولست اعصیه وهو ناصری

حضرت عمر نے فرمایا کہ بروز صلح حدیبیہ میں نے پیغمبر صاحب سے کہا کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بیشک ہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر ہم کیوں اسوقت اپنے دین میں خست و نقص گوارا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو! میں خدا کا رسول ہوں۔ اسکے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ وہی میرا مددگار ہے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۵۵۔

حدیبیہ[1] کے مسئلہ صلح میں حضرت عمر کی مخالفت شک فی النبوۃ کے درجہ تک پہونچ گئی تھی جسکا اعتراف خود حضرت عمر ان الفاظ میں فرماتے ہیں

والله ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت النبی صلعم فقلت الست نبی الله حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت الیس قتلانا فی الجنة وقتلاهم فی النار قال بلی قلت فلم نعطی الدنیة فی دیننا قال انی رسول الله ولست اعصیه وهو ناصری

آج کے دن کے سوا اسلام لانے کے دن سے آجتک مجھے کبھی ایسا شک نہیں ہوا تھا۔ میں آنحضرت کی خدمت میں گیا اور کہا کیا آپ نبی برحق نہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں پھر میں نے کہا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے مقتول جنت اور انکے مقتول دوزخ میں نہیں ہیں آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا پھر دین میں نقص و خست کیا معنی (یعنی آپ کیوں صلح کرتے ہیں) آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں اسکی نافرمانی نہیں کرسکتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۵۵

[1] ظاہر ہے کہ جب حضرت عمر باین قدر شناس رسول کو ابتک نہ سمجھے تو شبلی صاحب باین فضل کیا سمجھتے۔ سمجھ سمجھ کے نہ سمجھیں تو کیا سمجھے۔ المولف عفی عنہ

شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے حضرت عمر کے اختلاف لانے کے واقعہ کو تحریر صلحنامہ کے بعد لکھا ہے۔ حالانکہ تاریخ و سیرت کیا، تمام کتب حدیث کی ترتیب بیان کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عمر کی اس بوقت مخالفت اور بیجا تعریض نے صحابہ پر بہت برا اثر ڈالا جیسا کہ جلد معلوم ہوتا ہے۔

ابن ہشام اور طبری لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی اس تقریر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو بلا کر صلحنامہ لکھوایا۔ تحریر صلحنامہ کے حالات تاریخ کامل ابن اثیر کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

تحریر صلحنامہ اور حضرت علی کا کمال ادب

فدعا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علی بن ابیطالب فقال اكتب بسم الله الرحمن الرحيم قال سهيل لا نعرف هذا ولكن اكتب باسمك اللهم فاكتبها ثم قال اكتب هذا ما صالح عليه محمد رسول الله فقال سهيل لو نعلم انك لرسول الله لم نقاتلك ولكن اكتب اسمك واسم ابيك فقال لعلي امح رسول الله فقال لا امحو ابدا فاخذه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فكتب موضع رسول الله محمد بن عبد الله فقال لعلي لتبلين بمثلها (ابن اثیر احمدی)

رسول مقبول صلعم نے حضرت علی کو بلا کر ارشاد کیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ یہ ہم نہیں جانتے لکھو باسمک اللھم چنانچہ یہی لکھا گیا پھر جناب رسالتمآب صلعم نے حضرت علی سے کہا کہ لکھو یہ صلحنامہ ہے جسکی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمر سے صلح کی سہیل نے کہا کہ اگر ہم تمھیں رسول اللہ جانتے تو قتال پر آمادہ کیوں ہوتے۔ لہذا بجاے رسول اللہ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو اور آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اچھا رسول اللہ کے لفظ کو نکال دو۔ انھوں نے عرض کی کہ میری مجال نہیں کہ میں رسول اللہ کے لفظ کو محو کرسکوں۔ پس آنحضرت صلعم نے وہ کاغذ لیلیا اور لفظ رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ کر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ان تمھیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آئیگا [۵۱]

خصائص امام نسائی میں ہے۔

قال صلعم اما ان لك مثلها ستاتيها مضطهدا

آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ عنقریب تمکو بھی ویسا ہی کرنا پڑیگا [۵۲]

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اُمّی تھے اور لکھنے پڑھنے سے فارغ تھے اس لیے ابن اثیر مورخ اور امام مسلم محدث وغیرہ کے اس قول کے متعلق کہ آپنے خود محمد بن عبد اللہ لکھدیا علما میں بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں اور شرح زرقانی میں مفصل مرقوم ہیں شبلی صاحب نے اسکے متعلق جو رائے قائم کی ہے ہمکو اس سے اتفاق ہے وہ لکھتے ہیں۔

---

۵۱ اسی ایک واقعہ سے حضرت عمر کی معرفت رسولؐ اور حضرت علیؑ کی تصدیق رسالت کی حقیقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ مولف عفی عنہ

۵۲ جس معاملہ کی طرف جناب مخبر صادقؐ نے حضرت علی سے پیشین گوئی فرمائی وہ جنگ صفین کا صلحنامہ ہے جو تحکیم کے وقت معاویہ اور حضرت علی کے مابین لکھا جاتا تھا اسوقت بھی آپکی امارت کے اقرار کی نسبت ایسا ہی عذر پیش کیا گیا تھا تاریخ ابو الفدا میں ہے فقال عمرو بن عاص هو اميركم واما اميرنا فلا عمر عاص بولا علی تمھارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں فاجاب علی ومعاه وقال الله اكبر مثل بمثل والسنة والله اني لكاتب رسول الله يوم الحديبية فكتبت محمد رسول الله فقالوا لست برسول الله فامرني رسول الله بمحوه حضرت علی نے کتابت کے وقت امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا اور کہا اللہ اکبر یہ معاملہ تو مطابق سنت نبوی ہے جسکی خبر مخبر صادقؐ نے دی تھی جبکہ صلحنامہ حدیبیہ میں محمد رسول اللہ لکھا تو آپنے بھی لفظ رسول اللہ کے متعلق ایسا ہی قیل و قال کیا اور آپنے خود وہ لفظ لیکر لفظ رسول اللہ کو محو کر دیا۔ تفصیل کیلیے دیکھو تاریخ احمدی صب ۱۸۵ وغیرہم۔

آنحضرت صلعم کو لکھنا نہیں آتا تھا اس بنا پر آپکو اُمّی کہتے تھے۔ یہ واقعہ جہاں مسلم میں منقول ہے وہاں لکھا ہے کہ آپنے رسول اللہ کا لفظ مٹا کر ابن عبداللہ لکھدیا بخاری میں یہ واقعہ چونکہ عام روایت کے خلاف ہے اسلیے ایک معرکۃ الآرا مباحثہ بن گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام روزمرہ جب نظر سے گزرتا رہتا ہے تو ناخواندہ شخص بھی اپنے نام سے حرف آشنا ہوجاتا ہے اس سے اسکی اُمیت میں فرق نہیں آتا۔ بے شبہ اُمّی ہونا آپکا فخر ہے اور خود قرآن مجید میں یہ وصف شرف و عزت کے موقع پر استعمال ہوا ہے الذین یتبعون النبی الامی وہ لوگ، جو نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں۔

شرائط صلح صلح کی یہ شرطیں قائم ہوئیں۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یامن فیھن الناس ویکف بعضھم عن بعض (۲) علی من اتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیہ ردہ علیھم ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوہ علیہ (۳) وان بیننا عیبۃ مکفوفۃ وانہ لا اسلال ولا اغلال (۴) وانہ من احب ان یدخل فی عقد محمد وعھدہ فدخل فیہ وانہ من احب ان یدخل فی عقد قریش وعھدھم دخل فیہ (۵) فانک ترجع عنا عامک فلا تدخل علینا مکۃ (۶) اذا کان عام قابل خرجنا عنک فدخلتھا باصحابک فاقمت بھا ثلاثا معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لا یدخلھا بغیرھا۔ ہشام ص ۱۸۰ ج ۲ طبری ۱۵۴۷

(۱) جانبین سے دس برس تک جنگ و قتال نہوا اور طرفین امن و امان سے رہیں اور ایک دوسرے پر ہاتھ نہ اٹھایا جاوے (۲) قریش کا جو شخص اپنے ولی کی بلا اجازت محمد صلعم سے جا کر مل جائے تو وہ واپس کیا جاویگا لیکن اگر محمد صلعم کا آدمی (مسلمان) مکہ میں آکر قریش کے پاس چلا آوے تو وہ واپس نہیں کیا جاویگا (۳) جانبین سے کوئی اپنی مطلب برآری کیلیے چوری اور رشوت ستانی کے عیوب عمل میں نہیں لائیگا (۴) قبائل عرب کو اختیار ہے جو چاہے محمد صلعم کی بیعت میں آکر انکا ہم معاہد ہو اور جو چاہے قریش کا تابع اور شریک حال ہو طرفین کو اسمین کلام نہ ہوگا (۵) مسلمان اسسال بغیر زیارت کعبہ بجالائے واپس جائیں (۶) سال آیندہ آئیں لیکن تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نکریں، ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلواریں لائیں وہ بھی نیام کے اندر۔

معاہدۂ صلح سے مسلمانوں کی ناراضی صلح لکھکر مرتب ہوگئی لیکن اکثر مسلمان اس سے راضی نہوسے وہ اس صلح کو اسلام کی توہین سمجھتے تھے ابن ہشام لکھتے ہیں

وقد کان اصحاب رسول اللہ صلعم خرجوا وھم لا یشکون فی الفتح الرؤیا اراھا رسول اللہ صلعم فی نفسہ دخل علی الناس من ذالک امر عظیم حتی کادوا یھلکون

مسلمان جب مدینہ سے مکہ کی طرف چلے تھے تو انکو جناب رسولخدا کی خواب کے مطابق اپنی فتح کا پورا یقین تھا لیکن ان معاملات کی وجہ (امر صلح) سے ایک امر شاق، عظیم میں مبتلا ہوگئے تھے اور قریب بہلاکت پہونچ گئے تھے۔

اس امر عظیم کی ابتدا حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

ہر کس از قریش بے اذن ولی خویش پیش محمد بیاید او را بایشان باز فرستند وہر مسلمان کہ نزد قریش رود ایشان باز نفرستند

اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی کی اجازت بغیر محمد صلعم کے پاس سے تو واپس کردیا جاوے اور اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آوے تو واپس

مسلمانان ازین شرط تعجب کردند و گفتند سبحان اللہ چگونہ
باز فرستیم کسے را کہ مسلمان آمدہ باشد و در روایتے آنکہ چون
سہیل ذکر این شرط نمود حضرت صلعم فرمود چنین باشد
حضرت عمر گفت یا رسول اللہ صلعم آیا بر این شرط راضی
می شوی۔ آن سرور تبسم نمود و گفت ہر کہ از ایشان نزد
ما مسلمان آید و ما او را باز گردانیم خداوند تعالیٰ او را فرجے
و مخرجے روزی گرداند و ہر کہ از ما اعراض نماید و بسوے
کفار رود مارا با او کارے نیست بلکہ وے
بمصاحبت کفار سزاوار است۔

ص ۳۵۷۔ لکھنؤ۔

نہ کیا جائے مسلمانون کو اس شرط پر سخت تعجب ہوا اور کہنے لگے سبحان اللہ
ہم کیونکر اس شخص کو واپس کرین گے جو بذات خاص مسلمان ہو چکا ہو
ایک روایت مین وارد ہے کہ جب اس شرط کو سہیل نے آنحضرت صلعم کی
خدمت مین عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ہان یہ شرط رکھی جائے حضرت عمر نے
عرض کی یا رسول اللہ صلعم کیا آپ اس شرط پر راضی ہو گئے آپنے تبسم
فرمایا اور کہا جو شخص انکا ہماری طرف آجائیگا اور ہم اسکو پھر انھین
واپس دینگے تو خدائے سبحانہ تعالیٰ اس کیلیے کشایش و خلاصی کے
سامان و اسباب عطا فرمائیگا اور جو شخص کہ ہم سے جدا ہو کر انکے
پاس جائیگا ہمکو اس سے کوئی کام نہین ہے اسلیے کہ وہ کفار ہی کی صحبت
کے قابل ہے۔

اسلام کی عدالت اور کفار کی شقاوت کی بےنظیر مثال

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ باتفاق جمہور محدثین و مورخین ابوجندل کا، رجو اسی سہیل بن عمر موجودہ سفیر قریش کا بیٹا تھا۔ دردناک واقعہ پیش آیا ہم اسکے پورے واقعہ کو شبلی صاحب کے الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

یہ شرطین بظاہر مسلمانون کے سخت خلاف تھین۔ اتفاق یہ کہ عین اسیوقت جسوقت معاہدہ لکھا جا رہا تھا سہیل کے صاحبزادے ابوجندل جو اسلام لا چکے تھے اور مکہ مین کافرون نے انھین قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتین دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤن مین بیڑیان پہنے ہوئے آئے اور آپکے پاؤن پر گر پڑے سہیل نے کہا محمد صلعم صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے اس ابوجندل کو شرایط صلح کے موافق مجھکو واپس دیدو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابھی معاہدہ قلمبند نہین ہو چکا سہیل نے کہا تو صلح ہمکو منظور نہین۔ آنحضرت صلعم نے کہا تو اچھا انکو یہین رہنے دو سہیل نے نامنظور کیا۔ آپنے چند دفعہ اصرار فرمایا۔ لیکن سہیل کسی طرح راضی نہوا مجبورًا آنحضرت صلعم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ابوجندل کو کافرون نے اسقدر مارا تھا کہ اسکے جسم پر نشان تھے۔ مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے اور کہا۔ برادران اسلام۔ کیا پھر مجھکو اسی حالت مین دیکھنا چاہتے ہو مین اسلام لا چکا ہون کیا پھر مجھکو کافرون کے ہاتھ مین دیتے ہو۔ تمام مسلمان تڑپ اٹھے حضرت عمر ضبط نکر سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ پیغمبر برحق نہین ہین آپنے فرمایا۔ ہان ہون حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر نہین ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ ہان حق پر ہو حضرت عمر نے کہا تو پھر دین مین یہ ذلت کیون گوارا کرین آپنے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہین کر سکتا خدا میری مدد کریگا حضرت عمر نے کہا کیا آپنے یہ نہین فرمایا تھا کہ ہم لوگ

کعبہ کا طواف کرینگے۔ آپ نے فرمایا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کرینگے حضرت عمر اٹھکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ اور وہی گفتگو ہوئی حضرت ابوبکر نے کہا وہ پیغمبر خدا ہیں۔ جو کرتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کرتے ہیں حضرت عمر کو اپنے ان گستاخانہ معترضات کا جو بے اختیاری میں ان سے سرزد ہوئیں۔ تمام عمر سخت رنج رہا اور اسکے کفارہ کے لیے انھوں نے نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے خیرات کی۔ غلام آزاد کیے۔ بخاری میں اگرچہ ان اعمال کا ذکر اجمالاً ہے لیکن ابن اسحق نے تفصیل سے یہ تمام باتیں گنائی ہیں۔ اس حالت کا گوارا کرنا صحابی کی اطاعت شعاری کا سخت خطرناک امتحان تھا ایک طرف (ظاہر میں) اسلام کی توہین ہو۔ ابوجندل بیڑیاں پہنے ہوئے جان نثاران اسلام سے استغاثہ کرتے ہیں سب کے دل جوش سے لبریز ہیں اور اگر ذرا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایما ہو جائے تو تلوار فیصلہ قاطع کے لیے موجود ہے۔ دوسری طرف معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں اور ایفائے عہد کی ذمہ داری ہے۔ سیرۃ النبی ج ا ص ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے ابوجندل کے معاملہ میں جان نثاران اسلام کی پرجوشی مگر تدبیر و تجویز رسالت کی وجہ سے ضبط و خاموشی جو کچھ لکھی ہے وہ صحیح اور فی الواقع ہے لیکن بخلاف تمام مسلمانوں کے حضرت عمر اسوقت بھی ضبط نکر سکے اور ابل پڑے جس طرح شرائط صلحنامہ کی تجویز کے وقت جامہ سے باہر ہو گئے تھے۔ ہم خود متعجب تھے کہ شبلی صاحب نے حدیث و تاریخ کے تمام ماخذوں کے خلاف حضرت عمر کے اختلاف رائے کے واقعہ کو شرائط صلح کے تجویز کیے جانیکے موقع پر کیوں نہ لکھا اب اسکا سبب معلوم ہوا۔ آپ نے گویا وہاں کا جوڑ یہاں لگایا ہے اور دو پیوند و نکا ایک پیوند بنایا ہے اسلیے کہ اختلاف کا واقعہ جہانتک ہو سکے تکرار سے بچے اور کمی وقوع کی طرف جھکے۔ مگر افسوس شبلی صاحب تاریخ و حدیث کے ماخذوں کو کیسے ڈھونڈالینگے۔ جو ہر ہر واقعہ کو اپنے وقت و مقام وقوع پر لکھکر بتاتے ہیں۔ دیکھیے آپ حضرت عمر کی مخالفانہ تقریر و گفتگو کو ابوجندل کے استغاثہ کے بعد کھینچ لاتے ہیں۔ حالانکہ اس موقع پر حضرت عمر نے کوئی تقریر ہی نہیں فرمائی بلکہ ایک دوسری ترکیب سے نظم صلح کو درہم و برہم کر دینا چاہا۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

عمر خطاب رضی اللہ عنہ از جائے خویش برجست و با ابوجندل
می رفت و میگفت صبر کن و ایشان مشرکانند و خون ایشان
خون سگ است و قبضہ شمشیر خود را بوی نزدیک فرا می داشت
و او را بسبیل تعریض و کنایت تحریض میکرد برآنکہ پدر را بکشد
و آن صلح را درہم بر زند و چنانکہ از عمر رضی اللہ عنہ منقول است
کہ گفت امیدوار بودم و توقع آن می داشتم کہ ابوجندل
شمشیر از من بگیرد و گردن پدر بزند و لکن وے بکشتن پدر خویش

عمر خطاب رضی اللہ عنہ استغاثہ ابوجندل کے وقت اپنے مقام سے
جست کرکے ابوجندل کے پاس گئے اور اس کے ساتھ ٹہل کر
باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے صبر کرو۔ یہ سب مشرک ہیں اور
ان سب کا خون کتے کے خون کے برابر ہے یہ کہتے جاتے تھے اور
اپنی تلوار کا قبضہ ابوجندل کے سامنے بڑھاتے جاتے تھے۔
یہ حرکات آپکی بغرض تعریض و بارادہ تحریص اس امر کے تھی
کہ ابوجندل اپنے باپ کو قتل کر دے اور یہ صلح درہم برہم

بخیلی نمود. ورد است آنکہ ابوجندل گفت اے عمر تو چرا این کار نمی کنی وچرا نمی کشی سہیل را. عمر جواب داد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرا از قتل نہی کردہ است ابوجندل گفت یا عمر تو احق نیستی بطاعت پیغمبر صلعم از من ص ۳۵۸ ۔	ہوجائے ۔ چنانچہ عمرؓ سے منقول ہے کہ مجھے امید تھی اور اس امر کی توقع تھی کہ ابوجندل مجھ سے میری تلوار لے لے اور اپنے باپ کو مار ڈالے لیکن اس نے اپنے باپ کے مارنے میں بخل کیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوجندل نے حضرت عمر سے رجوع کیا، کہا کہ آپ خود کیوں سہیل کو قتل نہیں کر ڈالتے حضرت عمر بولے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے قتل سے منع فرمایا ہے ۔

ابوجندل نے جواب دیا ۔ آپ اس امر میں مجھ سے زیادہ اطاعت رسولؐ کے مستحق نہیں ہیں ۔

قریب قریب یہی واقعہ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر میں بھی درج ہے ۔

آغاز ہی سے معاملات حدیبیہ میں حضرت عمر کی مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کسی طرح سے کم نہیں ہوتی تھی حالانکہ حضرت ابوبکر اور خاص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب قریب اپنے تمام ظنیات وقیاسات کو استفسار کر چکے تھے لیکن تاہم ابھی تک ۔ یہ برہمی مزاجی وہی تھی سبب یہ تھا کہ حکم رسالت کی موجودہ مصالح جو مآل عاقبت کار کے فواید و منافع پر کلیتہً مبنی تھے ۔ وہ ابھی تک آپکی سمجھ میں نہیں آئے تھے اسلیے کہ پیش نظر نہیں تھے اور جو کچھ پیش نظر تھا وہ بظاہر بالکل مخالف مدعا تھا اسی بنا پر ظاہری ناموزونیت اور غیر مناسبت دخل قیاس کی جرأت دلاتی تھی اعتراض کراتی تھی اور اختلاف کی راہیں بتلاتی تھی۔ اور حضرت عمر بھی اپنی غایت خوش فہمی سے اپنی مقدار عقل اور بساط فہم کو اسرار قدرت کا ہمراز سمجھتے تھے حالانکہ واللہ اعلم ان کنتم لا تعلمون (جن چیزوں کو تم نہیں جان سکتے خدا انکو پورے طور سے جانتا ہے) کی نص صریح پیش نظر تھی ۔

جناب رسول خداؐ اور ابوجندل کو صبر و تحمل کی ہدایت

حضرت عمر کی مخالفت والے جملہ معترضہ کو تمام کرکے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اتنا معلوم ہوچکا ہے کہ ابوجندل کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تجویزیں پیش کیں ان میں سے ایک کو بھی سہیل نے منظور نہیں کیا ۔ باپ کا بیٹے کی طرف سے ایسا دل پتھر کر لینا صرف مخالفت اسلام کی وجہ سے تھا اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کفار قریش کے دلوں میں کس عصبیت اور تعصب کے ساتھ اسلام کی مخالفت جاگزین تھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالآخر مجبور ہو کر نگاہ حسرت آلود سے ابوجندل کی طرف دیکھا اور راضی برضائے الٰہی رہنے کیلیے اسکو ذیل کے الفاظ میں تعلیم و ہدایت فرمائی ۔

یا ابا جندل اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا ومخرجا انا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدر بھم (ابن ہشام ص ۱)	اے ابا جندل ضبط و صبر سے کام لو ۔ خدا تمھارے لیے اور نیز ان مظلوموں کیلیے جو تمھارے ہمراہ ہیں سہولیت و تخلصی کی راہ ضرور نکالے گا ہم چونکہ ان لوگوں سے صلح کر چکے اسلیے خلاف ورزی نہیں کر سکتے ۔

صلحنامہ پر جانبین سے دستخط ہوگئے اور سہیل صلحنامہ لیکر مکہ کی طرف واپس گیا ۔

حضرت عمر کی مخالفت رائے کا اثر
حکم رسولؐ سے صحابہ کی سرتابی

ان تمام امور سے فراغت ہوچکی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہل اسلام کو مخاطب کرکے حکم عام دیا۔

قوموا فانحروا ثم احلقوا قال (الراوی)
فواللہ ما قام منهم رجل حتی قال ذلک ثلاث
مرات فلما لم یقم منهم احد فدخل علی ام سلمۃ
فذکر لها مالقی من الناس فقالت لہ ام سلمۃ
یا نبی اللہ اتحب ذلک اخرج لا تکلم احدا منهم
کلمۃ حتی تنحر بدنتک وتدعو حالقک فیحلقک
فقام فخرج فلم یکلم احدا منهم کلمۃ حتی فعل
ذلک نحر بدنتہ ودعا حالقہ فحلقہ فلما
راوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق
حتی کاد بعضهم یقتل بعضا غمّا۔
(طبری ص ۱۵۵۰)

سب کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی اپنی قربانیاں کرو۔ پھر سر منڈواؤ۔ راوی حدیث
کا بیان ہے کہ مسلمانون سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔ یہانتک کہ آپنے
اس حکم کو تین مرتبہ دُہرایا لیکن تاہم کوئی شخص تعمیل حکم کیلیے باہر نہ نکلا۔ یہ
دیکھکر آپ حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ مین تشریف لے گئے اور صحابہ سے جو کچھ
پیش آیا تھا دُہرا دیا۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ اگر آپ یہ
امور بجالایا جانا چاہتے ہین تو باہر تشریف لیجائین۔ ان لوگون سے ایک لفظ
بھی اسکے متعلق نہ کہین۔ یہانتک کہ آپ خود اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر
کرلین سر منڈالین۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً
باہر تشریف لائے اور اپنے شتران قربانی کو ذبح فرمایا حجام کو بلاکر اصلاح
فرمائی جب مسلمانون نے آپکو قربانی کرتے دیکھ لیا تو اپنی قربانیان بھی کین اور
بعض نے سر بھی منڈ دائے۔

صحابہ کی یہ سرتابی آنحضرت صلعم کو بہت بُری معلوم ہوئی۔ اور آپ بہت رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوئے۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ مین لکھتے ہین۔

حضرت عمر سے عتاب آمیز خطاب

بعد ازان روبعمر آورد وگفت
شمارا فراموش شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ
بودید ومن شمارا میخواندم وہیچ یکی را از شما بمن مجال
التفات نبود فراموش کردید روز احزاب را کہ
دشمنان از اعلی واسفل متوجہ بودند وآنچہ وعدہ
حق تعالی بود بانجاز پیوست وبعد ازان یک یک واقعہ
الطاف الہی وانجاز وعدہ بود۔ بیاد یاران آورد
وہمہ را در مقام انصاف گفتند ہرچہ خدا ورسولؐ
او فرماید راست است ص ۱۹۶۔

دسلسلہ گفتگو مین پھر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا
کہ کیا تم لوگ وہ دن بھول گئے کہ جنگ احد مین تم سب بھاگے جاتے تھے اور
مین تمکو اپنے پاس بلاتا تھا اور تم مین سے کوئی میرے پاس نہین آتا تھا۔ اسیطرح
تم جنگ خندق کے دن کو بھی بھول گئے کہ دشمن مدینہ کے بالائی اور زیرین حصہ سے
تم پر ٹوٹ پڑے تھے اور خدا تعالی نے اسدن بھی اپنے اُس وعدہ کو جو تم سے کیا تھا
پورا کر دیا۔ اسیطرح آپنے ایک ایک کرکے ان تمام واقعات کو یاد دلایا جنمین خداے عالم
نے مسلمانون کے ساتھ عطایاے الطاف اور ایفاے وعدہ فرمائے تھے۔ تمام صحابہ نے
حقیقت حال سنکر بطریق انصاف جواب دیا کہ جو کچھ خدا ورسولؐ نے ارشاد کیا
وہ سب صحیح و درست ہے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی اور رنجیدگی کی یہی حالت روانگی کے وقت تک قائم رہی

طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال حلق رجال یوم الحدیبیۃ وقصر آخرون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین یارسول اللہ قال والمقصرین قالوا یارسول اللہ فلم ظاہرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانھم لم یشکوا۔ ص ۱۵۵۰

ابن عباس سے منقول ہے کہ حدیبیہ میں پہلے لوگوں نے سر منڈوایا پیچھے لوگوں نے بال کتروائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پروردگار تو سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانیوالوں پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالوں پر خدا رحم فرما۔ لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانے والوں پر آپنے فرمایا سر منڈوانیوالوں پر خدا رحم فرما لوگوں نے پوچھا اور بال کتروانیوالوں پر آپنے فرمایا بال کتروانیوالوں پر بھی پھر لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ آپنے سر منڈوانیوالوں کو بال کتروانے والوں پر ترجیح دی۔ فرمایا اسلیئے کہ انھوں نے شک نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ نے حدیبیہ سے جمعیت مسلمین کے ہمراہ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

نزول آیہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

صلح کے بعد تین دن تک آپنے حدیبیہ میں قیام فرمایا پھر روانہ ہوئے تو راہ میں یہ سورت اتری۔

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ہم نے تجھکو کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔ تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھے ہوئے تھے خدا نے اسکو فتح کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا فتح ہے ارشاد ہوا کہ ہاں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو تسکین ہوگئی اور مطمئن ہوگئے نتائج مابعد نے اس راز سربستہ کی عقدہ کشائی کی ۳۳۶۔

شبلی صاحب نے اپنے خاص طریقہ اختصار کی شان میں مناسبت موضع کے اعتبار سے اس واقعہ کو زیب قلم فرمایا ہے لیکن اکثر محدثین نے اسکی حقیقت کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے انہیں سے ہم محدث شیرازی کی عبارت ذیل میں پیش کرتے ہیں

بصحت پیوستہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حدیبیہ مراجعت نمود شبے از شبہا در راہ منزل ضجنان عمر خطاب رضی اللہ عنہ با حضرت رسالت پناہ

روایت صحیحہ میں ہے کہ جب پیغمبر خدا صلعم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں منزل ضجنان میں شب کے وقت حضرت عمر آپ کے ہمراہ ہو لیے تین بار متواتر انھوں نے کسی شے کی نسبت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا۔

لے دوران بیان میں ہم برابر متواتر اسانید سے دکھلاتے آئے ہیں کہ تعلیم و تنبیہ اور تبلیغ و تاکید کے تمام موقعوں پر حضرت عمر سے خطاب فرمایا گیا ہو چنانچہ شبلی صاحب نے آخر خطاب کا خود لکھکر اعتراف فرما لیا اور تا نزول آیہ انا فتحنا۔ حضرت عمر کو اپنے شک پر مصر رہنے کا اقرار کرلیا۔ المولف عفی عنہ

علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہمراہ است. دو از روی سہ نوبت چیزی پرسید و ہیچ جواب نشنید. مرویست از عمرؓ کہ گفت باخود خطاب کردم کہ ثکلتک الامک مبالغہ نمودی سہ بار و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب تو نداد پس شتر خود را تیز راندم و پیش پیش لشکر می رفتم و ترسان بودم کہ مبادا در شان من قرآن نازل شود و بعد از لحظہ شنیدم کہ شخصی فریاد میکرد و مرا میخواند کہ ترا رسول خدا میطلبد. آن ترس بر من زیادہ شد پس بنزد آنسرور رفتم و سلام کردم جواب من داد و گفت با من سخن کردی و جوابت ندادم زیرا کہ بسمع وحی مشغول بودم انیست بر من سورۂ نازل شدہ کہ دوستر میدارم از آنچہ آفتاب بر آن طالع میشود. بعد از ان سورۂ کریمہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً بخواند و یاران را تہنیت گفت و اصحاب نیز اورا مبارک باد گفتند و نزد مفسران مراد از فتح مبین صلح حدیبیہ است ص ۳۶۱

لیکن تینوں بار کوئی جواب نہ پایا حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھکو جواب نہ ملنے سے اسقدر صدمہ ہوا کہ میں نے اپنے نفس کو یوں مخاطب کرکے کہ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔ کہا کہ میں نے بمبالغہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور میں عرض مدعا کیا اور کوئی جواب نہ پایا۔ یہ کہکر حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو تازیانہ مارکر تیز کیا اور تمام لشکر کے آگے کر لیا اور سب آگے آگے چلا اور اپنے دل میں برابر یہی خوف کرتا جاتا تھا کہ مبادا کوئی حکم قرآن میرے خلاف میں نازل ہوگا اسی اثنا میں کسی شخص نے پیچھے سے مجھے یہ کہکر پکارا کہ عمرؓ تمھیں جناب رسول خدا صلعم بلاتے ہیں یہ آواز سنکر میں فوراً لوٹا اور میرا خوف زیادہ ہوگیا آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہونچا۔ سلام عرض کیا۔ آپنے جواب سلام دیکر مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ تم نے تین بار ایک بات مجھسے پوچھی لیکن میں نے تمھیں کوئی جواب نہ دیا اسلیے کہ میں وحی آلٰہی کی ساعت میں ہمہ تن مصروف تھا آج رات کو ایک ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ان تمام چیزوں سے جن پر آفتاب روشن ہوتا ہے عزیز تر ہے۔ اس کے بعد آپنے آیہ کریمہ انا فتحنا لک فتحا مبینًا تلاوت فرمایا اور تمام صحابہ کو بلاکر تہنیت دی اور صحابہ نے بھی آپکی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور مفسرین کے نزدیک فتح مبین سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔

ہم نے ان تمام واقعات کو اس تفصیل سے اسلیے لکھدیا ہے کہ واقعات و حالات سے تدبیر ربانی اور تجویز و قیاس انسانی کے امتیاز معلوم ہوتے ہیں جمعیت اسلام میں جیسا کہ واقعات بتلا رہے ہیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ہی نے صرف معاملات کی صورت ظاہری پر اعتبار کرکے اپنی سوء قیاسی و حقیقت ناشناسی سے مدعائے مشیت اور منشاء رسالت کے خلاف تصور فرمایا۔ خود جناب رسالتمآب صلعم اور حضرت ابوبکرؓ سے استفسار بھی فرما چکے اور جواب بھی پا چکے لیکن تاہم آپکے شکوک و شبہات کا ازالہ نہیں ہوا۔ ان کے ایک شبہ نے جیسا کہ ہم واقعات مرقومۂ بالا سے اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ قریب قریب تمام لشکر اسلام کی عقیدت کو متزلزل کر دیا اور اس شدت کے ساتھ کہ صدور حکم قربانی وغیرہ کے وقت تقریبًا سب لوگ سرتابی و عدول حکمی پر آمادہ ہوگئے۔ اور بالآخر جناب ام سلمہؓ کی صلاح سے حضرت رسول خدا کو۔ کمال غیظ و غضب میں تنہا اپنے قربانی کے اونٹوں کو نحر فرمانے۔ اپنے سر مبارک کی اصلاح نہ ہونے کی مثال قائم فرماتی ہوئی غیرا خدا کرکے جب چاکر

مسلمانون کو اتنی توفیق ہوئی کہ انھون نے رسول اللہ صلعم کو قربانی کرتا ہوا دیکھکر اپنی اپنی قربانیان تو کردین مگر سر منڈوانیکے وقت کتنون نے سر منڈا لیے اور کتنون نے صرف بال کتروا لیے یہ تخفیف حکم بھی طبع رسالت کے ناگوار ہوئی۔ اور بار بار کے اصرار پر بھی آپنے دعائے رحمت مین مقصرین کو شامل نہ فرمایا۔ اور تیسری بار کی الحاح و زاری کے بعد والمقصرین کو دعاے مبارک مین شامل فرمایا بھی تو یہ یاد دلاکر اور بتلا کر کہ محلقین (سر منڈوانے والے) الزام شک سے بری ہین اور مقصرین (بال کتروانے والے) شک و شبہہ کے ارتکاب جرم مین داخل ہین۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام اہل اسلام کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً مخاطب کرکے خدا سبحانہ تعالیٰ کے وہ تمام احسانات و تفضلات یاد دلائے جو ان پر سخت سے سخت آفت و مصیبت کے مختلف و متواتر موقعون پر خاصکر مبذول فرمائے گئے تھے۔ اور پھر ان احسانات و تفضلات کے مقابلہ مین انکی احسان فراموشی و ناسپاسگذاری کے موجودہ طریقہ و انداز کو دکھلا کر انکو سخت عبرت و غیرت دلائی گئی جسپر تمام اہل اسلام کے مجمع نے آپکی خدمت بابرکت مین اپنے قصور کا اعتراف کرکے اپنی طرف سے ندامت و معذرت کا اقرار کیا جیسا کہ مدارج النبوۃ کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا۔ ان واقعات سے علوم رسالت کے یقینیات اور عقول صحابیت کے قیاسات و ظنیات کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے جبکی پیدا حضرت عمر کے ایسے تیز طبع اور سریع الفہم صحابہ سے ہوتی ہے۔

عورتین شرائط معاہدہ سے مستثنیٰ فرمائی گئیں –

شرائط صلحنامہ مین بیان ہوچکا ہے کہ جو شخص قریش مین سے مسلمانون کے پاس چلا جائے وہ واپس دیدیا جاے بخلاف اسکے جو شخص قریش کے پاس مسلمانون کا چلا جائے وہ واپس نہ دیا جائے۔ عورتین اس شرط سے بالکل مستثنیٰ تھین۔ اس صنف نازک کی نسبت جو حکم منصوص مخصوص طور پر نازل ہوا وہ یہ ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات مہجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن واتوھم ما انفقوا ولاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔

مسلمانو! جب تمھارے پاس عورتین ہجرت کرکے آئین تو تم انکو جانچ لو۔ خدا ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تمکو معلوم ہو کہ وہ حقیقتاً مسلمان ہین تو انکو کافرون کے ہان واپس نہ دو۔ نہ وہ عورتین کافرون کے قابل ہین اور نہ کافر ان عورتون کے قابل ہین۔ اور ان عورتون پر ان لوگون نے جو خرچ کیا ہو وہ تم انکو دیدو۔ اور تم ان سے خود شادی کرسکتے ہو بشرطیکہ ان کے مہر ادا کردو اور کافرہ عورتون کو اپنے عقد نکاح مین کبھی نہ رکھو۔

سیرۃ النبی جلد اول حصہ

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ ابن معیط کا واقعہ پیش آیا۔ قبیل سے اسلام لاچکی تھین صلح کے بعد

مکہ سے مدینہ چلی آئین۔ اُن کے دونو بھائی عمارہ اور ولید اُن کی واپسی کی غرض سے مدینہ پہونچے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط صلحنامہ کے مطابق واپس نہ دیا۔ اسیطرح جن صحابہ کی عورتین ابھی تک مکہ مین مقیم تھین اور وہ اسلام سے محروم تھین صحابہ نے انھین طلاق دیکر اُن سے دائمی مفارقت اختیار کر لی۔

صلح حدیبیہ کے مفید اثر اور فاتحانہ نتائج

ع خدا کی بات خدا کی قسم خدا جانے۔ ابھی صلحنامہ کی تحریر کے کئی دن ہوئے تھے تحریر صلحنامہ تعیین شرائط کے وقت۔ کفار قریش کی مخالفانہ شدت۔ مخاصمانہ عصبیت۔ اسلام سے قطعی نفرت تحکمانہ اظہار زور و قوت نے کیسے خوفناک اور دہشت انگیز منظر پیش کئے تھے۔ اور اُنکی سوقت کے انداز سے کوئی ظاہر بین یہ رائے قائم نہین کرسکتا تھا کہ یہ سرکش اور مغرور قوم اسلام کے آگے کبھی اپنا سر نیچا کرے گی یا ایسے اور اپنے سخت شرائط صلح لکھوانیکے بعد بھی کسی وقت و موقع پر مشرکین مکہ اور متمردین قریش کو اہل اسلام کے پاس ملتجی بنکر جانیکی ضرورت اور مجبوری ہوگی۔ ان حق فراموشون نے تو اپنے انسانی غور و خوض فکر و تامل و تفہم و تعقل کی امکانی قوت کے مطابق ایسی شرطین لکھوائی تھین کہ ان تمام معاملات مین انکو مسلمانون پر قابو اور دسترس حاصل ہے اور اُن کے مقابلہ مین اہل اسلام مغلوب ضعیف اور اُن کے زیر اثر و دست نگر بنے رہین۔

لیکن بالآخر تھین تو یہ تمام انسانی تدبیرین جو زیادہ سے زیادہ انسانی تخیلات و تصورات کے دائرون تک محدود تھین پھر اُنکے استقرار و استمرار کا اعتبار کیا۔ ان کوتہ بینون کو تقدیر ربانی اور اسرار روحانی کی کیا خبر تھی کہ خدا کا نظام جبروت اس مین کیا انقلابات پیدا کرے گا صلحنامہ کے چند ہی روز ہونگے بعد مغروران قریش کی سرکوبی تنبیہ۔ خجالت اور پشیمانی کے جو اسباب بارگاہ مسبب الاسباب سے فراہم ہوئے انکی تفصیل ذیل مین قلمبند ہے۔

ابوجندل کی مصیبتناک داستان اوپر بیان ہو چکی ہے محدث شیرازی اُس مین اتنا اور اضافہ فرماتے ہین کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ صلح سے مجبور ہوکر اور بہدایت ضبط و صبر فرما کر اسکو بیدرد باپ کے حوالے کر دیا تو وہ شقی القلب اسکو لیکر اُٹھا۔ سامنے والے ببول کی ایک شاخ توڑ لی اور اسی خاردار شاخ سے بیٹے کو مارتا ہوا مکہ لے گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۸۵۳۔

ابوجندل کی تبلیغ دین اور مخلصی

مدبر قدرت نے اس مظلوم اور مجبور مسلمان قیدی ابوجندل سے تبلیغ و تعلیم اسلام کا جس آسانی سے کام لیا اور جس سہولت سے اُس (ابوجندل) کی نجات و مخلصی کا سامان فراہم فرمایا وہ اسکی تدبیر قدرت کی خاص مثال ثابت ہوتا ہے۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

ابوجندل نے قید خانہ مکہ مین بیٹھکر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ جو کوئی اسکی نگرانی پر مامور ہوتا تھا

اُسے توحید کی خوبیاں سُناتا ۔ اللہ کی عظمت وجلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور عزم میں کامیاب ہوجاتا تھا اور وہ شخص زنگران مجلس مسلمان ہوجاتا تھا قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کردیتے اب یہ دونوں ملکر تبلیغ کا کام اُسی قیدخانہ میں کرتے الغرض اسی طرح پر ایک ابوجندل کے قید ہوکر مکہ پہونچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر تین سو اشخاص ایمان لائے۔

رحمۃ العالمین ص ۲۴۰ ۔

عتبہ ابن اسید کا واقعہ ابوجندل کے ایسے اکثر بے یار و مددگار مسلمان مکہ میں گرفتار تھے اور شب و روز ظالمان قریش کے ہاتھوں ناقابل برداشت مصائب اٹھا رہے تھے آخر صبر وتحمل کی تاب وطاقت کہاں تک ۔ وقت اور موقع پاکر ان میں اکثر ادہر اودہر نکلجاتے تھے ۔ اُن میں عتبہ ابن اسید جن کی کنیت ابوبصیر تھی ۔ مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں چلے آئے قریش کو خبر ہوئی ۔ دو آدمی اُن کے پکڑنے کو آئے ۔ ابوبصیر بلائے گئے اور بارگاہ رسالت سے فوراً واپس جانے کا حکم ہوا ۔ ان ہذا رسولؐ صادق امینؐ ۔ عتبہ نے عرض کی حضور ہمیں پھر کافروں میں بھیجے دیتے ہیں کہ وہ ہمیں کافر بنالیں ۔ ارشاد ہوا خدائے مسبب الاسباب تمہاری نجات ومخلصی کا راستہ نکال دیگا ۔ ابوبصیر مجبور ہوکر اپنے دونوں کافر رفیقوں کے ساتھ مدینہ سے مکہ واپس ہوئے منزل ذوالحلیفہ میں پہونچکر اپنے دو نو محافظوں سے ایک کو موقع پاکر مار ڈالا ۔ دوسرا شخص جو بچ رہا تھا اُس نے مدینہ میں جاکر جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں روئداد عرض کردی ۔ اسکے پیچھے ابوبصیر بھی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور نے اپنے عہد کو پورا کردیا ۔ آپ بری الذمہ ہیں ۔ اب جو الزام ہے وہ مجھپر ہیں مدینہ میں بھی نہیں رہنے کا ۔ یہ کہا اور اُسی وقت مدینہ سے چلے گئے ۔ اور مقام عیص میں ۔ جو سمندر کے ساحل پر ذو مروہ کے قریب ہے سکونت اختیار کی ۔

اب سُنئے جب عیص میں ابوبصیر کی سکونت کی خبر معلوم ہوئی تو باقیماندہ مقیدین اسلام جو مکہ میں بڑے کفار قریش کی مصیبتیں جھیل رہے تھے ۔ ایک ایک کرکے موقع اور وقت سے بھاگ کر اُنکے پاس پناہ گزین ہونے لگے یہانتک کہ اُن کے پاس تھوڑے ہی دنوں میں ایک معتدبہ جماعت ہوگئی اور پھر تو رفتہ رفتہ اُنمیں اتنی قوت آگئی کہ مکہ سے آنے والے قافلہائے تجارت کو سرراہ روک لینے لگے اور اس روک میں اسباب قافلہ بھی انکو جو کچھ دستیاب ہوجاتا تھا وہی اُنکے آذوقہ اور مدد معاش کے لیے کافی ہوتا تھا ۔ قریش ساحل کے مقامات وحالات سے واقف بھی نہیں تھے جو اُن کے معاملات کی کوئی انسداد واصلاح کی فکر کرتے ۔

بالآخر قریش نے عاجز اور تنگ ہوکر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے آدمی بھیجے

اور بڑی منت و عاجزی سے گزارش کی کہ صلحنامہ سے ازراہِ لطف یہ شرط خارج کردیجائے اور اب جو مسلمان چاہے مکہ سے بلاخوف وہراس اور بغیر عذر و کلام مدینہ مین جاکر مقیم ہو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کیا عذر تھا۔ فوراً منظور ہو گیا۔

مسلم مقیدین قریش و محصورین مکہ کی رہائی ابوبصیر کی آخری سرگزشت

اسی وقت تمام مسلم مقیدین کو مدینہ مین واپسی کا حکم عام لکھکر بھیجدیا گیا۔ ابوبصیر کو بھی اطلاع دیدی گئی۔ محدث شیرازی لکھتے ہین کہ جسوقت یہ نامہ مبارک عیص مین پہونچا۔ غریب ابوبصیر بر عالم نزع طاری تھا۔ ابوجندل جو مکہ سے آکر انھین کے پاس مقیم تھے۔ سرہانے تیمارداری کررہے تھے۔ ابوبصیر کے کان مین چلاکر نامۂ مقدس کی آمد کی بشارت دی ابوبصیر نے یہ مژدہ جان فزا سنکر آنکھین کھولدین اور ابوجندل کے ہاتھ سے نامۂ مبارک لیکر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی ابوجندل کا بیان ہے کہ ہم سب نے ملکر ابوبصیر کو دفن کردیا اور ایک مسجد وہان تعمیر کردی۔ پھر وہان سے ہملوگ مدینہ منورہ مین چلے آئے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۶۳۔

جب اتنے مشاہدات متواتر مسلمانون کی چشم ظاہر سے گزر چکے تب جاکر انکو صلح حدیبیہ کے فوائد مخفیہ کی حقیقت کا یقین ہوا۔ اور اسوقت یہ سمجھے کہ حقیقت مین وہ جس صلح کو اپنی شکست سمجھے تھے۔ وہ حقیقت مین انکی وہی فتح مبین تھی جسکو خود خدائے سبحانہ تعالیٰ وحی بھیجکر بتلا چکا تھا۔ صدق اللہ و رسولہ۔

وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم واللہ اعلم بما کنتم لا تعلمون

جو چیزین تم کروہ سمجھتے ہو وہ تمھارے حق مین بہتر نکلتی ہین اور خدا ان چیزون کو جنکو تم نہین جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

فتح مبین کی تفسیر مین محدث شیرازی لکھتے ہین۔

مراد از صلح حدیبیہ است و آنچہ در بعضی از اخبار وارد شدہ کہ اصحاب از حضرت پرسیدند افتح ہو و حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ سے[1] فرمود نعم مؤید این سخن است و صلح حدیبیہ را فتح خواند زیراکہ مقدمۂ فتوح بسیار و بواسطہ این صلح جمعے از مومنان کہ در مکہ بودند و ایمان خود را مخفی می داشتند سرگزار شدند و مسلمانان با کفار بر سبیل مجاہرہ مناظرہ

فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے بعض اخبار مین وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا یہ واقعی فتح ہوا حضرت عمر کا کلمہ مستفسرہ ہے[1] فرمایا ہان آپکا قول مبارک اسکا مؤید ہے۔ آپنے صلح حدیبیہ کو اس لیے فتح کہا کہ یہ صلح بہت سی فتوحات کی مقدمہ تھی اور اسکے ذریعہ سے بہت سے مسلمان جو اسوقت مکہ مین مقید تھے اور اپنے ایمان کو چھپاتے تھے بالکل آزاد ہوگئے اور مسلمان کفار کے ساتھ مجاہرہ اور مناظرہ کرنے پر پورے طور سے آزاد ہو گئے اور قرآن مجید

[1] کیا اس سے حکم تقیہ پر عمل صحابہ ثابت نہین ہے۔ مولف عفی عنہ۔

می نمودند و قرآن بر ایشان می خواندند و بآن سبب بسیارے از کفار مسلمان شدند۔

انکو سنانے لگے ۔ اور اس سبب سے بہت سے کفار مسلمان ہو گئے ۔

آخر میں محدث شیرازی تحریر فرماتے ہیں

در بعضے از تفاسیر وکتب اہل سیرت کہ در آن دو سال کہ صلح میان ایشان باقی بود چندان از کفار مسلمان گشتند کہ موازی بود بہ آنکہ قبل از صلح باسلام آمدہ بودند

بعض کتب تفسیر وسیرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو سال صلح کے زمانہ میں اس تعداد میں قریش (کفار) اتنے مسلمان ہوئے جتنے ابتک صلح سے پہلے اسلام لاچکے تھے ۔

شبلی صاحب بھی انھیں مضامین کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

اب تک مسلمان اور کفار باہم ملتے جلتے نہ تھے ۔ اب صلح کی وجہ سے آمد ورفت شروع ہوئی خاندانی و تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے ۔ باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا تھا ۔ اسکے ساتھ ہر مسلمان ۔ اخلاص حسن عمل نیکوکاری ۔ پاکیزہ اخلاقی کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے انکی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں ۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے ۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدۂ صلح سے لیکر فتح مکہ تک اسقدر لوگ کثرت سے اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے حضرت خالد (فاتح شام) اور عمرو ابن عاص (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کا یادگار ہے ۔ سیرۃ النبی ۴۲۷

صاحب رحمۃ العلمین اسکو زیادہ دلیل وتفصیل کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں ۔

صلح کا حقیقی فائدہ ۔ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین آمد ورفت کی روک ٹوک اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح انکو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے ذریعے ملے اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہیں ہوئے تھے ۔ معاہدۂ حدیبیہ کی شرط دوم کے رو سے مسلمان اس سال مکہ پہونچکر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے اسی سلئے اللہ کا رسول ﷺ دو ہزار صحابہ کو لیے مکہ میں پہونچا ۔ مکہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا لیکن خود گھروں میں قفل لگا کر کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے ۔ چلے گئے پہاڑ پر سے مسلمانوں کے حال کو دیکھتے رہے ۔ خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن تک عمرہ کے لیے مکہ میں ٹھہرا رہا ۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس گیا ۔ ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش ۔ سادہ اور سچے موثر طریق عبادت کا اور انکی عفت و دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہیں ہوا) عجیب اثر ہوا جس نے سیکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا ص ۲۴۱ ۔

ان مفید اور خوشگوار نتائج صلح کو دیکھکر اب تمام اہل اسلام کو یقین ہوگیا کہ وہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کی تفہیم سے کتنے دور تھے معاملۂ صلح کی صرف صورت ظاہری پر اعتبار کرکے جو شکوک اُن کے دلوں میں خطور کر رہے تھے اور جن پر وہ کسی قدر عمل پیرا بھی ہوگئے تھے ۔ وہ حالت حاضرہ میں اُن کے لیے کسقدر ندامت و خجالت کے باعث ثابت ہوے اور آیہ وافی ہدایہ ۔

عسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم	اکثر ایسی چیزیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو تمھارے حق میں اچھی نکل آتی ہیں
وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم والله	اور اکثر ایسی ہوتی ہیں جنھیں تم پسند کرتے ہو گر وہ تمھارے لیے بُری ہو جاتی
اعلم بما كنتم لا تعلمون	ہیں اور خدا اُن چیزوں کو جنھیں تم نہیں جانتے تم سے بہتر جانتا ہے۔

کے خطاب کے اصلی مخاطب بھی قرار پاگیے ۔

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

سلاطین ممالک اور رئیسان قبائل کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط

صلح حدیبیہ کے ان تمام منافع و فواید کے علاوہ جو کامل تفصیل و تشریح سے اوپر بیان ہو چکے ہیں ۔ ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہُوا کہ اس مصالحت کے ہوتے ہی اشاعت اسلام کے لیے جس طرح ملک کے اندرونی مقامات میں فتح الباب ہوگیا ۔ اُسی طرح تمام بیرونی ممالک میں اسکی اشاعت و اعلان کے راستے کھل گئے ۔

قریش کی مخالفت خفیہ سازشیں اور پوشیدہ ریشہ دوانیاں ابتک توسیع اسلام کی سدراہ ہو رہی تھیں ۔ اب اسلام بالکل آزاد تھا جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وما ارسلناك الا كافة للناس (اے رسولؐ ہم نے تمکو تمام دنیا کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے) کے حکم برحق کے موافق بیرونی ممالک کے غیر مسلم سلاطین اور غیر مسلم امیران قبائل کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھے اور صحابہ معتمدین میں سے حسب ذیل بزرگوار ان کو خطوط دیکر غیر اسلامی سلاطین و امراے قبائل کے درباروں میں عہدۂ سفارت پر روانہ فرمایا ۔

۱ ۔ دحیہ کلبی	قیصر روم	۴ ۔ عمرو بن اُمیہ الضمیری	نجاشی بادشاہ حبش
۲ ۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی	خسرو پرویز شہنشاہ ایران	۵ ۔ سلیط بن عمرو بن عبد شمس	رئوساے یمامہ
۳ ۔ حاطب بن ابی بلتعہ	عزیز مصر	۶ ۔ شجاع بن وہب الاسدی	رئیس حدود شام

صحابہ موصوفین تعمیل حکم کے لیے بسر و چشم حاضر تھے ۔ ان تمام سفراے اسلام کو رخصت کرتے وقت جو ہدایت فرمائی گئی ۔ وہ شبلی صاحب کے الفاظ میں یہ تھی ۔

ایّہا الناس ۔ خدا نے مجھکو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ دیکھو حواریون عیسیٰؑ کی طرح اختلاف

نکرنا۔ جاؤ۔ اور میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔

شبلی صاحب۔ پھر اشارۃً ان مین بات کر گئے۔ آپ کی کتاب کے پڑھنے والون کو یہ نہ معلوم ہوا کہ حواریون عیسٰی نے کیا اختلاف کیا تھا جس سے بچنے اور احتیاط کرنے کے لیے آپ اپنے اصحاب کو خاص طور پر ہدایت فرماتے ہین نہین معلوم اسکے بیان کر دینے مین کیا دشواری تھی۔ حالانکہ آپ طبری کی جس عبارت سے اس مضمون کو نقل کرتے ہین اُسی عبارت کے سلسلہ مین اسکی توجیہ بھی لکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ چاہتے تو اسے لکھ کر اپنے کلام کے موجودہ ابہام کو بہت آسانی سے رفع کر سکتے تھے۔ مگر آپنے نہین کیا۔ اور یہ کام مجھسے لیا۔

طبری اسی سلسلہ بیان مین لکھتے ہین۔

قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ	صحابہ نے عرض کی کہ وہ کیا اختلاف تھا جو ان سے سرزد ہوا۔ ارشاد
وسلم وکیف کان اختلافہم قال دعا الی مثل	فرمایا کہ حضرت عیسٰی نے انکو بھی ویسی ہی دعوت دینی دی تھی جیسی
ما دعوتکم الیہ فاما من قرب بہ فاحب	مین نے تملوگون کو دی ہے لیکن جبتک وہ لوگ حضرت عیسٰی
وسلم واما من بعد بہ فکرہ وابی	کے پاس رہے اسکے ساتھ خلوص و محبت بھی رکھا کیے اور اطاعت
فشکا ذلک منہم عیسی الی اللہ عز وجل فصبحوا	بھی کی لیکن جب اُن سے عیسٰی اسے دور چلے گئے۔ تو اس سے
من لیلتہم تلک وکل رجل منہم یلتنۃ	نفرت کرنے لگے۔ اور انکار کرنے لگے۔ ان کے امور کی شکایت
القوم الذین بعث الیہم فقال عیسی ھذا	حضرت عیسٰی نے خدا سے کی۔ پھر اسی رات کی صبح کو ان مین سے
امر قد عزم اللہ لکم علیہ	ہر شخص اس قوم کی زبان مین حضرت عیسٰی کے متعلق کلام کرنے لگا
فامضوا۔	جس قوم کی طرف وہ بھیجے گئے تھے حضرت عیسٰی نے کہا یہ امر جیسا
ص ۱۵۶۰	اُن کے لیے منجانب اللہ مقدر ہوچکا تھا بالآخر ویسا ہی ہو کر رہا۔

اس عبارت نے حواریون عیسٰی کے اختلاف کا انکشاف کر دیا اور بتلا دیا کہ حواریون کے اس اختلاف کی مثال دکھلا کر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو ثبات دینی اور غیر قومون کی اثر پذیری سے بچنے اور احتیاط قائم رکھنے کی تعلیم دی تھی اور تاکید کی تھی۔

دعوت اسلام کا خط قیصر روم کے نام

شاہان روم و فارس کی موجودہ اقتدار و عظمت کے اعتبار سے تمہیداً اتنا لکھدینا ضروری ہے کہ چند سال پیشتر ایرانیون نے رومیون کو شکست سخت پہونچائی تھی جسکا اشارہ قرآن مجید مین الم غلبت الروم مین موجود ہے۔ ہرقل موجودہ قیصر روم نے بعد چندے ایرانیون کو ہزیمت کامل پہونچا کر اپنے تمام نقصانات کا پورا معاوضہ لے لیا ان ایام مین کہ فرمان مبارک ہرقل کے نام صادر ہُوا وہ اپنے اس موجودہ فتح کی

ادائے شکرانہ کے لیے بیت المقدس مین جا کر مقیم تھا کہ دحیہ کلبی نامہ مقدس لیکر حارث غسانی کے پاس جو قیصر کی طرف سے علاقہ شام کا گورنر تھا اور بصرے مین جو آج کل حوران کے نام سے مشہور ہے اور اسوقت علاقہ شام کا دار السلطنت تھا مقیم تھا حارث نے وہ نامہ مبارک دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لیکر اپنے ایک معتمد خاص کی معرفت ہرقل قیصر روم کے پاس بیت المقدس مین بھجوا دیا۔ ہرقل کو جب نامہ مقدس ملا تو اس نے بڑا شاندار دربار کیا اور اپنے ہر طبقہ کے ملازمین و رعایا کو جمع کیا۔ خود لباس شاہی پہنکر تخت پر جلوس کیا اور تمام مسیحی پیشوایان مذہب اور عالمان دین کو حاضر رہنے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو چکے تو اس نے حکم دیا کہ اگر کوئی عرب بیت المقدس مین موجود ہو تو اسکو خدمت ترجمانی کے لیے حاضر کرو حسن اتفاق سے ابوسفیان تجار قریش کے ساتھ ان دنون بیت المقدس مین مقیم تھا۔ لوگ ابوسفیان کو دربار مین بلا لائے۔ نامہ مبارک کھولا گیا تو اسکی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم السلام علی من اتبع الھدی اما بعد اسلم تسلم واسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین وان تولیت فان اثم الاریسیین علیک۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کے نام سلامتی ان لوگون کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرتے ہین تم اسلام قبول کرو اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمہارا پروردگار تمھین دوہرے ثواب عطا فرمائے گا اور اگر تم نے ناتوجہی کی تو تم سے عذاب منکر کا مواخذہ لیا جائیگا۔

صحیح بخاری مین نامہ مقدس کی آخر عبارت کے بعد یہ آیہ قرآنی تحریر تھی۔

یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فاشھدوا بانا مسلمون

اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم مین اور تم مین یکسان ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجین اور ہم مین سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہین مانتے تو گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہین۔

قیصر کے دربار مین نامۂ مقدس

اس نامہ مبارک کی صاف اور بے لوث عبارت موعظت کو سنکر تمام مجمع حیرت مین آگیا۔ عیسائی پیشوایان مذہب اور عالمان دین نے طیش مین آکر سخت اظہار نفرت کیا لیکن قیصر پر انکی متعصبانہ مخالفت کا کوئی اثر نہوا۔ اس نے خط مبارک کو تخت پر رکھ لیا اور ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کرنے لگا۔ فیمابین یون گفتگو شروع ہوئی۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے۔

ابوسفیان - شریف ہے۔

قیصر - محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے اُنکے خاندان مین نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

ابوسفیان - نہین۔

قیصر - اُنکے خاندان مین کوئی بادشاہ گزرا ہے۔

ابوسفیان - نہین۔

قیصر - جن لوگون نے اُنکا دین اختیار کیا ہے وہ غریب مسکین ہین یا صاحب اثر و مقتدر۔

ابوسفیان - وہ سب مساکین و غربائے قوم ہین۔

قیصر - اُنکے پیرو بڑھتے جاتے ہین یا گھٹتے جاتے ہین۔

ابوسفیان - بڑھتے جاتے ہین۔

قیصر - کبھی تم لوگون کو اُس مدعی نبوت پر جھوٹ بولنے کا بھی علم و تجربہ ہوا ہے۔

ابوسفیان - کبھی نہین۔

قیصر - کبھی انھون نے تم سے بدعہدی اور پیمان شکنی کی ہے۔

ابوسفیان نہین کبھی نہین لیکن اب جو نیا معاہدہ صلح حدیبیہ ہوا ہے۔ دیکھین وہ قائم رہتا ہی یا نہین۔

قیصر - تم لوگون نے کبھی اُن سے جنگ کی ہے۔

ابوسفیان - ہان کی ہے۔

قیصر - نتیجہ جنگ کیا رہا ہے۔

ابوسفیان - کبھی ہم غالب آئے کبھی وہ۔

قیصر - اُسکی تعلیم کیا ہے۔

ابوسفیان - کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ نماز پڑھو۔ پاکدامنی اختیار کرو۔ سچ بولو صلہ رحم ادا کرو!! سیرۃ النبی

شبلی صاحب ۔ اس مکالمہ کی شرح و تفصیل مین لکھتے ہین -

اس گفتگو کے بعد قیصر نے مترجم کے ذریعہ سے کہا کہ تمنے اُسکو شریف النسب بتلایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانون سے ہوتے ہین تم نے کہا کہ اسکے خاندان مین کبھی اور نے نبوت کا دعویٰ نہین کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان مین کوئی بادشاہ نہین تھا۔ اگر ہوتا تو مین سمجھتا اسکو بادشاہت کی

ہوس ۔ ہے تم جانتے ہو اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ جو شخص کسی آدمی سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے تم کہتے ہو کہ کمزوروں نے اسکی پیروی کی ہے پیغمبروں کے ابتدائی پیرو غریب ہی لوگ ہوتے ہیں تم نے تسلیم کیا ہے کہ اس کا مذہب بڑھتا جاتا ہے سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہو تم تسلیم کرتے ہو کہ اس نے کبھی فریب نہیں کیا پیغمبر لوگ فریب نہیں کرتے تم کہتے ہو کہ وہ نماز تقوی اور عفاف کی ہدایت کرتا ہو ۔ اگر یہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اسکا قبضہ ہو جائے گا مجھکو یہ خیال تھا کہ ایک پیغمبر ضرور آنے والا ہو لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا میں اگر وہاں جاتا تو خود اسکے پاؤں دھوتا ۔

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہوئے تھے ۔ یہ دیکھ کر قیصر نے اہل عرب کو دربار سے ہٹوا دیا اور گو اس کے دل میں نور اسلام آچکا تھا لیکن تاج و تخت کی تاریکی میں وہ روشنی بجھکر رہگئی ۔ سیرۃ النبی صـ ۳۴۲ ۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ اسی روز سے میرے دل میں اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا یقین ہوگیا ۔ رحمۃ ۱۷۰ ۔

خسرو پرویز شاہ ایران کے نام خط مبارک

عبداللہ بن حذافۃ السہمی خسرو پرویز کے نام جو نامہ مقدس لے گئے تھے اسکی عبارت یہ تھی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس السلام علی من اتبع الہدی و آمن باللہ و رسولہ واشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد پیغمبر خدا کی طرف سے کسری شاہ فارس کے نام ۔ سلام ہے اس شخص کے لیے جو ہدایت کا پیرو اور خدا و پیغمبر خدا پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے مجھے تمام لوگوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خوف دلائے ۔ تو اسلام قبول کر تو سلامت رہیگا ورنہ مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا ۔

خسرو پرویز موجودہ فرمانروائے فارس نہایت عظمت و شان کا تاجدار تھا عجم کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ ہر خط کے عنوان پر نام بادشاہ وقت کا عظمت کے خیال سے لکھا کرتے تھے ۔ نامۂ مقدس میں انکے دستور کا فرامیکے خلاف عنوان خدا اور خدا کے رسول کے نام سے شروع کیا گیا تھا اور خسرو کا نام سب سے آخر میں رکھا گیا تھا فرمان رسالت میں اسی ایک بات کو دیکھکر خسرو غیظ و غضب کی شدت میں آگ کا پتلا بنگیا اور نامہ مبارک کو چاک چاک کر ڈالا اور اپنے غرور شاہی میں آکر کہنے لگا کہ میرا رعایا اور میرا غلام اپنی تحریر میں میرے مراتب خاندانی اور مدارج سلطانی کی

یون تحقیر کرے۔

آنحضرت کی گرفتاری کا حکم اور اس کا نتیجہ

پھر اُس نے باذان کو جو اسکی طرف سے علاقہ یمن کا عامل تھا لکھا کہ محمد صلعم کو (نعوذ باللہ) پابزنجیر کر کے میرے پاس بھیجدو۔ باذان نے دو آدمیون کو اس خدمت پر تعینات کیا۔ ایک کا نام بانویہ تھا۔ دوسرے کا خرخسرو۔ ان دونون نے مدینہ مین آکر شہنشاہ رسالت کی خدمت مین عرض کی کہ کسریٰ خسرو پرویز نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اگر آپ اسکے حکم کو نمانین گے تو وہ آپکے تمام ملک و انتظام کو تباہ و سیاہ کردیگا۔ آپ نے جواب دیا کہ کل اس کے متعلق کہون گا۔ دوسرے دن وہ جواب لینے آئے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ خسرو تو خود چلا گیا۔ اب کس کے پاس جاؤن۔ کل رات کو اسکے بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کرڈالا۔ یہ دونون ایرانی افسر یمن مین واپس آئے تو وہان اُن کے آنے سے پہلے خسرو کے قتل کی خبر پہونچ چکی تھی۔

عبداللہ بن حذافۃ السہمی نے مدینہ منورہ مین واپس آکر اپنی سفارت کی جب ساری روئداد بیان کی اور نامہ مبارک کے چاک کردیے جانے کا حال عرض کیا تو اُسیوقت ارشاد کیا گیا تھا کہ یونہی سلطنت عجم کے پُرزے پُرزے اُڑ جائین گے۔

حاطب ابن ابی بلتعہ اور عزیز مصر کے دربار مین سفارت

حاطب ابن ابی بلتعہ عزیز مصر کے دربار مین سفارت کے عہدے پر مامور ہو کر بھیجے گئے تھے۔ اسکندریہ ملک مصر کا دارالسلطنت تھا۔ جریح ابن متی جسکا لقب مقوقس تھا مصر کا موجودہ فرمانروا تھا۔

حاطب نے عزیز مصر کو فرمان رسالت سُنانے سے پہلے ان الفاظ مین موعظت فرمائی اور اسلام کی حقیقت بتلائی۔

ایہا الملک۔ آپ سے پہلے تخت مصر پر ایک فرمانروا ایسا بھی گزرا ہے جو انا ربکم الاعلیٰ کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کے سوا اُسکو کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ دریا کی تہہ مین ایسا سمایا کہ پھر نہ اُبھرا۔ نزول عذاب کے وقت نہ اسکی دولت اُسکے کام آسکی نہ فوج و سلطنت اُسے بچا سکی۔ مناسب ہے کہ موجودہ فرمانروا بھی اسکی مثال سے عبرت کا سبق لے اور ایسا نکرے کہ دوسرے اسکے حال و مثال سے عبرت پذیری اختیار کرین۔

مقوقس نے جواب دیا۔ یہ صحیح ہے لیکن فرعون تو کافر تھا۔ اور کوئی مذہب و ملت نہین رکھتا تھا۔ مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون اور مین اُس سے علٰحدہ نہین ہوسکتا جبتک بہتر کوئی دوسرا مذہب مجھے تحقیق نہ ہولے۔

حاطب نے کہا اسی لیے تو مین آپکو دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہون، جو تمام دنیا کے مذہب پر حاوی اور ان کیلیے

کافی ہے ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین صلعم نے اکیلے قریش کو تھوڑے ہی اسلام کی دعوت دی ہے بلکہ تمام دنیا کو اس دین کی دعوت دینے آئے ہین۔ قریش نے ان سے مخالفت کی اور اسیطرح یہود بھی ان کے دشمن بن گئے۔ مگر مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ بخلاف ان مذاہب و اقوام کے مذہب مسیحی اور قوم نصاری اسلام سے قریب تر ہے خدا کی قسم جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کی بشارت دی ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی خوشخبری دی ہے قرآن مجید کی طرف ہم آپکو بھی اسوقت ویسے ہی دعوت دیتے ہین۔ جیسے قوم یہود اور توریت والو نکو انجیل مقدس والو نکی دعوت دیتے ہین۔ انبیائے سابقین اور امم ماضیہ کے احوال پر غور کیجیے۔ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ نبی جس قوم کے زمانہ مین مبعوث ہوتا ہے وہی قوم اسکی اُمت کہلاتی ہین۔ اس دستور قدیم کے مطابق آپنے ہمارے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے اسلیے آپ اسکے ضرور حقدار ہین کہ آپ انکے پیرو اور انکی شریعت کے معین و مددگار بنجائین اور یہ بھی سمجھ لین کہ ہم آپکو حضرت مسیح ہی کے دین کی طرف گویا دعوت دیتے ہین۔

مقوقس نے کہا مین نے ابھی تمھارے پیغمبر آخر الزمان کی طرف غور نہین کیا ہے اسلیے اُنکے دین کی طرف ابھی میرا میلان خاطر نہین ہے اگرچہ جہانتک مجھے علم و اطلاع ہے انکا مذہب مجھے کسی شے مطلوب و محبوب سے نہین روکتا اور یہ بھی مجھے پورا یقین ہے کہ تمھارا پیغمبر آخر الزمان نہ ساحر ضرر رسان ہے نہ کاہن کذب البیان۔ اور اُن مین جو علامتین اور تعریفین ہین وہ سب صفات نبوت ہی کے متعلق ہین۔ مگر بات یہ ہے کہ مین اس مسئلہ خاص مین مزید غور کرنا چاہتا ہون

مقوقس کی طرف سے آنحضرت صلعم کے خط کا جواب

یہ کہکر مقوقس نے ایک فیل دندان کی نفیس و بیش بہا ڈبیہ مین نامہ مبارک رکھوایا اور اس پر اپنی مُہر لگاکر خزانہ شاہی مین رکھوا دیا اسکے بعد ان الفاظ مین نامہ مقدس کا جواب لکھا

لمحمد بن عبداللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک اما بعد فقد قرأت کتابک وفھمت ما ذکرت وما تدعوا الیہ وقد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن انہ یخرج بالشام وقد اکرمت رسولک وبعثت الیک بجاریتین لھما مکان فی القبط عظیم وبکسوۃ واھدیت الیک بغلۃ لترکبھا والسلام علیک۔

محمد ابن عبداللہ کے نام مقوقس رئیس قوم قبط کی طرف سے سلام علیک کے بعد مین نے آپکا خط پڑھا اور اسکے مضمون و مطلب کو سمجھا مجھکو اسقدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن مین یہ سمجھا تھا کہ وہ ملک شام مین ظہور فرمائین گے۔ مین نے آپکے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیان بھیجتا ہون جن مین قبطیون (مصر کی قوم) مین بڑی عزت کی جاتی ہے اور مین آپ کیلیے ملبوس بھی بھیجتا ہون اور ایک خچر بھی نذر کرتا ہون کہ آپ اس پر سوار ہون۔ آپ پر میرا سلام ہو۔

شبلی صاحب لکھتے ہین۔ باانہمہ عزیز مصر اسلام نہین لایا۔ دو لڑکیان بھیجی تھین۔ ان مین ایک ماریہ قبطیہ تھین۔ جو حرم نبوی مین داخل ہوئین۔ دوسری سیرین تھین جو حضرت حسان کے ملک مین آئین خچر کا نام

دُلدُل تھا جسکا ذکر اکثر حدیث کی کتابون مین آیا ہے جنگ حنین مین آپ اسی پر سوار تھے طبری نے لکھا ہی کہ ماریہ اور سیرین حقیقی بہنین تھین - اور حاطب ابن ابی بلتعہ جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا - انکی تعلیم سے دونون خاتونین خدمت نبوی مین پہونچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھین اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماریہ سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپکے حرم مین آئین -

پھر حاشیہ کی عبارت مین لفظ جاریہ کے متعلق شبلی صاحب نے لکھکر یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے اس لیے کہ عربی مین جاریہ لڑکی کو کہتے ہین اور لونڈی کو بھی ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہین لیکن مقوقس نے جو لفظ اُن کی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریون مین اُنکی بڑی عزت ہے - یہ لونڈیون کی شان مین استعمال نہین کیے جاسکتے - ص ۳۴۶ -

مجھکو شبلی صاحب کی اس راے سے پورا اتفاق ہے لیکن صرف اتنی گزارش ہے کہ اس معاملہ مین بھی آپنے صرف سیرت والون ہی کو مجرم قرار دیا - اور محدثین کو صاف نکالدیا - حالانکہ صحاح و اسانید سے لیکر سُنن و تفاسیر کی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہین چھوٹی ہے جن مین علماے محدثین نے ماریہ قبطیہ کو کنیز لکھکر اقرار نکیا ہو - ان حضرات کے خلاف آپنے خود بھی اس مسئلہ خاص کے متعلق جو کچھ اطلاع و تحقیقت پائی ہے وہ صرف طبری ہی کی مرویات سے جو اگر سیرت نگار نہین تو تاریخ نویس ضرور ہے - نہ محدث مشہور ہے - اور نہ مفسر - دنیا اور آپ بھی اُسکو امام المورخین ہی لکھتے ہین - پھر فرد جرم مین تنہا سیرت و تاریخ والون کے نام لکھنا حقیقت سے کتنا دور ہے -

عمر ابن امیۃ الضمیری در نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامہ مقدس

عمر ابن امیۃ الضمیری کو جو نامہ مقدس - نجاشی - بادشاہ حبشہ کے نام دیا گیا تھا اسکے یہ الفاظ تھے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ ﷺ الی النجاشی اصحم ملک الحبشۃ - سلام - انت وانی احمد الیک اللہ الملک القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی ابن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم - بادشاہ حبشہ کے نام تجھے سلامتی ہو - سُن پہلے اللہ کی تیری طرف سے اور اپنی جانب سے تعریف کرتا ہون جو مالک ہے - قدوس ہے - مومن ہے اور مہیمن ہے اور گواہی دیتا ہون کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہین جو مریم - دوشیزہ - طیبہ اور عفیفہ کی جانب بھیجے گیے اور انھین عیسیٰ کا حمل ہوگیا -

فخلقه الله من روحه ونفخه كما خلق آدم
بيده ونفخه وانی ادعوك الی الله وحده
لاشريك له والموالاة علی طاعته وان تتبعنی
وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول الله وقد
بعثت اليك ابن عمی جعفرا ونفرا معه من
المسلمين فاذا جاؤك فاقرهم ودع التجبر
انی ادعوك وجنودك الی الله فقد بلغت
ونصحت فاقبلوا نصحی والسلام علی
من اتبع الهدی۔

طبری ص ۱۵۶۹

خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ
آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا اب میری دعوت یہ ہے کہ
تو خدا پر جو اکیلا اور بالکل لاشریک ہے، ایمان لے آ۔ اور ہمیشہ
اسی کی فرمان برداری میں رہا کر اور میری اتباع کر اور میری
تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر۔ کیونکہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں میں
قبل ازین اپنے برادر عم حضرت جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے
بھیج چکا ہوں۔ تم اسے بہ آرام ٹھہرانا تکبر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں
تمکو اور تمھارے اہل دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے
اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمھیں بخوبی سمجھا دیا اب مناسب ہے کہ
میری نصیحت مان لو سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے۔

نجاشی کا اسلام اور بارگاہ رسالت میں اسکا عقیدت نامہ

تمام مورخین عرب کا اسپر اتفاق ہے کہ اس نامہ مقدس کی عبارت پڑھتے ہی نجاشی مسلمان ہو گیا نامہ مبارک کے جواب میں جو عقیدت نامہ اس نے بارگاہ رسالت میں لکھا اسکے الفاظ یہ تھے

بسم الله الرحمن الرحيم

الی محمد رسول الله من النجاشی الاصحم
بن الابجر سلام عليك يا نبی الله ورحمة الله
وبركاته نبی الله الذی هدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی كتابك يا رسول الله
فی ما ذكرت من امر عيسی فو رب السماء والارض
ان عيسی ما يزيد علی ما ذكرت قد عرفنا ما بعثت به الينا وقد
قربنا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول
الله صادقا مصدقا وقد بايعتك وبايعت
ابن عمك واسلمت علی يديه لله رب العالمين وقد
بعثت اليك ابنی ارها بن الاصحم بن
الابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی۔ اصحم بن ابجر کی طرف سے اے نبی اللہ
آپ پر اللہ کی سلامتی۔ رحمت اور برکت ہو۔ اس خدا کے سوا کوئی معبود
نہیں ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی! بعد عرض ہے کہ حضور کا
فرمان میرے پاس پہونچا عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔
خدائے آسمان وزمین کی قسم وہ اس سے ذرہ برابر بڑھکر نہیں ہے انکی حیثیت
اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ میں نے آپکی تعلیم سیکھ لی ہے اور
آپکے ابن عم اور مسلمان میرے پاس آرام تمام ہیں میں اقرار کرتا ہوں
کہ آپ اللہ کے رسول ہیں سچے ہیں۔ راست بازوں کی سچائی ظاہر
کرنے والے ہیں میں آپ سے (مزید) بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپکے
ابن عم کے ہاتھ پر آپکی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے
اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارہا کو روانہ کرتا ہوں میں تو

ان اتیک فعلت یا رسول اللہ صلعم فانی اشھد ان ما تقول حق السلام علیک یا رسول اللہ ـ

اپنے نفس کا مالک ہوں اگر حضور کا منشا یہ ہو کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو میں ضرور حاضر ہوں گا کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب سچ ہے۔ آپ پر یا رسول اللہ میرا سلام ہو

نجاشی نے حسب الوعدہ اپنے بیٹے کو مع اسکے رفقا کے بھیجا لیکن افسوس ہے کہ قضائے الٰہی سے وہ باریاب خدمت نہ ہو سکا۔ طبری میں اسکی یہ کیفیت لکھی ہے ـ

قال ابن اسحاق ان النجاشی بعث ابنه فی ستین من الحبشة فی سفینة فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لهم سفینتهم فهلکوا ص۱۵۷

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ اہل حبش کی جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا لیکن حکم الٰہی سے کشتی بیچ سمندر میں پہونچکر ڈوب گئی اور سب کے سب مر گئے۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ سے عقد

مہاجرین حبشہ میں اکثر لوگ ابھی تک حبشہ ہی میں مقیم تھے۔ انھیں میں ام حبیبہ بنت ابو سفیان معاویہ کی بہن بھی تھیں جو اپنے شوہر کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھیں قضائے الٰہی سے اُنکے شوہر وہیں انتقال کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کو لکھ بھیجا کہ میری طرف سے ام حبیبہ کی خواستگاری کرو۔ نجاشی نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سعید بن العاص کی وساطت سے آنحضرت صلعم کا پیام بھیجا۔ ام حبیبہ کو کوئی عذر نہیں تھا۔ نجاشی نے چار سو اشرفیوں کے مہر پر آنحضرت صلعم کا عقد کر دیا اور رقم مہر ادا کر کے ام المؤمنین ام حبیبہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں بآرام تمام بھیجدیا۔ طبری ص۱۵۷

سرداران قبائل کے نام خطوط

حاکم بحرین کے نام نامہ مبارک

ملوک و سلاطین کے علاوہ سرداران قبائل کے نام بھی خطوط لکھے گئے تھے انھیں سے حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام بھی نامہ مقدس لکھا گیا۔ اور علاء ابن الحضرمی صحابی فرمان رسالت لیکر اسکے پاس گئے۔ منذر شاہان فارس کا ماتحت تھا۔ اس نے آپکے فرمان کو پڑھا اور فوراً مسلمان ہو گیا اور اسکی رعایا کے اکثر طبقات بھی مسلمان ہو گئے۔ اس نے جو عریضہ فرمان نبوت کے جواب میں ارسال خدمت کیا اسمیں عرض کی کہ میری رعایا کے بعض طبقے نے تو اسلام کو بہت ہی پسند کیا ہے لیکن بعض لوگ کراہت کرتے ہیں اور بعض ایسے محروم القسمت بھی ہیں جو مخالفت کا ارادہ رکھتے ہیں میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بھی کثرت سے آباد ہیں۔ ان کے لیے کیا حکم ہوتا ہے۔

منذر کی عرضی کا جواب

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا۔

من نصح انما ینصح لنفسه ومن اقام علی یهودیة او مجوسیة فعلیه الجزیة ـ

جو نصیحت پذیر ہوتا ہے وہ صرف اپنی ذات واحد کے لیے جو شخص یہود و مجوس پر قائم رہے اسکو جزیہ[۱] دینا ہوگا

[۱] جزیہ فارسی لفظ گزیت کا معرب ہے۔ اور اصطلاح میں اس محصول کو کہتے ہیں جو ملوک فارس غیر اقوام زیر سلطنت سے انکی امن و امان و حفاظت مال و جان کے مصارف کیلیے لیتے تھے۔ المولف عفی عنہ

رئیس یمامہ کے نام خط ہودہ بن علی کو بھی شقہ نبوت لکھا گیا تھا۔ جو سلیط بن عمرو کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ ہودہ بن علی نے جواباً لکھا۔ آپنے جو باتیں لکھی ہیں۔ وہ نہایت اچھی ہیں۔ اگر حکومت میں کچھ میرا بھی حصہ ہو تو میں بھی تمھاری اقتدا کے لیے طیار ہوں۔ اسلام ہوس ملک کے لیے نہیں آیا تھا۔ آپنے فرمایا۔ زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں نہ دونگا۔ ص ۲۴۲ سیرۃ النبی۔

حاکم عمان کے نام فرمان حاکم عمان کے نام کا خط عمرو عاص لیکر گئے تھے۔ حاکم عمان۔ دو بھائی تھے جیفر و عبد طبری عباد لکھتے ہیں۔ انکے باپ کا نام جلندی لکھا ہے۔ عمرو عاص عمان پہونچے تو پہلے انکو عبد ملا یہی صلاً سردار ملک تھا اور اخلاق و سیرت میں اپنے بھائی سے بھی زیادہ خلیق و کریم مشہور تھا۔ عمرو عاص نے اپنی آپ معرفی کرائی۔ اور بتلایا کہ میں خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سفیر ہوں۔ رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوت اسلام کا تحفہ تمھارے اور تمھارے بھائی کیلیے لایا ہوں۔

پھر فیما بین یوں مکالمت ہوئی۔

عبد۔ میرا بھائی جیفر مجھسے عمر میں بڑا ہے اور ملک کا وہی مالک ہے۔ میں تمھیں اسکی خدمت میں پہونچا دونگا لیکن یہ تو بتلاؤ۔ تمھاری دعوت کیا ہے۔

عمرو عاص۔ اُس خدائے واحد کی معرفت اور پرستش کرنا جسکا کوئی شریک نہیں اور ہمارے رسول محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنا۔

عبد۔ تم تو عمائد قریش میں خود ایک رئیس قوم کے بیٹے ہو۔ پہلے یہ تو کہو کہ اس معاملہ میں تمھارے باپنے کیا روش اختیار کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں اس امر میں ہم انھیں کی تقلید کریں۔

عمرو عاص۔ میرا باپ تو ہمارے رسول کی شہادت دینے اور انکی نبوت قبول کرنے سے پہلے مر گیا میری دلی تمنا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتا۔ اس سے پہلے میں بھی اپنے باپ کی رائے پر تھا یہانتک کہ خدا کی توفیق میرے شریک حال ہوئی اور میں اسلام سے مشرف ہوا۔[1]

عبد۔ تم کب سے اسلام لائے۔

عمرو عاص۔ تھوڑے دن سے۔

عبد۔ کہاں۔

عمرو عاص۔ نجاشی[2] کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہوگیا۔

[1] افسوس۔ رسول صلعم کے بعد ہوس ملک اور طمع زر اسلام کا اصلی مدعا قرار پا گیا۔ [2] العادۃ طبیعۃ ثانیۃ عادت انسان کی طبیعت ثانی ہو جاتی ہے جس سے چھٹنا دشوار ہے۔ عمرو عاص اپنی عادت کی وجہ سے اسوقت بھی غلط گوئی اور حرف بازی سے نہ چوکے۔ عبد پر اثر ڈالنے کی غرض سے اپنا اسلام لانا نجاشی کے دربار میں بتلایا۔ حالانکہ نجاشی کے دربار میں یہ اسلام لانے گئے تھے یا کفار قریش کی طرف سے سفیر بنکر بادشاہ حبشہ سے مسلم مہاجرین کو نکلوانے گئے تھے۔ یکو وہاں گئے ہوئے تقریباً نو برس ہوئے اور اسلام لائے ہوئے ابھی دو تین مہینوں سے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جسکا اعتراف آپ خود اپنی تقریر میں کر چکے ہیں۔ نجاشی کے اسلام لانے کا واقعہ بھی آپکی موجودگی کا نہیں ہے کیونکہ جو سفیر نجاشی کے پاس بارگاہ رسالت سے بھیجا گیا تھا اور جسکے سامنے وہ حضرت جعفر کے دست مبارک پر ایمان لایا وہ عمرو ابن امیہ الضمیری تھے۔ نہ آپ پھر آپنے جو یہ جھوٹی داستان اور نیچے کے نیچے تراشے وہ سب آپکی حرف آمیز یادہ گوئی ہے۔ جو کسی غرض مند کا ہے ہو اسلام کی راست گوئی اور صدق بیانی کے سخت خلاف ہے۔ یہیں سے ثابت ہو گیا کہ اسلام لانے پر بھی آپنے صرف اسکے زبانی اقرار سے واسطہ رکھا اسکی تعلیم و آداب اخلاق سے آپ کورے رہے۔ لطف علی عفی عنہ

عبد۔ نجاشی کی رعایا نجاشی کے ساتھ اسکے اسلام لانیکے بعد کیسے پیش آئی۔

عمرعاص۔ نجاشی کو سابق دستور اپنا حاکم اور فرمانروا برقرار رکھا۔ اور طبقہ رعایا مین بھی اکثرون نے اسلام قبول کیا۔

عبد۔ (تعجب سے) کیا بشپ اور پادریون نے بھی۔

عمرعاص۔ ہان۔

عبد۔ عمرا خوب غور کرو سوچ لو سمجھلو۔ جو کچھ کہہ رہے ہو یاد رکھو جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی شے آدمی کو رسوا کرنے والی نہین ہے۔

عمرعاص۔ مین نے ایک حرف بھی جھوٹ نہین کہا اور نہ جھوٹ بولنا اسلام مین درست ہے۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے۔

عمرعاص۔ ہان معلوم ہے۔

عبد۔ تم کیسے ایسا کہتے ہو۔

عمرعاص۔ اسلام لانے سے پہلے نجاشی ہرقل کو خراج دیتا تھا لیکن اب اس نے صاف صاف کہدیا کہ آج سے ایک درہم بھی ہرقل کو نہ دونگا۔

تمھین حقیقت معلوم نہین۔ ہرقل تک یہ خبر پہونچ بھی گئی اسکے بھائی بناق نے پہونچائی کہ نجاشی سلطنت روم کا باجگذار غلام اور تابعدار ہوکر اتنا شوخ گستاخ اور خود مختار ہوگیا کہ خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور قیصر کے دین وملت کو چھوڑ کر اس نے اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرلیا ہے۔ ہرقل نے بھائی کو جوابدیا۔ تو پھر مین کیا کرون اسے اختیار ہے۔ جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ بھائی اگر مجھے اپنے تخت وتاج کی ہوس گلوگیر نہوتی تو نجاشی سے قبل مین نے وہ دین قبول کرلیا ہوتا۔

عبد۔ (پھر تعجب سے) عمرعاص یہ کیا یادہ گوئی کر رہے ہو۔

عمرعاص۔ خدا کی قسم۔ بالکل سچ کہہ رہا ہون۔

عبد۔ اچھا بتلاؤ۔ تمھارا نبی کن کن چیزون کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن کن چیزونکے ارتکاب سے منع کرتا ہو۔

عمرعاص۔ خدائے واحد کی عبادت واطاعت کا حکم دیتا ہی معصیت الٰہی سے منع کرتا ہے۔ ازدکا نی تا۔ استعمال

لہ کسقدر خلاف واقع ہے۔ نجاشی کے دربار مین مسیحی علما کا صرف آبدیدہ ہونے کا ذکر قرآن مجید مین بھی ہو لیکن انکا مسلمان ہونا نہ قرآن مین ہے نہ حدیث وتاریخ مین۔ المولف عفی عنہ۔

شراب پینے اور صلیب کی پرستش سے قطعًا ممانعت فرماتا ہے۔

عبید۔ کیسے اچھے کام ہیں جنکی تعلیم و دعوت دہ دیتا ہے میری دلی تمنا ہے کہ میرا بھائی بھی آپکی دعوت کو قبول کرے اور ہم دونوں بھائی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوں میرا اپنا خیال ہے کہ اسکے برعکس اگر میرا بھائی دنیا طلبی میں مبتلا رہا اور اسلام کی موجودہ دعوت کو اس نے رد کر دیا تو یہ امر اسکی سلطنت کے لئے بھی مُضر ہوگا۔

عمر عاص۔ اگر تمہارے بھائی نے اسلام قبول کر لیا تو آنحضرت صلعم بھی اسے اس ملک کا فرمانروا تسلیم کرلیں گے ہاں صرف اتنا کرینگے کہ یہاں کے مالدار اور دولتمند لوگوں سے رقم صدقہ وصول کرینگے اور یہیں کے غربا کو تقسیم کر دینگے۔

عبید۔ بات تو اچھی ہے۔ مگر صدقہ سے مراد کیا ہے۔

عمر عاص۔ زکوٰۃ و صدقات کے مسائل بتلاکر، اونٹ میں بھی زکوٰۃ دینی ہوگی،

عبید۔ تو پھر ہمکو اپنی مویشیوں میں سے بھی زکوٰۃ دینی ہوگی انکی زکوٰۃ کیسی وہ تو خود جنگل کی گھاس و درختوں کی پتی اور دریا کا پانی پی لیتے ہیں۔

عمر عاص۔ جو کچھ بھی ہو۔ اونٹوں کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

عبید۔ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ میری قوم کے کثیر التعداد لوگ جو دور دراز مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں کیسے اس حکم کی تعمیل کر سکیں گے۔

عمر عاص عبید کے پاس انتظار جواب میں مقیم رہے۔ عبید روز کی خبر اپنے بھائی جیفر کو لکھکر بھیجا کرتا تھا ایک دن بادشاہ (جیفر) نے عمر عاص کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ یہ چلے۔ دربار کے دروازے پر پہونچے تو چوبداروں نے اُن کے بازو تھام کر بادشاہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اسے چھوڑ دو انہوں نے چھوڑ دیا جب یہ چھوٹے گئے تو بیٹھنے لگے چوبداروں نے ڈانٹا۔ انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارا کیا کام ہے۔ عمر عاص نے نامہ مبارک پیش کیا۔

جیفر۔ نے مُہر توڑ کر نامۂ مقدس کو پڑھا۔ پھر عبید کو دیا۔ اس نے بھی پڑھا۔ عمر عاص نے انداز سے اسی وقت سمجھ لیا کہ جیفر اپنے بھائی عبید سے زیادہ نرم دل ہے۔ پھر عمر عاص اور جیفر سے یہ گفتگو ہوئی۔

جیفر۔ قریش کا کیا حال ہے۔

عمر عاص۔ تمام قریش نے طوعًا کرہًا اسلام قبول کر لیا ہے۔

جیفر۔ اسکے رفقا کون لوگ ہین۔

عمر عاص۔ وہی لوگ ہین جو اسپر ایمان لاچکے ہین گھر بار اور تمام کاروبار سے دست بردار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین ہمہ وقت حاضر ہین۔ اور کامل خوض وغور، فکر و تعمق اور تحقیق و تفتیش حالات کے بعد آپکی متابعت کو اختیار کرچکے ہین۔

جیفر۔ اچھا۔ تم کل پھر ہمسے ملنا۔

عمر عاص عبد سے ملا وہ کہنے لگا میری راے یہ ہے کہ اگر ہمارے ملک کو کوئی صدمہ نہ پہونچے تو بادشاہ مسلمان ہوجائیگا عمر عاص جب دوسرے دن بادشاہ سے ملا تو جیفر سے کہا کہ تم نے ہماری دعوت کے معاملہ پر غور نہین کیا جیفر نے کہا مین نے تمھارے معاملہ پر غور کیا ہین انکی اگر اطاعت قبول کرتا ہون تو وہ ہم سے اتنی مسافت بعید پر ہین کہ انکی فوج وقت پر مجھے مدد نہین پہونچا سکتی اس لیے مجھے تمام عرب مین کمزور ہوکر رہنا پڑے گا۔ حالانکہ اگر انکی فوج اس ملک مین آئے تو مین ایسی سخت لڑائی لڑون گا کہ کبھی تمھین سابقہ نہ پڑا ہو۔ عمر عاص نے کہا کہ اچھا تو مین پھر کل واپس جاؤن جیفر نے کہا کل پھر اور ٹھہر جاؤ۔

دوسرے دن جیفر نے پھر عمر عاص کو آدمی بھیجکر بلایا اور دونون بھائی بغیر کسی عذر و کلام کے مسلمان ہوگئے۔ اور ملکی رعایا کا بھی اکثر حصہ مسلمان ہوگیا۔ بحوالہ زاد المعاد ابن القیم صفحہ ۱۲ جلد ۲[1]۔

سردار قبیلہ غسان کے نام خط

حارث نامی قبیلہ غسان کا سردار۔ جو حدود شام کا رئیس تھا اور قیصر رومی کا باجگذار۔ اسکو جب نامہ مقدس پہونچا تو بخلاف ہرقل قیصر روم کے نامہ مبارک پڑھکر بگڑ کھڑا ہوا اور پھر ایسا کہ فوج کو فوراً طیاری کا حکم دے ہی دیا اور سال ڈیڑھ سال ترتیب فوج اور سامان جنگ کرتا رہا مسلمان یہ خبر پاکر ہمیشہ اسکے حملہ کے منتظر رہتے جنگ موتہ اور غزوہ تبوک اسی مبدا کی خبرین تھین۔

---

[1] حافظ ابن القیم نے یہ روایت اپنے اسناد سے لکھی ہے۔ جو کسی تاریخ و سیرت مین مروی نہین ہے علاوہ نقل کے عقل و واقعہ کے خلاف بھی ہے۔ اس لیے کہ سنہ ہجری کے قبل عمر عاص کا اسلام لانا ہی ثابت نہین ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جاتا ہے۔ تو سفارت کیسی؟ اس تفصیلی بیان اور طویل داستان مین چونکہ حقیقت اسلام کے اکثر جزئیات قابل لذکر تھے۔ اور غالبًا اسی ضرورت سے صاحب رحمۃ العالمین نے بھی نقل کیا ہے اس بنا پر مین نے بھی اسکا چھوڑ دینا پسند نہین کیا ممکن ہے کہ یہ گفتگو جس سفیر دربار رسالت سے پیش آئی انکا نام بھی عمر ہو۔ جو رواۃ نے اپنے قیاس سے عمر عاص سمجھ لیا ہو۔ اور پھر اسی طرح نقل ہوتا ہوا حافظ ابن القیم تک چلا آیا ہو۔ عمر عاص کے فاتح مصر ہونے کی تخصیص نے انکی اس غلط فہمی کو اور قوی کردیا ہو۔ لیکن واقعیت اور اصلیت عمر عاص کی اس سفارت کے بالکل خلاف ہے اور حافظ ابن القیم کا حدیث و تاریخ مین اتنا پایہ بھی نہین جو ان کے منفردات بھی قابل استناد سمجھے جائین۔ المولف عفی عنہ۔

خالدبن ولید اور عمر عاص کا اسلام

اسلام کی قدرت نما تاثیر کا خاص انداز ہے کہ اسکا احساس زیادہ تر انھین لوگون پر بہت جلد اور گہرا ہوتا ہے جو اُس کے شدید مخالف بلکہ دشمن جان ہوتے ہین خالد ابن ولید و عمر عاص کی مخالفت اسلام ابتدا سے لیکر اسوقت تک اتنی عام اور علی الاعلان ہین کہ محتاج بیان نہین صلح حدیبیہ کے محاسن نتائج کا بہت بڑا اثر تازیانہ بنکر تمام کفار قریش مین سب سے پہلے انھین دو شخصون پر پڑا اور پھر اس شدت سے کہ اسکے جذبات کو پھر ایکدم کے لیے بھی یہ لوگ روک نہ سکے۔

قدرت کے عجیب سیرنگ ہین۔ کل یوم ھو فی شان یہی حضرات ہین جو آج چھ برس بار بار سخت جذبات کے ساتھ مدینہ مین استیصال اسلام کے لیے مضطربانہ طور پر جایا کرتے تھے۔ آج بھی یہ وہی لوگ ہین جو محسوسات و جذبات قلبی کے ساتھ اسی اسلام کے قدمون پر اپنی متابعت و فرمان برداری کے سر جھکانے کے لیے دوڑے جاتے ہین شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

حدیبیہ کی صلح کو خدا نے فتح کہا ہے لیکن اجسام کی نہین قلوب کی۔ اسلام کو اپنی اشاعت کے لیے امن درکار تھا اور وہ اسی صلح سے حاصل ہوگیا۔ اس صلح کو دشمن بھی فتح سمجھتے تھے۔ قریش اور مسلمانون مین جو معرکے ہوئے۔ فوجی حیثیت سے قریش کی صف مین ہر جگہ خالد ابن ولید کا نام ممتاز نظر آتا ہے جاہلیت مین رسالہ کی افسری انھین کی سپرد تھی۔ احد مین مشرکین کے اکھڑے ہوئے پاؤن انھین کی کوشش سے سنبھلے تھے حدیبیہ کے موقع پر بھی قریش کا طلایہ انھین کی زیر افسری نظر آتا تھا لیکن قریش کا یہ سپہ سالار اعظم بھی آخر اسلام کے حملہ کاری سے نہین بچا۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد نے مکہ سے نکلکر مدینہ کا رُخ کیا۔ راستہ مین حضرت عمر عاص نے پوچھا کدھر کا قصد ہے۔ بولے اسلام لانے جاتا ہون۔ عمر عاص نے کہا ہمارا بھی یہی ارادہ ہے دونو صاحب ایکبار بارگاہ نبوی مین حاضر ہوکر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور اب وہ جوہر جو اسلام کی مخالفت مین صرف ہو رہا تھا۔ اسلام کی محبت مین صرف ہونے لگا۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۴۳

لیکن آپکے مختار اور ابن حجر کے قول کے خلاف جسکی سند پر آپنے خالد کا اسلام صلح حدیبیہ کے بعد بتلایا ہے امام عبد البر۔ ابن اثیر اور علامہ ابن وردی کے مختار د اقوال سے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت :۔

قال ابن الوردی ثم دخلت سنۃ ثمان فیھا قدم خالد بن ولید و عمرو بن عاص و عثمان بن طلحۃ۔	علامہ ابن (اپنی تاریخ مین) وردی کہتے ہین کہ پھر ۸ ہجری شروع ہوا اور خالد بن ولید۔ عمر بن عاص و عثمان بن طلحہ

ؔ۱ مگر افسوس حضرت عمر نہین سمجھتے تھے اور حضرت ابوبکر کے سمجھانے سے بھی نہین سمجھتے تھے۔

فاسلموا ولکن قال ابن عبد البر فی الاستیعاب وابن اثیر فی الاسد الغابۃ لا یصح لخالد بن الولید مشہد مع رسول اللہ صلعم قبل الفتح۔

حضور نبوی میں آکر اسلام لائے لیکن حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید کا شرف صحبت ہونا صحیح نہیں ہے۔

بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۶۵

آغاز سال ۷ سنہ ہجری

غزوۂ خیبر

غزوۂ خیبر محرم سنہ ۷ ہجری

خیبر عبرانی لفظ خیبر سے ماخوذ ہے جو اصلاً قلعوں کے معنوں میں آیا ہے مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔ سیاحین یورپ مسٹر ڈاوٹی (Mr. Diotti) نے ۱۸۷۷ء میں مہینوں خیبر کی سیر کی ہے۔ اور انکا تحقیق سے خیبر کے تمام مقامات کا کامل مشاہدہ کیا ہے ڈاوٹی کا بیان ہے کہ نخلستان خیبر کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ قوم یہود کے یہاں بڑے بڑے مضبوط اور مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے۔ انہیں سے چند قلعوں کے آثار ابتک زندہ ہیں۔

جلد دوم میں یہودیوں کی جلا وطنی اور مقام خیبر میں انکی سکونت پذیری کے مفصل حالات بیان ہو چکے ہیں سمجھ لینے کے لیے مجملاً یہی کافی ہے کہ مدینہ منورہ اور اسکے گرد و نواح سے یہودیوں کے قبائل اکھڑ گئے اور گرد و پیش بستے گئے۔ مال و دولت کی کثرت سے یہاں بھی انکی عالی شان عمارتیں بن گئیں اور مضبوط و مستحکم قلعے تیار ہو گئے۔ کاروبار کی بڑی بڑی منڈیاں کھل گئیں اور اطراف و جوانب میں دور دور تک انکی ثروت و اقتدار کے سکے جم گئے۔ واقعات میں تو تسلسل قائم رکھنے کی ضرورت ہمکو پھر بالاختصار یہودان مدینہ کی جلا وطنی سے لیکر خیبر میں سکونت اختیار کرنیکے موجودہ وقت تک حالات دہرانے کی ضرورت مجبور کر رہی ہے۔

جلد دوم میں یہاں تک معلوم ہو چکا ہے کہ بنی نضیر کے یہودی مدینہ سے اکھڑ کر تو خیبر میں جم گئے اور اپنی فطرتی خونخواری اور غداری کے تقاضوں سے یہاں بھی مخالفت اسلام کی تشکیل میں باز نہ آئے اطراف و جوانب کے تمام قبائل کو استیصال اسلام پر آمادہ و تیار کر کے مدینہ پر چڑھا لائے اور جنگ احزاب برپا کی پھر جنگ قریظہ کی بنا ڈالی لیکن یہودیوں کا سردار حیی ابن اخطب خود ہی قتل ہو گیا حیی ابن اخطب کے بعد ابو رافع اسکا جانشین ہوا اسکا پورا نام سلام ابن ابی الحقیق تھا یہ عرب کا ملک التجار تھا اور بڑا عظیم الشان صاحب کاروبار قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ یہ لوگ یہودان خیبر کے ساتھ قدیم الایام سے معاہدہ میں شریک تھے اور ہر صورت سے ان کے معین و رفیق

سنہ ۶ ہجری مین سلام ابن الحقیق نے جسکی کنیت ابورافع ہے جو وہانکے پاس جاکر سب لوگونکو اسلام کے استیصال پر برانگیختہ کیا۔ ابن سعد طبقات جلد دوم مین لکھتے ہین۔

ان ابا رافع بن ابی الحقیق قد اجلب فی غطفان ومن حوله من مشرکی العرب وجعل لهم الجعل العظیم لحرب رسول الله صلعم۔ ص ۶۶

ابورافع نے غطفان اور آس پاس کے مشرکین عرب کو جنگ پر ترغیب دیکر اور آنحضرت صلعم سے جنگ کرنے کی ضرورت دکھلاکر ان لوگون کی ایک بڑی بھیڑ جمع کی تھی۔

جب مدینہ پر اُس حملہ کی طیاریان معلوم ہوئین تو عبداللہ بن عتیک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے سلام بن ابی الحقیق کو اسکے قلعہ کے اندر ہی مار ڈالا[۵۱]۔ سلام کے بعد یہودیون نے اسیر بن زرام کو اپنا امیر بنایا۔ اسکی فتنہ انگیزی کی کیفیت شبلی صاحب ان الفاظ مین بیان فرماتے ہین۔

یہود کی غداری

اسیر نے قبائل یہود کو جمع کرکے تقریر کی اور کہا کہ میرے پیشرو ون نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ مین جو تدبیرین کین وہ غلط تھین۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد صلعم کے دارالریاست پر حملہ کیا جائے اور مین یہی طریقہ اختیار کرونگا“ اس غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل مین دورہ کیا۔ اور ایک فوج گران طیار کی“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبرین پہونچین تو آپنے اس افواہ پر اعتبار نہین کیا بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا کہ خود خیبر جاکر اصل واقعہ کی تحقیق کرین۔ چنانچہ وہ چند آدمیونکو لیکر گئے۔ اور چھپکر خود اسیر کی زبانی اسکی تدبیرین اور مشورے سُن لئے۔ یہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کیے آپنے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمی دیکر خیبر کو روانہ کیا ان لوگون نے اسیر سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو اسلیے بھیجا ہے کہ تم اگر حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تمکو دیدیجائیگی۔ چنانچہ وہ تیس آدمی لیکر خیبر سے نکلا اور احتیاط کی بنا پر یہ مخلوط قافلہ اسطرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے جنمین ایک یہودی ایک مسلمان ہوتا تھا۔ قرقرہ پہونچکر اسیر کے دلمین بدگمانی پیدا ہوگئی اس نے ہاتھ بڑھا کر عبداللہ ابن انیس کی تلوار کھینچنی چاہی۔ انھون نے کہا او دشمن خدا بدعہدی کرنا چاہتا ہے۔ یہ کہکر سواری بڑھائی اور جب اسیر زد پر آگیا تو ایسی تلوار ماری کہ اسکی ران کٹ گئی۔ گرتے گرتے عبداللہ کو بھی زخمی کیا۔ اب مسلمان پیشدستی کرکے یہود پر ٹوٹ پڑے نتیجہ جنگ یہ ہوا کہ یہود ایک کے سوا کوئی نہین بچا۔ یہ آخر سنہ ۶ ہجری یا محرم سنہ ۷ ہجری کا واقعہ[۵۲] ہے۔

---

۵۱ ابورافع کے قتل کے تعین وقت مین بہت اختلاف ہے جیسا کہ جلد دوم مین مذکور ہو چکا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب نے باسناد صحاح سنہ ۶ ہجری سے پہلے بتلایا ہے اور ارباب سیر و تاریخ سنہ ۶ ہجری کا خاص واقعہ ٹھہراتے ہین۔ المؤلف عفی عنہ۔

۵۲ شبلی صاحب قطع نظر ہین۔ یہ تمام واقعات ابن سعد سے منقول ہین۔ بہت سی کتابون مین لکھا ہے کہ عبداللہ ابن انیس نے خود ابتدا کی اور سلام کو قتل کرڈالا لیکن صحیح واقعہ وہی ہے جو ابن سعد سے منقول ہے اور وہی ایسے معرکہ کی وجہ ہو سکتا ہے اشبلی صاحب کو اس نظریہ مین پورا تسامح ہو گیا ہے۔

قوم یہود کی تمام فتنہ انگیزیاں ایک ایک کرکے جلد دوم میں بیان ہو چکی ہیں۔ یہی یہود تھے جو قریش کے ہمزبان ہو کر قبائل عرب کو مخالفت اسلام پر آمادہ اور طیار کرتے تھے۔ ان مخالفانہ تدبیروں اور معاندانہ ترکیبوں کا نتیجہ جنگ احزاب تھی جس میں شکست کا بل اٹھا کر انکے دل بیٹھ گئے لیکن اب بھی انکی غدارانہ فطرت چین سے نہ بیٹھی۔ کفار قریش سے بھی معاملات بنی قریظہ میں ان بن ہو گئی۔ اور ایسی کہ آئندہ رفاقت و حمایت کی کوئی امید باقی نہیں رہی طبعی ناہمواری اور خلقی خونخواری سے فتنہ انگیز طبیعت والوں کا بچنا محال ہو۔ کوئی حالت بھی ہو۔ وہ اپنی نیش زنی اور نیچکنی سے باز نہیں آتے۔

قبائل گرد و پیش کے ساتھ یہود کی سازشیں

جب قریش اور اہل حجاز سے کوئی امید باقی نہیں رہی۔ تو یہودیوں نے خیبر اور اسکے آس پاس کے تمام قبائل و اقوام کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کیا ابن ابی الحقیق یہود ان بنی نضیر کا رئیس۔ مدینہ سے آکر خیبر میں آباد ہوا تھا۔ اس نے یہاں کے مشہور و معروف قلعہ القموص پر قبضہ کر لیا تھا سلام ابن ابی الحقیق جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اس قلعہ کا سردار تھا اس کے قتل کے بعد اسکا بھتیجا کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سردار قبیلہ نامزد ہوا مخالفت اسلام یہودیوں کی خاندانی وصیت تھی جسکی تعمیل ایکے بعد بیٹے پر واجب ہو جاتی تھی۔ سلام بن ابی الحقیق کی سازشوں کے بعد کنانہ نے بھی۔ باپ دادا کی طرح مخالفت اسلام میں بڑی سرگرمی دکھلائی غطفان سے لیکر بنو فزارہ تک کی تمام قوموں کو اسلام کا دشمن بنا دیا۔ کنانہ کی اس تجویز و تدبیر میں خیبر کے تمام یہود شریک تھے۔ اسلیے کہ وہ اسکو اپنے قومی ہستی کا اصل ذریعہ قرار دیتے تھے یہود ادھر یہ سامان کرتے تھے ادھر منافقین مدینہ دربار رسالت کی روزانہ خبریں پہونچاتے تھے اور مسلمانوں کی قلت اعداد عسرت اور کمی سامان کی بنا پر یہودیوں کو انکی کامیابی کا یقین دلاتے تھے۔

منافقین کی فتنہ انگیز تحریر

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان شورشوں کی خبر پہونچتی تھی لیکن آپ برابر سکوت فرماتے تھے سبب خاموشی یہ تھا کہ آپ معاملات کو صلح و آشتی کے ساتھ طے فرما دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپنے ایکبار پھر اسی طرح کوشش فرمائی جسطرح اسیر بن زرام کے وقت میں تجویز فرمائی تھی اسی تجویز کی بنا پر پھر عبداللہ بن رواحہ کو آپنے اہل خیبر کے پاس پیام صلح دیکر بھیجا سفیر رسالت نے نامہ مقدس دیا۔ جواب کا منتظر تھا کہ دفعتاً راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد یہ خبر لایا کہ آنحضرت صلعم خیبر پر عنقریب

بقیہ عبارت صفحہ گزشتہ جو "اسیر" لکھنے کو لکھ گئے "سلام" واقعات میں اسیر بن زرام کی روانگی مدینہ کے حالات لکھ رہے ہیں اور عبداللہ بن انیس کے ساتھ اسکی غداری اور عیاری کے واقعات خود بیان کر رہے ہیں اور حاشیہ کی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن انیس نے خود ابتداً اکیلے سلام کو قتل کر ڈالا یہ کیا ہے سلسلہ بیان میں آپ اوپر لکھ آئے ہیں کہ سلام کے بعد یہودنے اسیر بن زرام کو مسند ریاست پر بٹھلایا پھر اسوقت سلام زندہ کہاں تھا جو قافلے کے ساتھ مار لیا گیا جیسا کہ عبداللہ بن انیس کی سبقت والا واقعہ غلط ہے اسیطرح سلام کی موجودگی بھی جھوٹی ہے اگر آپنے اسیر کی جگہ سلام کا نام خود نہیں لکھا اور صرف سبقت والی روایت کے راویوں کا قول نقل کر دیا ہے تب بھی غلطی کی۔ پہلے آپکو اس امر کی صحت کر دینی تھی بعد سبقت کی حقیقت لکھنی تھی۔
المولف عفی عنہ

لشکر گران لیکر حملہ کرنے والے ہین۔ ہوشیار ہو جاؤ لیکن اسی کے ساتھ کوئی خوف وہراس دلمین نہ لاؤ مسلمانونکی قلیل جماعت تمھاری کثیر جمعیت کا کچھ بھی بگاڑ نہین سکتی۔ تمھارے مقابلہ مین انکو سوائے نقصان کے نفع کی کوئی امید نہین ہے۔

یہود ایک تو فطرتاً یونہی غدار اور خونخوار تھے۔ اب عبداللہ بن ابی سلول کا یہ اشتعال آمیز اور فساد انگیز خط پاکر اور بھی آمادۂ فساد ہوگئے۔ عبداللہ بن رواحہ رنگ بیرنگ دیکھکر مدینہ واپس آئے۔ خط پاتے ہی کنانہ بن ابی الربیع اور ہیود بن قیس قبیلۂ غطفان کے امیر کے پاس چلے گئے۔

بنی غطفان سے سازش رئیس غطفان نے سب حالات کہہ سنکر اسکو نخلستان خیبر کی نصف پیداوار دیے جانیکی شرط پر اپنے ساتھ معاہدہ مین شریک کر لیا۔ غطفان کا ایک قوت دار اور نمودار قبیلہ بنو فرازہ بھی تھا۔ اسکے سردار بھی خیبر مین بلائے گئے کہ شریک ہو کر مسلمانون سے لڑین۔

بنو فرازہ کے پاس آنحضرت کا پیام صلح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے بنو فرازہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر تم یہود کی اعانت سے باز رہو تو ہم وہی شرط تمھارے ساتھ کرنے پر آمادہ ہین۔

معجم البلدان مین باسناد مغازی موسیٰ بن عقبہ تحریر ہے۔

عن ابن شہاب قال کانت بنو فرازۃ ممن قدم علیٰ اھل خیبر لیعینوھم فارسلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یعینوھم وسألھم ان یخرجوھم۔	ابن شہاب سے منقول ہے کہ جب بنی فرازہ اہل خیبر کے پاس انکی حمایت مین آئے تو آنحضرت صلعم نے انکو لکھ بھیجا کہ تم اُن لوگون کی حمایت نہ کرو بلکہ ان سے درخواست کی کہ اہل خیبر کے معاہدۂ دخبر اپنا سے نکل آؤ!!

لیکن بنو فرازہ بنی غطفان کے اغوا اور اہل خیبر کے سطوت وثروت کی وجہ سے اسلام کے پیام کیطرف متوجہ نہین ہوسکے۔

ذی قرد۔ محرم ۷ھ ہجری واقعہ ذی قرد جنگ خیبر کا دیباچہ یا بنی غطفان کی شرکت جنگ کا عنوان ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک خاص چراگاہ ذی قرد مین واقع تھی جسمین آپ کی اونٹنیان ہمیشہ سے چرا کرتی تھین بنی غطفان کے ایک دستہ فوج نے اپنے سردار عبدالرحمٰن بن عیینہ کی تحتی مین حملہ کیا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اونٹنیون کے محافظ تھے۔ انکی والدہ گرامی قدر بھی ہمراہ تھین۔ قزاقان غطفان سے مزاحم ہوئے خونخوار دشمنون نے انھین وہین قتل کر ڈالا گلہ سے ۲۰ اونٹنیان ہانک لے گئے۔ اور انھین کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری کی داغ رسیدہ زوجہ محترمہ کو بھی گرفتار کرلے گئے قریب مین مسلمانون کا بھی ایک دستہ فوج تھا اسکو خبر ہوئی

فوراً لٹیرون کے تعاقب مین پہونچ گیا۔ وہ لوگ دوڑ کر پہاڑ کے ایک درہ مین چھپ گئے۔ چونکہ پہلے سے انتظام کر چکے تھے اسلئے عیینہ بن حصین جو قبیلہ غطفان کا سردار تھا۔ انکی کمک کو پہلے سے طیار تھا اہل اسلام کی موجودہ جمعیت مین سلمہ بن الاکوع بہت بڑے تیر انداز تھے۔ وہ واصباحاہ کا نعرہ مار کر ایک معتدبہ جمعیت اسلامی کے ساتھ مقابل ہوئے اور دشمن کی جماعت کو عین اسی حالت مین کہ وہ اپنے اونٹونکو پانی پلا رہے تھے اپنے تیرونکے نیچے رکھ لیا دشمنون نے تھوڑی دیر تک مقابلہ مین استقلال دکھلائی لیکن پھر سب کے سب بھاگ نکلے مسلمانون نے اپنی سب اونٹنیان چھڑالین اور جناب ابوذرؓ کی بی بی کو بھی مستخلص کرا لیا۔ اور مدینہ مین آکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کر کے عرض کی کہ غطفان سے انتقام کا یہی تو پورا موقع ہے۔ اجازت دیجائے تو دم کے دم مین سب کے سب وہین ڈھیر کر دیے جائین۔

رحمت عالم نے ارشاد فرمایا۔ اذا ملکت فاسجح جب دشمن پر قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو۔

طبری نے اس واقعہ کو خیبر سے کل تین دن پہلے بتلایا ہے جنگ خیبر کے یہی اسباب وقوع تھے جو تفصیل سے بیان کر دیے گئے۔ اور اسمین کوئی کلام نہین کہ غزوات اسلامی مین غزوہ خیبر اپنی اہمیت کے اعتبار سے امتیاز خاص رکھتا ہے۔ اسلیے کہ اس سے پہلے جو معارک اسلامی پیش آئے وہ بھی گو اپنی اپنی مقدار اہمیت سے خاص خاص امتیاز ضرور رکھتے تھے۔ مگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ اُن مین صرف جنگی اور دفاعی نظم امتیاز تھے اور اسمین دفاعی نظام کے ساتھ اسلام کے نظام تسلط و تصرف کے امتیازی اقتدار قائم ہوتے ہین جنکی مثال سے اور غزوات و فتوحات کے کارنامے خالی ہین۔

شبلی صاحب ان الفاظ مین اسکی امتیازی خصوصیت کو دکھلاتے ہین:۔

اب تک جو لڑائیان وقوع مین آئین وہ محض دفاعی تھین، یہ پہلا غزوہ ہے جسمین غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ و دعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سدراہ نہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے، نہ اسکی رعایا بنانے کی ضرورت ہے۔ صرف معاہدہ صلح کافی ہے جسکی بہت سی مثالین اسلام مین موجود ہین لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو اور اسکو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کیلیے تلوار ہاتھ مین لینا پڑتی ہے۔ اور اسکو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے۔ خیبر اسی قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ ہے۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۵۲

غزوہ خیبر جنگ دفاعی تھی

شبلی صاحب نے اس غزوہ کی آخری صورت حال تو بالکل سچی اور صحیح بیان کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عنوان بیان اور آغاز داستان ہی مین ابہام پیدا کر دیا ہے۔ آپکے تمہیدی الفاظ یہ ہین "اب تک جو لڑائیان وقوع مین آئین وہ محض دفاعی تھین یہ پہلا غزوہ ہے جس مین غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔

اس سے پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ سابق غزوات اسلامی کی طرح یہ غزوہ دفاعی نہین تھا دوم یہ کہ ضرورت مدافعت کے برخلاف ملک گیری کی خواہش اور حکمرانی کی داغ بیل قائم کرنے کی غرض و غایت سے یہ غزوہ اختیار کیا گیا تھا۔

جہانتک تاریخ و سیر - احادیث و تفاسیر سے تلاش و اقعات کی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شبلی صاحب کی طبّاعی کا نمونہ ہے جو اصول مسلّمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام میں جو جنگ بلا ضرورت مدافعت اور حکم شریعت اختیار کیجائیگی - وہ جہاد نہ کہلائیگی - بلکہ عام ملک گیری سمجھی جائیگی اسی بنا پر معتقدات کا یہ مسلّمہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام غزوات اصول مدافعت کے موافق جہاد دفاعی کی صورت اپنی رکھتے تھے اور اسی خصوصیت سے جہاد کہلاتے تھے اور اسی لیے غزوہ خیبر سے پہلے جہاد دفاعی کہلائیگا اسکے بعد اسلام کے نظم ملک کا مقدمہ شبلی صاحب نے غضب کیا غزوہ خیبر کو پہلے جہاد کی تعریف پھر دفاعی ہونیکی خصوصیت امتیازی سے نکال ڈالا حالانکہ اسباب وقوع کی تفصیل میں یہود اور اُنکے حلیف بنی غطفان سے خونخوارانہ مظالم جو مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر ٹوٹے - جو بیان فرما چکے ہیں - اور یہ بھی آپ ہی تحریر کر چکے ہیں کہ اُنکے اقدام حملات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُنکے پاس صلح و آشتی کے خود پیام بھیجے تھے اور اُنکے قطعی انکاری جواب پانے پر بھی آپ نے سوائے سکوت و خاموشی کے اور کچھ نہیں کیا اور اسکے بعد تاوقتیکہ وہ لوگ خود سبقت کر کے مسلمانوں پر حملہ آور نہوے اور اُنکی جان و مال کا نقصان نہ کر چکے آپ نے پیش دستی نہیں کی - ربیعہ بن کنانہ اور ابو رافع وغیرہ کی فتنہ انگیزیوں سے جسے آپ خود لکھ چکے ہیں، قطع نظر کر کے ذی قرد کا پورا واقعہ جسکو آپ اسانید و دلائل معتبرہ سے خیبر سے کل تین دن پہلے کا واقعہ ثابت فرما چکے ہیں - آپ کی کتاب میں پوری تفصیل قلمبند ہے کیا اس واقعہ میں حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کا خون ناحق، اُنکی والدہ ماجدہ کی گرفتاری ناقبلے رسول اللہ صلعم کا سرقہ یہود اور اُنکے حلیف بنی غطفان کا پیشدستانہ اور جارحانہ حملہ نہیں تھا۔ کیا ان مظالم و مفاسد کی حیثیت و مقدار آپکے نزدیک نصاب قصاص و نظام دفاع قائم کرنے کیلیے کافی نہیں تھی؟ اور کیا آپکے نزدیک یہود کی اتنی بڑی عظیم الشان طیاری غطفان اور بنو فزارہ کی شرکت حمایت و مددگاری کے کثیر التعداد سامان کی مدافعت و مقابلت اسلام کیلیے ضروری نہیں تھی؟ کیا اُنکی اتنی اور ایسی طیاریان کار دگلو کے حدود تک پہونچکر ضرورت دفاع پیدا کرنیکے قابل نہیں تھیں؟ جب ان تمام مظالم میں یہود اور شرکائے یہود کی سبقت خود آپ کی تفصیلی تحریر سے ثابت ہے، تو پھر غزوہ خیبر کو جنگ دفاعی کی تعریف و تخصیص سے مرفوع القلم فرمانا آپکی خوش فہمی کے سوا اور کیا سمجھا جاسے۔

حالانکہ ارباب سیر و تاریخ پر دفوع اسباب لکھنے پر تبصرہ فرماتے ہوے خود لکھتے ہیں خیبر کا آغاز - اور غزوات کی نسبت ایک امتیاز خاص رکھتا ہے اور اگرچہ ارباب سیر کی نظر اس نکتہ پر نہیں پڑی کہ اس امتیاز کے اسباب کیا تھے تاہم اس واقعہ کی حیثیت امتیازی امور انکی زبان سے بلا قصد نکل گئے ہیں سب سے مقدم یہ ہے کہ جب آپ نے خیبر کا قصد کیا تو اعلان عام کر دیا لا یخرجن منا الا راغب فی الجہاد (ابن سعد) ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ آئیں جو طالب جہاد ہوں۔ سیرۃ النبی صفحہ ۴۸۱

جنگ خیبر کے جہاد ہونیکا اس سے بہتر اور کون ثبوت ہوسکتا ہے جو خاص قول رسالت سے ثابت ہے اب اسکے ساتھ نظام

یہود کے واقعات و اسباب جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ملا لیے جاوین تو پھر اس غزوہ کے جہاد دفاعی ثابت ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔
شبلی صاحب کے اس بیان تمہید کی تنقید اس وجہ سے مجھکو ضروری معلوم ہوئی کہ آپکے اس مبہم بیان سے مخالفین اسلام کو اس تعریض کا موقع مل جاتا ہے کہ خیبر کی جنگ مملوکات و مقبوضات یہود پر قابض ہونے کی غرض خاص سے اختیار فرمائی گئی تھی ورنہ تبلیغ دین اور حفاظت خود اختیاری کی کوئی وجہ قائم نہین کی جاسکتی۔ اسلام نے بلا ضرورت سبقت کرکے یہود کو انکے مقبوضات سے بیدخل کر دیا اور مملوکات سے نکال دیا۔ کونسا عیب ہے جو مخالفین کی نگاہ مین آپکے اس ابہام فی البیان سے منتج ہوکر غزوہ خیبر کے اصلی مقاصد کو مختلف تعریضات و تشنیعات کا اسیطرح ہدف بنا لیتین۔ شبلی صاحب کے محتاط قلم سے ایسی بد احتیاطی سخت افسوسناک ہے۔
اسی طرح شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ اس قاعدے سے تبلیغ اسلام ہے کہ مطابق خیبر اسلام کا پہلا ملک تھا صحیح نہین معلوم ہوتا۔ باعتبار اراضی و آبادی و پیداوار اور آمدنی کے علاقہ خیبر کو ملک کی مبالغہ آمیز تعریف کے اندر لائین۔ تو کسی قدر جائز ہوسکتا ہے کہ اسلیے پہلا ملک ہوسکی جگہ کیسی طرح اسلام کی پہلی ملک نہین قرار پاسکتا اس لیے کہ اس سے پہلے یہود ان بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ کے مقبوضات مثل اراضیات زراعت و نخلستان و مکانات مسکونہ اسلام کی تملیک و تصرف مین آچکے تھے اور بحکم رسالت و بقاعدہ شریعت عام مسلمانون مین تقسیم ہو چکے تھے۔
مضامین تمہید کے آخر مین لکھا گیا ہے کہ غزوات کے خاتمہ کے بعد یہ بحث تفصیل آئیگی کہ ایک مدت تک لوگ جہاد کو عرب کے قدیم طریقہ کے مطابق معاش کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس لڑائی خیبر تک یہی غلط فہمی قائم رہی۔ یہ پہلا غزوہ ہے جسمین یہ پردہ اٹھا دیا گیا اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس لڑائی مین صرف وہ لوگ شریک ہون جنکا مقصد محض جہاد اور اعلاے کلمۃ اللہ ہو۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۵۲۔
آپکے اس مختصرہ سے صحابہ دنیا پسندی سے بری نہین ہوتے بلکہ اس مظاہرہ سے تو شیوع اسلام سے لیکر خیبر موجودہ زمانہ تک تو طمع دنیاوی مین انکا انہماک ثابت ہوتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے بار بار کے تجربے اور مشاہدے کے بعد صحابہ کو انکی اس قصد و خیال سے باز رہنے کے لیے نہایت سختی کے ساتھ ہدایت و عظت فرمائی مگر ویسا کوئی تاکید و تہدید کے بعد بھی صحابہ مین خالص مجاہدین بہت ہی کم نکلے۔ چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل کی یہ روایت شاہد ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال لما كان يوم خيبر اقبل نفر من اصحاب رسول الله صلعم فقالوا فلان شهيد حتى مروا على رجل فقالوا فلان شهيد فقال رسول الله صلعم كلا اني رأيته في النار ثم قال رسول الله صلعم يا ابن الخطاب اذهب فناد في الناس انه

حضرت عمر سے مروی ہے کہ روز جنگ خیبر جب صحابہ آئے اور کہا کہ فلان شخص شہید ہوا۔ اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص شہید ہوا۔ یہ سنکر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا ہرگز نہ کہو میں نے اس شخص کو نار جہنم مین دیکھا ہے بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جا کر لوگون مین منادی کرو کہ سوا مومنین کے

لا یدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرجت فنادیت انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون ۔	کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا حضرت عمر فرماتے ہیں پس میں نے جا کر آنحضرت صلعم کے حکم کے موافق اس بات کا اعلان کر دیا کہ مومنین کے سوا جنت میں کوئی نہ داخل ہوگا بحوالہ تاریخ احمدی صـ۲۱

بحوالہ احمدی صـ۲۱

اگر اس آیت کا اثر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے۔ تو وہ صحابہ کے طبقہ میں ہرگز دیر پا نہ رہا۔ اس لیے کہ دولت اندوزی کی بنا پر ہی جہاد فتوحات رسولؐ کے بعد تمام عرب میں تنہا ذریعہ معاش بنا لیا گیا اور تمام مشاغل قدیم تجارت و فلاحت موقوف متروک کر دیئے گئے۔ اور ان تمام جہاد و سفر کے مقاصد تبلیغ دینی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے اصول حقیقی سے علیحدہ ہو کر صاف صاف ملک گیری اور کھلی کھلی کشورستانی و جہانبانی کے دستور قدیم پر قائم ہو گئے جیسا کہ ہم جلد اول کے تبصرہ میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں ۔

اپنے موجودہ مضامین تنقیدی کو ختم کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آ جاتے ہیں ۔

مذکورہ بالا واقعات غزوۂ خیبر کے اصلی اسباب وقوع ثابت ہوتے ہیں ۔ اور اسلام کی طرف سے اسکی دفاعی صورت قائم کرتے ہیں مذکورہ بالا اسباب وقوع کے سلسلہ میں یہودیوں کی قدیم مخالفت اور معاندت ثابت ہوتی ہے جس کا خونین منظر پہلے ذی قرد میں مسلمانوں کے خون ناحق کا محضر پیش کر چکا ہے خیبر کی جنگ اسلام کی انہیں مخالفانہ حملات کی مدافعت تھی جسکے سامان وہ سالہا سال سے فراہم کر رہے تھے ۔ اور خود تو خود غیر جانبدار اقوام کو بھی اپنی طرف سے اسلام کی مخالفت پر آمادہ و طیار کر رہے تھے

واقعات مندرجہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام مفسدوں کی خبر پا کر بھی اپنی طرف سے کسی مخالفانہ کارروائی کا قصد نہ فرمایا ۔ بلکہ ایک بار نہیں کئی بار خود اپنی طرف سے قاصد بھیج کر اور صلح و آشتی کے خطوط لکھ لکھ کر انکے معاملات کو بمصالحت و بمباہلت طے فرمانا چاہا لیکن یہود کی ناشنوا قوم ناشنوا ہی رہی اور اسنے تجویز رسالت کی اخلاقی خوبیوں کو قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا ۔ اور صاف صاف لفظوں میں انکار کر دیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مایوس ہو کر خیبر کی جنگ مدافعانہ کا اعلان فرما دیا ۔

یہاں ایک امر ضرور ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بخلاف جنگ احد و خندق وغیرہ کے اس جنگ میں مخالف کی حملہ آوری معلوم نہیں ہوتی ۔ بلکہ خود آنحضرت صلعم کا مدینہ سے آٹھ میل خیبر تک لشکر لیجانا ظاہر ہوتا ہے اس لیے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ پھر یہ جنگ دفاعی کیسے کہی جائیگی ۔ اسی شبہ نے غالباً شبلی صاحب کے قلم کو بھی وہ ہو کا دیکر روک دیا ہے ۔

جواب یہ ہے کہ جنگ احد و خندق کی مشکلات نے بتلا دیا تھا کہ دار الاسلام مدینہ میں پہونچکر دشمنوں کے حملات کتنے شدید تکلیف دہ اور ضرر رساں ہو جاتے ہیں اسلیے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے آیندہ ایسے موقعوں پر مخالف کو اپنے قریب آنے کی مہلت دینی بالکل نامناسب اور خلاف مصلحت سمجھ لیا تھا ۔ ذی قرد کے خونخوارانہ حملہ نے جو جنگ خیبر سے کل تین روز

پہلے واقع ہوا تھا آپکی اس تجویز کو حقیقت اور مصلحت کے بالکل مطابق ثابت کر دیا یون تو یہودیون کے حملہ کی خبر مدت سے گرم تھی۔ لیکن ذی قرد کے خونین مناظر نے انکا مشاہدہ کرا دیا تھا اسی وجہ سے جنگ خیبر مین آپنے غنیم کو اتنا وقت نہین دیا کہ وہ مدینہ منورہ پر چڑھ آئین اور شہر کا محاصرہ کر کے اہل اسلام کو محصور و مجبور کر لین بلکہ غزوہ بدر کی طرح ابو جہل کے لشکر کی مد سنتے ہی آپنے مدینہ سے میل آگے بڑھ کر چشمہ بدر پر روک دیا اور بڑی ہمت و استقلال سے اسکو ہزیمت کامل پہونچائی۔ بالکل یہی صورت جنگ خیبر کی تھی۔ وہ غزوہ بدر مشرکان مکہ کے حملات مخالفانہ کی مدافعت کی غرض سے قائم ہوا تھا اور یہ یہودان خیبر کی غدارانہ مفسدہ انگیزی کی تنبیہ و تادیب کی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا۔ مدعائے دفاع دونون مین مشترک تھا اس لیے خیبر کی جنگ بھی جہاد دفاعی ضرور تھی۔

خیبر کی طرف روانگی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محرم سنہ ۷ ہجری مین چودہ سو مسلمانون کی جمعیت کے ساتھ خیبر کا قصد فرمایا منزل صہبا مین پہونچکر راہ بہت ہی پر پیچ اور کج مج پائی گئی۔ زمین تو ناہموار تھی ہی۔ اور صحرائی درختون سے اور جنگلی جھاڑیون سے بالکل پرخار۔ اگرچہ متفرق جادے معلوم ہوتے تھے مگر یہ معلوم ہونا دشوار تھا کہ براہ راست خیبر کو کس جادے سے جانا چاہیے۔ اسلیے دلیل کی ضرورت ہوئی۔

دوسری ضرورت یہ تھی کہ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت یہ تھی کہ لشکر اسلام ایک ایسے قریب اور سہل و جلد پہونچا دینے والے راستہ سے خیبر مین پہونچ جائے کہ غطفان کا قبیلہ یہودان خیبر کے پاس جمع نہ ہونے پائے اور فوج اسلام پہلے پہونچ جانیکی وجہ سے جانبین کی سد راہ ہو جائے۔ انھین ضرورتون کی وجہ سے دلیل بلایا گیا حسیل نامی ایک دلیل پیش کیا گیا اور وہ اجرت پر ہمراہ لیا گیا۔ وہ ایک ایسے مقام پر لے آیا جہان سے مختلف راہین مختلف مقامات پر جاتی تھین آنحضرت صلعم نے فرمایا ان راستون کے نام مجھکو بتلا دو مین جس راستہ کو پسند کرون تم اسی راستہ سے مجھے لے چلو۔ اس نے کہا کہ ایک راہ کا نام حزن ہے۔ آپنے فرمایا مجھے یہ راہ نہ پسند ہے اور نہ مین اس راہ سے جانا چاہتا ہون پھر اس نے بتلایا دوسرے راستہ کا نام شاش ہے۔ ارشاد ہوا یہ بھی نہین۔ پھر اس نے کہا تیسری راہ کا نام حاطب ہے۔ آپنے فرمایا یہ بھی میری راہ نہین ہے اور نہ اس راہ سے جانا مجھے منظور ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہین کہ مجھے تعجب ہوتا تھا کہ وہ شخص دلیل جو نام لیتا تھا۔ وہ حضور کے نزدیک قبیح نکلتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم اس راہ کو کراہت سمجھتے تھے لیکن ایک ہی راہ باقی تھی۔ دلیل نے عرض کی اس راہ کا نام مرحب ہے۔ آپنے فرمایا مجھے اسی راہ سے لے چل کہ مجھے اسی سے کام ہے۔ حضرت عمر نے خفا ہو کر دلیل سے کہا کہ تو نے پہلے ہی کیون نہ اس راہ کا نام لے لیا اور اتنی دیر تک کیا لگا رہا۔

منزل صہبا سے کوچ

موکب رسالت منزل صہبا سے اٹھکر اسی راستہ سے خیبر کیطرف چلا۔ اکثر سفر کیا جاتا تھا اور دن کے وقت لشکر کو آرام لینے کے لیے ٹھہرا دیا جاتا تھا۔ راہ کٹنے کے لیے صحابہ مجاہدین اور تمام اسلامی بہادرین بلکہ انکے شتربان تک حدی خوانیان رجز خوانیان کرتے جاتے تھے جو سننے والونکی لطافت اور نیز سہولیت مسافت

ومسافرت کا باعث ہوتا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان اشعار سے محظوظ ہوتے تھے۔ حدی خوانون
عامر بن الاکوع بہت مشہور تھا اسکے اشعار یہ تھے۔

اللّٰھم لو انت ما اھتدینا — اے خدا اگر تو ہدایت نہین نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
ولا تصدقنا ولا صلینا — نہ خیرات کرتے اور نہ روزہ نماز ادا کرتے
فاغفر فداء لک ما اتقینا — ہم تجھ پر فدا ہون ہم جو تیرے احکام بجا نہین لاتے
والقین سکینۃ علینا — تو ان کو معاف فرما دے اور ہم پر تسلی نازل فرما
انا اذا صیح بنا اتینا — ہم جب فریاد مین پکارے جاتے ہین۔ تو ہم پہنچ جاتے ہین
وثبت الاقدام ان لاقینا — اور جب مقابلہ ہو تو ہمکو ثابت قدم رکھ۔ لوگون نے
وبالصیاح عولوا علینا۔ — پکارکر ہم سے استغاثہ چاہا ہے۔

یہ اشعار صحیح بخاری مین نقل کئے ہین مسند بن حنبل مین یہ اشعار زیادہ ہین۔

ان الذین قد بغوا علینا — جن لوگون نے ہم پر دست درازی کی ہے جب وہ کوئی
اذا ارادوا فتنۃ ابینا — فتنہ برپا کرنا چاہتے ہین تو ہم ان سے دبتے نہین ہین
ونحن عن فضلک ما استغنینا — اور اے خدا ہم تیری عنایت سے بے نیاز ہین سیرۃ النبی صفحہ ۲۵۲

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباد بن بشر انصاری کو طلیعہ فوج اسلامی بنا کر روانہ کیا اور
مخالف کی خبر رسانی کیلیے تاکید فرما دی حسن اتفاق سے بشر بن عباد کو آگے جا کر تھوڑے ہی دور خیبریون کا ایک
جاسوس مل گیا جسے عباد نے فوراً گرفتار کر لیا۔ اس سے استفسار حال کیا تو اس مکار نے پہلے حقیقت حال پر پردہ ڈالا۔
اور کہا میرا اونٹ گم ہو گیا ہی۔ اسکو تلاش کر رہا ہون بشر بن عباد نے بہت سی ایسی حرکتین دیکھی تھین اسکی حیلۃ الوقتی پر
کوئی اعتنا نہ کی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تنبیہہ و تادیب پر مستعدی دکھلائی اور اس سے پوچھا کہ خیبریونکی کیا خبر ہے۔
اس نے کہا کہ مین صرف اتنا جانتا ہون کہ یہود ابن قیس نے کنانہ بن ابی الحقیق کو تو غطفان کے پاس بھیجکر
حمایت کے لیے بلایا ہے اور عیینہ بن بدر سلاح پوش جو انون کی جماعت ہمراہ لیکے ساتھ خیبریون پہونچ گیا ہے۔
سب ملا کر خیبریون اسوقت دس ہزار فوج مسلمانون سے مقابلہ کیلیے تیار ہے۔
عباد تو پہلے ہی جان گئے تھے کہ یہ خیبریون کا جاسوس ہے۔ مگر وہ خوف جان سے اظہار حال نکرسکا عباد نے
چشم نمائی کی تو اس نے صاف صاف لفظون مین پھر کہا کہ میری جان بخشی کر دیجائے تو مین حقیقت حال عرض کرونگا
عباد بن بشر نے اسکی استدعا قبول کر لی۔ اس نے سب سے پہلے اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کیا پھر کہا کہ باوجود دس ہزار

سلاح پوش جوانون کے موجود ہونے کے بھی یہودان خیبر بنی نضیر و بنی قریظہ کے معاملات کو پیش نظر رکھکر اہل اسلام سے سخت ہراسان ہو رہے ہین۔ اگرچہ مدینہ کے منافقین نے انکے پاس کہلا بھیجا ہے اور بہت کچھ اطمینان دلایا ہے کہ تم کو مسلمانون سے ذرا بھی ڈرنا نہین چاہیے۔ تمہاری جمعیت کثیر کے سامنے انکے مٹھی بھر آدمی کچھ کام نہین کر سکتے۔ تمہارے پاس لشکر اور سامان جنگ بھی افراط سے ہے۔ انکے پاس تو لڑنے کو ہتیار بھی کافی نہین ہین پھر تم کیون دبنے لگے؟ اس اطمینان و سامان سے بھی خیبر والون کو تسکین نہین ہے سب کے سب یہیے ہی مخوف ہین۔ وہ نہین ارے خوف کے سنکھے لگے ہین۔ اب خیبر والون نے مجھے خاصکر مسلمانون کی تعداد لشکر دریافت کرنے کو بھیجا ہے۔ یہ حال سنکر بشر ابن عباد مجھکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین لے آسے۔

بارگاہ رسالت مین غنیم کا جاسوس

جاسوس بارگاہ رسالت مین حاضر ہوا۔ بشر ابن عباد نے روئداد عرض کی حضرت عمر نے واقعہ سنکر عرض کی کہ اسکی گردن اتار لی جائے بشر ابن عباد بولے یہ نہین ہو سکتا مین اسے امان دیکر لایا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بشر ابن عباد سے ارشاد فرمایا کہ اسکو بآرام تمام اسوقت تک اپنی حراست و حفاظت مین رکھو جبتک کہ اسکے بیان کی صداقت نہ ہوجائے چنانچہ جب آپ خیبر مین پہونچ گئے تو وہ خود مسلمان ہو گیا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۔ افسوس ہے کہ حضرت عمرؓ کی عجلت و مداخلت علی الاکثر قبل از وقت کام کرنا چاہتی تھی در آیہ و اقی ہدایہ و اللہ اعلم ان کنتم لا تعلمون کے مفاو پر جناب کی توجہ بہت کم رہتی تھی۔

میدان جنگ کی تبدیلی حباب ابن منذر کا مفید مشورہ

موکب سالت وادی حرضہ کی راہ سے خیبر کی طرف بڑھا اور قریب خیبر پہونچکر ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ تو حباب بن منذر جو معارک جنگ کے بڑے تجربہ کار بزرگ تھے خدمت اقدس مین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر حکم خدا کے رو سے یہان قیام فرمایا گیا ہے تو مجھے کوئی عذر نہین اور اگر یونہین قیام کیا گیا ہے تو مجھے کچھ عرض کرنیکی اجازت دی جائے۔ آپنے ارشاد فرمایا نہین۔ مین نے خدا کے حکم سے یہان قیام نہین کیا ہے۔ بلکہ یونہین اُتر پڑا ہون۔ حباب نے عرض کی کہ یہ مقام یہود کے قلعہ نطاۃ سے اتنا قریب ہے کہ ہماری آوازین انکی سماعت تک پہونچ سکتی ہین لیکن ہم انکی باتون کو نہین سُن سکتے۔ اسی طرح اُن کے پتھر بلا مزاحمت ہم تک آسکتے ہین لیکن ہمارے پتھر اُن تک نہین پہونچ سکتے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ ہم پر انکا قابو ہر طرح حاصل ہو سکتا ہے اور ہمارا ان پر نہین۔ اسکے علاوہ یہ غدار اور خونخوار قوم جس طرح شبخون کی عادی اور مشاق ہے وہ معلوم ہے۔ اس لیے انکی اس خونخواری کی طرف بھی خاص اندیشے لگے ہین۔ ان تمام باتون سے بھی قطع نظر کی جائے تاہم یہ مقام بالکل نشیب مین واقع نظر آتا ہے اور چارو نطرف

سالہا سال کی غلاظت اور عفونت سے بھرا پڑا ہے یہ ممکن نہیں کہ مجاہدین اسلام یہاں قیام کرین اور انکی صحت قائم رہ جائے جناب کی اس مفید تجویز سے آنحضرت صلعم نے اتفاق فرمایا اور محمد بن مسلمہ نے حباب بن منذر کی ہدایت کے مطابق مقام رجیع کو جو وہان سے قریب تھا پسند کیا۔ چنانچہ لشکر اسلام وہان سے اٹھکر مقام رجیع مین خیمہ زن ہوا۔

(روضۃ الاحباب صفحہ ۳۹۲)

شبلی صاحب سیرۃ النبیؐ مین لکھتے ہین۔

چونکہ معلوم تھا کہ بنی غطفان خیبریون کی مدد کو ضرور آئین گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام رجیع مین فوجین اتارین جو غطفان اور خیبر کے بیچ مین ہے اسباب باربرداری خیمہ خرگاہ اور مستورات یہین چھوڑ دی گئین اور فوجین خیبر کی طرف بڑھین غطفان یہ سنکر کہ اسلامی فوجین خیبر کی طرف بڑھ رہی ہین ہتھیار سجکر نکلے لیکن آگے بڑھکر جب انکو معلوم ہوا کہ خود انکا گھر خطرہ مین ہے تو واپس چلے گئے طبری مین ہے۔

ان غطفان لما سمعت بمنزل رسول اللہ صلعم من خیبر جمعوا ثم خرجوا لیظاھروا یھود علیہ حتی اذا ساروا منقلۃ خلفھم فی اموالھم واھالیھم حسا ظنوا ان القوم قد خالفوا الیھم فرجعوا الی اعقابھم فقاموا فی اھالیھم واموالھم وخلوا بین رسول اللہ وبین خیبر ۔ ص ۱۵۷۵

جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی خبر غطفان کو پہونچی تو سلاح جنگ سے سجکر یہودیون کی حمایت مین نکلے لیکن پھر انکو اپنے مال و اہل و عیال کی تباہی و بربادی کا [illegible] سوجھی کہ قوم یہودیان سے خلاف معاہدہ تو کہین [illegible] جاکر اپنے اہل بچون مین بیٹھ رہے اور جناب رسول خدا صلعم و اہل خیبر کے باہم مقابلہ کے لیے راہ خالی کر دی۔

رایت خیبر مین حضرت عائشہ کی چادر کا علم ہوا

عرب مین اظہار مفاخرت و مسابقت ہمیشہ سے ہر قبیلہ اور عشیرہ کا نصب العین تھا اور زندگی قومی اور سیاسی امور مین اسکا اجرا و ذکر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ قدیم الایام سے عرب کے تمام اقوام و قبائل نے ان امور کے اظہار کے لیے ایک خاص شعار اور نشان مقرر کر لیا تھا انکی انھین تخصیصی علامات مین علم و رایات بھی تھے۔ جو تمیز قبائل و اقوام کے ضروری [illegible] جاتے تھے اسکا دستور سفر کے وقتون مین بھی سب سے زیادہ ضروری تھا جلد دوم مین اسکی اہمیت تفصیل سے بیان ہو چکی ہے عرب کے جلیل القدر مناصب مین لواء کا بھی ایک خاص امتیازی منصب تھا۔ اور صاحب اللواء قافلہ مین معزز اور ممتاز عہدہ دار شمار ہوتا تھا۔ لواء قومی کی ترتیب بھی سردار قوم کے مخصوص ہاتھون سے ہوتی تھی۔ اور لوائے قومی ایک خاص عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ قریش کے لواء قوم کی ترتیب سوائے بنی ہاشم کے کوئی دوسرا نہین کرسکتا تھا ہم اس منصب خاص کی تفصیل قصی کے زمانہ سے لیکر حضرت عبد المطلب کے وقت تک جلد دوم مین بیان کر چکے ہین۔

اس منصب کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ واقعہ احد میں علمداران کفار میں ایک ایک کرکے جب سب کا خاتمہ ہو گیا تو آخر خاندان بنی عبدالدار کے ایک غلام نے صرف انکے خاندان کے غلام ہونے کی عزت کے باعث قریش کی علمداری کا منصب پایا لیکن جب حضرت علی مرتضیٰ کی تیغ آبدار نے اسکو بھی قتل کر ڈالا تو علقمہ نامی خاندان بنی عبدالدار کی ایک عورت نے وہ علم اٹھا لیا۔ اور اس صنف نازک کی یہ قوت و جگرداری دیکھکر جوانان قریش کی گرمجوشیوں میں ایک نیا ہیجان پیدا ہو گیا۔

ان واقعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عرب میں علم و رایت ایک قومی علامت امتیاز ہے اور انکا علمبردار افراد قوم کا ممتاز ممبر ہے لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عظمت و اقتدار اسی علم و لوا کے ساتھ مخصوص ہے جو معرکہائے جنگ میں آراستہ کیا جاتا ہے۔ عام تجارتی کاروان یا دیگر قومی اور ملکی قافلوں کے ساتھ جو علم ہوتے تھے وہ نہ اسقدر معزز خیال کیے جاتے تھے اور نہ ان کے علم اراستہ رتبہ اعزاز عرب کے خاص محاورے میں ایسے علموں کو رایات کہتے تھے لیکن یہ علم جو غنیم سے مقابلہ و مقاتلہ کے وقت اعزاز قوم کا نشان امتیاز بنا کر ساتھ لیا جاتا تھا وہ لوا کہلاتا تھا۔ اور مجازاً رایت بھی بولا جاتا تھا چنانچہ زرقانی لکھتے ہیں۔

فصرحوا بما عن اللغويين بترادف الراية واللواء وهو العلم الذي يحمل في الحرب لكن روى احمد وترمذي عن ابن عباس والطبراني عن بريدة وابن عدي عن ابي هريرة قالوا كانت راية رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سوداء ولواءه ابيض

اہل لغت رایت و لوا کو باہم مترادف ٹھہراتے ہیں اور اس علم کا نام بتلاتے ہیں جو موقع جنگ پر آراستہ کیا جاتا ہے لیکن امام احمد۔ ترمذی حضرت ابن عباسؓ اور طبرانی بریدہ سے اور ابن عدی ابوہریرہ کے اسناد سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے رایت کا رنگ سیاہ تھا اور لواء کا سفید۔

صفحہ ۲۵۶

شبلی صاحب کی موقع شناسی اور وقت رسی البتہ قابل تعریف ہے! یہ مطلب کا ایک شوشہ ملنا چاہیے دم کے دم میں مسلسل مضمون طیار۔ چونکہ اس غزوہ میں منصب علمداری کی تفویض ایک شرف خاص و امتیاز تخصیص رکھتی ہی اور وہ حسن اتفاق سے ایک ایسے ذی قسمت بزرگوار کی خوش تقدیری کا حصہ ٹھہری ہو جو آپکی طبع نفیس کے نزدیک مطبوع و ممدوح نہیں اس لیے ابتدا ہی سے اس تخصیص کو بھی محض معمولی واقعات کے نقل کا پردہ ڈالکر تعمیم و معمول کے عام تمثیلی صورت میں دکھلانے کی کوشش فرمائی گئی ہو اگر ان نقش و نگار مصنوعی پر تقینیات قیاس بھی کر لیا جائے تاہم آپکے مفید مطلب نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ جس علم مخصوص کو امتیاز خاص حاصل تھا وہ آپ ہی کے اقراری الفاظ سے ایک فرد جداگانہ ثابت ہوتا ہے آپکے الفاظ یہ ہیں۔

غرض آپ غطفان اور یہود کے حملہ کی مدافعت کے لیے مدینہ سے محرم ۷ھ میں سباع بن عرفطہ انصاری کو مدینہ کا افسر مقرر کر کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہ ساتھ تھیں۔ فوج کی تعداد ۱۶ سو تھی ۲۰۰ سوار اور باقی پیدل تھے۔ اس وقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ نے تین علم طیار کرائے۔ دو حباب ابن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہ کی چادر سے طیار ہوا تھا جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا۔ (سیرۃ ج ۲ ص ۴۵۲)

شبلی صاحب کے مندرجہ بالا طلسم الفاظی کی پہلے قلعہ کشائی کر لی جائے تو اس کے بعد حقیقت کی جلوہ نمائی کی جائے گی آپ فرماتے ہیں اس وقت تک لڑائیوں میں علم کا دستور نہیں تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں" چھوٹے بڑے سے بحث نہیں۔ آپکے پہلے فقرہ عبارت کے بعد دوسرے ہی فقرہ سے ثابت ہے کہ لڑائیوں میں علم کا رواج و دستور قدیم تھا۔ افسوس ہے کہ آپ اپنے غلط دعویٰ کی شان بیان میں واقعیت کیطرف ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتے۔

اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ اس وقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا۔ تو بتلایا جائے کہ امارت مکہ اور خدمات کعبہ کے ذکر میں منصب لواء جو قریش کے منصبہائے عظیم و قدیم کی فہرست میں ایک خاص جدول کے اندر سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۱۵۵ پر لگایا گیا ہے اور اسکو خاندان امیہ کا عموماً اور ابوسفیان کا خصوصاً الطغرا بنایا گیا ہے۔ کیا ہے؟ بتلایا جائیگا۔ شاید ان سے وہی چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں مراد ہوں۔ تب بھی تو قوم و ملک میں علم کا دستور ثابت ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ایک بڑے نشان کی صورت میں ہو۔ یا ہاتھ بھر کی جھنڈی کی قد و قامت میں۔

اگر معرکہائے جنگ میں اسکی عدم موجودگی مخصوص ہے تو آپ خود ظہور اسلام سے سابق زمانہ میں حرب الفجار کے سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلہ میں ہوئی۔ قریش کے تمام خاندانوں نے اس معرکہ میں اپنی اپنی الگ فوجیں طیار کی تھیں۔ آل ہاشم کے لیے علمبردار زبیر ابن عبدالمطلب تھے جب لڑائیوں میں علم کا دستور ہی نہیں تھا تو یہ علم اور علمدار کہاں سے نکل آئے۔ (سیرۃ النبی ا ص ۱۲۲)

پھر ظہور اسلام کے خاص ایام میں اور مخصوص غزوات میں غزوۂ خیبر سے پہلے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے دست مبارک سے متعدد علم آراستہ فرما کر مختلف ممتازین اسلام کو عنایت کرنا تمام حدیث و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جنگ احد کے اسلامی علمداروں کے نام امام قسطلانی نے یہ بتلائے ہیں۔

وعقد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثلاثۃ الویۃ لواء للاوس بید اسید بن الحضیر ولواء للمھاجرین بید علی بن ابیطالب

(جنگ احد میں) آنحضرت صلعم نے تین علم طیار فرمائے۔ قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کو۔ اور مہاجرین کا علم حضرت علی بن ابیطالب

وقیل بید مصعب بن عمیر ولواء الخزرج بید الحباب بن منذر وقیل بید سعد بن عبادۃ (زرقانی جلد دوم ص ۲۲۸)

اور بعض کہتے ہیں مصعب ابن عمیر کو۔ اور قبیلہ خزرج کا علم حباب بن منذر کو اور بعض کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کو عنایت فرمایا۔

اب تو شبلی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ انعقاد علم کا رواج عرب میں۔ ایام جہالت سے لیکر اسلام کی اشاعت تک برابر جاری رہا۔ تو پھر آپکے یہ دونوں دعوی کہ اسوقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا اور یہ خیبر پہلا مرتبہ ہے کہ آپ نے تین علم طیار کرائے" کسقدر واقعیت اور حقیقت کے خلاف ہو کر لغو ثابت ہوتا ہے۔

اب یہ دیکھنا اور دکھلانا باقی رہگیا ہے کہ شبلی صاحب کو ایسی لغو خامہ فرسائی کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ ضرورت تو وہی ثابت ہوتی ہے جسکی طرف ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ خیبر کے علم میں بمقابلہ دیگر علمہاے معارک اسلامی کے ایک خاص شرف اعزاز اور شان امتیاز تھی۔ اور وہ حقیقت و واقعیت کے اعتبار سے ایک ایسے بزرگوار کا خاص طور پر معیار فضیلت ثابت ہوتی ہے جسکو آپ کسی امتیازی و اختصاصی نگاہ سے نہ خود دیکھنا چاہتے ہیں اور نہ کسی کو دکھلانا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ خاص سے پہلے منصب لواء کو انکاری پھر استخفافی الفاظ میں مٹانا اور گھٹانا چاہا۔ اول تو معارک جنگ میں سرے سے اسکے وجود ہی سے یہ کہکر انکار فرمایا کہ اسوقت تک لڑائیوں میں اسکا دستور ہی نہ تھا لیکن فوراً اسکی قدامت اور مرویات میں اسکے ذکر متواتر و متکاثر کا خیال ثانی آگیا تو اسکی عظمت اور اہمیت کو استخفاف کے درجہ تک گھٹا کر ان لفظوں میں بیان کیا کہ چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں"۔ ان تمام لفظی قلعہ بندیوں کا مدعاے خاص یہ تھا کہ لواے جنگ اور صاحب لوا اور خصوصاً صاحب لواے خیبر اسکے اعزاز خاص کا اثر ناواقف مسلمانوں کے دل پر نہ پڑنے پائے۔ اور وہ لواے خیبر کے روحانی عظمت و اقتدار کو تعمیم کے اصول معمول سے بڑھا کر خصوصیت کے مرتبہ تک نہ لیجائیں کیونکہ ایسا یقین و اعتقاد آپکے اس مدعاے حقیقی اور منشاء اصلی کے بالکل خلاف ثابت ہوگا جس کی بنا پر مجلدات سیرۃ النبی کی تصنیف کی ضرورت آپکو واقع ہوئی ہے۔

شبلی صاحب کے دونوں بیان دعویوں کی لغویت ثابت کر دی گئی۔ اب آپ کی ایک نئی قلمکاری ملاحظہ کی جائے۔ سابق عبارت کے آگے لکھتے ہیں۔ "دو علم حباب بن منذر اور سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہ کی چادر کا طیار کیا ہوا تھا۔ جناب امیرؑ کو مرحمت ہوا"۔

چونکہ اس غزوہ میں تفویض علم سے جناب امیر علیہ السلام کا خاص اعزاز و امتیاز ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے شبلی صاحب کی طبع نازک پر انکی یہ شان اعزاز ناگوار گذری لیکن چونکہ یہ واقعات اعزاز و امتیاز خاص متواترات کے درجوں سے بڑھکر یقینیات تک پہونچ ہوئے تھے اس لیے ان سے انکار تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ہاں قلمکاری

ہوسکتی تھی اور وہ اسطرح کی گئی جناب امیر علیہ السلام کے اس نشان اعزاز و اختصاص میں بوئے حضرت عائشہ کی شرکت کا پیوند لگا دیا گیا۔ مدعا یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دامن فضائل مخصوصہ پر شرکت وتعمیم کا ہلکا سا رنگ آجائے ؎

بہر رنگیکہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم

پہلے تو اس روایت کی حقیقت اور شبلی صاحب کے اصول نقل و استنباط کے نیرنگ ملاحظہ ہوں۔ یہ روایت مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی نے علامہ دمیاطی کی سیرۃ دمیاطی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ امام قسطلانی کا شمار محدثین میں ہے اور دمیاطی کا صاحبان سیرۃ میں سوائے اس ایک محدث اور اس ایک اہل سیرۃ کے۔ نہ کسی اور محدث نے روایت حضرت عائشہ کی تصریح کی ہے نہ کسی اور اہل سیرۃ نے طبری۔ ابن ہشام ابن سعد۔ ابن اثیر۔ ابو الفدا وغیرہم سیرت و تاریخ کی اتنی کتابیں بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند امام احمد حنبل۔ مشکوٰۃ وغیرہم احادیث کی اتنی کتابیں موجود ہیں۔ کسی میں تو اس تصریح کا نشان نہیں۔ نہیں معلوم دمیاطی کو یہ تصریح کس حوالہ سے پہونچی۔ ضرور ہے کہ یہ خبر منفرد و موضوع عہد معاویہ کی موضوعات کے حواشی میں داخل ہو۔ ورنہ کیا معنی کہ تفاسیر۔ احادیث۔ سیرت اور تاریخ اسلامی کے اتنے بڑے بڑے خوش عقیدہ مؤلفین و مصنفین حضرت ام المومنین کی ایسی فضیلت خاص کے استفہام و استشہار سے سعادت اندوز نہ ہوتے۔

اسی لیے شبلی صاحب کے مقرر کردہ معیار و اصول نقل و استنباط کے موافق تو یہ روایت کبھی نقل و ذکر کے قابل ہی نہیں تھی۔ کیونکہ صاحبان صحاح میں سے اسکو کسی نے نہیں لکھا۔ سیرت کے نقول آپکو قبول نہیں۔ کیونکہ درجہ استناد میں سیرت کا پایہ صاحبان حدیث سے فروتر رکھا گیا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے اپنے اصول مقررہ کے خلاف اس روایت کی نقل و استنباط پر کیسے جرأت کی جو نہ کسی صحیح میں ہے نہ کسی مسند میں۔ مواہب لدنیہ میں سیرۃ دمیاطی سے نقل کی گئی ہے اور آپ خود ان دونوں کتابوں کی مجہولیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

مواہب لدنیہ مشہور کتاب ہے۔ اور متاخرین کا یہی ماخذ ہے۔ اسکے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں۔ دیباچہ صفحہ ۲۷ کیا عجب کہ یہ تصریح بھی انہیں موضوعات میں ہو۔

سیرۃ دمیاطی کے متعلق تحریر ہے کہ مصنفین سیرت میں سے بعض لوگوں نے اس نکتہ کو سمجھا اور جب احادیث کی چھان بین کی تو انکو تسلیم کرنا پڑا کہ اُن کی (دمیاطی) کتابوں میں بہت سی روایتیں صحیح حدیث کے خلاف درج ہوگئی ہیں۔ لیکن چونکہ انکی تصنیف پھیل چکی تھی اس لیے اصلاح نہ ہوسکی۔ حافظ ابن حجر ایک موقع پر دمیاطی کا ایک قول نقل کرکے لکھتے ہیں۔

ودل ھذا علی انہ کان یعتقد الرجوع عن — یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر واقعات جن میں دمیاطی نے

کثیر مما وافق فیہ اہل السیرۃ وخالفت الاحادیث الصحیحۃ وان ذلک کان من قبل تصنیفہ منہا والرجوع نسخ کتابہ وانتشارہ لم یتمکن من تغییرہ۔

اہل سیر کی موافقت اور صحیح حدیثون کی مخالفت کی تھی۔ اپنی سے رجوع کیا لیکن چونکہ انکی کتاب کے نسخے تمام پھیل گئے تھے اس لیے اُن کی اصلاح نکر سکے۔ سیرۃ النبی۔ دیباچہ ص۴۱۔

باوجود اتنی مذکورہ بالا خامہ فرسائی کے پھر آپنے انھین دونو نا قابل استناد کتابون کے حوالون پر اعتبار کیا طرفہ یہ ہے کہ آپکو اسکے حوالے دیتے وقت صحیحین بخاری و مسلم کی ساتھ خوش اعتقادی اور ذہنی اعتمادی کا بھی خیال نہ آیا۔ آخر کیون؟ صرف اسلیے کہ استخفاف فضیلت علیؑ اور اظہار فضیلت عائیشہ کی ضرورت پیش تھی اور یہ دونون ضرورتین ایسی شدید و ناگزیر تھین کہ انکی نقل و تحریر کے آگئے۔ اگرچہ اپنے معیار مقررہ سے اختلاف ہو اقرار رقم کردہ سے انحراف ہو۔ کچھ بھی ہو اعراض و تغافل اور تسامح و تساہل ممکن نہین تھا سبق آموزی بخاری کا یہ پہلا قاعدہ ہے۔

بہر حال ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ آپ کی یہ قلمکاری بھی آپکے مفید مطلب نہین ہوئی کیونکہ جس علم کو آپ نے علم نبوتؐ لکھکر تمام مسلمانون کو خیبر کے لواے بشریہ پر گمان کرنے کا دھوکا دیا ہے وہ اصل مین وہی رایت تھا جو قافلہ اور لشکر کی جمعیت عام مین امتیاز قوم و قبائل کی ضرورت سے ہمراہ لیا جاتا ہے نہ حقیقتًا وہ علم مبارک اور وہ لواے مقدس تھا۔ خیبر مین جسکے اشتیاق حصول مین تمام ممتاز ین صحابہ کو شب بھر سخت اضطراب و بیقراری اور اختر شماری مین کٹ گئی۔ علامہ زرقانی کی مرقومۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

روی احمد والترمذی عن ابن عباس و الطبرانی عن بریدۃ وابن عدی عن ابی ہریرۃ قالوا کانت رایۃ رسول اللہ صلعم سوداء ولواءہ ابیض وزاد ابو ہریرۃ مکتوب فیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہو ظاہر فی التغایر فلعل الفرق بینہما عرفیۃ قال الحافظ و فی المصباح لواء الجیش علمہ وہو دون الرایۃ وقال الدمیاطی وکانت متسائف فی جواب سوال نشا من ذکر الرایات ہو ما کانت رایتہ فقال کانت رایۃ النبی صلعم السوداء من برد لعائشۃ رض والاولی سوداء بالتنکیر

امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے بریدہ سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے رایات سیاہ تھے۔ اور لواے فوج آپ کا سفید تھا۔ اور ابوہریرہ نے اس مین یہ اضافہ کیا ہے کہ اسپر لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ یہ قول ابن حجر کا ہے۔ اور مصباح مین منقول ہے کہ لواے فوج آپ کا علم کہلاتا تھا اور وہ آپکے رایات سے علیحدہ تھا۔ دمیاطی نے اُن لوگون کے سوال کے جواب مین کہا ہے جو آنحضرت صلعم کے رایات کے بارے مین پوچھتے ہین کہ وہ (رایت) سیاہ تھا اور حضرت عائشہ کی چادر سے بنا تھا۔ زرقانی لکھتے ہین کہ سیاہ رنگ کا ہونا بالتنکیر

کما قال الصحابۃ الثلاثۃ لان لم یتقدم ذکرھا وکانت تسمی العقاب ۔

زرقانی جلد دوم صفحہ ۲۵۶ مصر

یعنی بالعموم ہے اسلیے کہ آپکے تمام رایات سیاہ ہوا کرتے تھے جیسا کہ تین صحابہ کے اقوال سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور اُن میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت کو مقدم نہیں کیا ۔ اور وہ علم وہ تھا جس کا نام عقاب تھا ۔

مگر شبلی صاحب ہیں کہ بخلاف اتباع صحابۂ کرام ذکر رایات کو مقدم کرتے ہیں صرف اس لیے کہ فضیلت حضرت عائشہ الم نشرح ہو اور آپ کی چادر کے نیچے علم والد خیبر کے فضائل مخصوصہ چھپ جائیں ۔ یا کم سے کم حضرت علیؑ کی فضیلت مخصوصہ میں جناب عائشہ بھی شریک ہو جائیں ۔ اول تو علامہ زرقانی کی شرح و معانی سے جس علم کی تفویض نے جناب امیر علیہ السلام کو شرف مخصوص بخشا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سیاہ علموں سے بالکل جدا تھا اور وہ سفید تھا اور وہ معارک جنگ کیلیے مخصوص تھا ۔ اور اس کا نام عقاب تھا ۔ اس علم خاص کے علاوہ جو سیاہ رنگ والے علم تھے وہ رایات کہے جاتے تھے اور قوم و قبیلہ کی تمیز و شناخت کے لیے ہمراہ لیے جاتے تھے ۔ انھیں رایات میں سے جو جمعیت خیبر کے موقع پر ساتھ لیے گئے تھے ممکن ہے کہ ایک میں حضرت عائشہ کی ردا پھریرہ کی جگہ لگا دی گئی ہو ۔ اگرچہ بالکل خلاف قیاس اور خلاف واقعہ ہے اسلیے کہ زرقانی نے تم اسکو بھی لکھ کر صاف کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے رایات بالعموم سیاہ ہوتے تھے ۔ تو اگر صرف سیاہ رنگ کی وجہ سے رداے حضرت عائشہ کا قیاس کیا جاتا ہے تو پھر یہ مان لینا ہوگا کہ آپکے تمام رایات سیاہ میں حضرت عائشہ کی چادریں لگی تھیں اور یہ محال ہے کہ اتنی ردائیں حضرت عائشہ کے پاس موجود ہوں ۔ کیونکہ آپ خود فرماتی ہیں کہ ازواج پیغمبر میں کسی کے پاس کبھی ایک جوڑے سے زیادہ پہننے کو نہیں رہتا تھا ۔ اس بنا پر حضرت عائشہ کی چادر سے رایات کی آراستگی موضوعات کے حواشی ہیں اور کچھ بھی نہیں ۔

اگر بفرض محال ہم اسکو تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیں تب بھی تو شبلی صاحب کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ ان رایات میں جو کچھ عظمت و برکت تھی وہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسبت سے تھی نہ اس وجہ سے کہ یہ حضرت عائشہ کی ردا کا بنا تھا یا کسی صحابہ کے دامان عبا کا ۔ نہ اس روایت سے کہ سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا یا حباب ابن منذر کے کاندھے پر ۔ ان وجوہ و اسباب کی بنا پر یہ یقین کر لینا چاہیے کہ رایات یا لوایات جنگ کی عظمت و اہمیت جناب رسولخدا صلعم کی نسبت اور یمن و برکت کی بدولت تھی نہ کسی دوسرے کی نسبت و رعایت مخصوص سے ۔

اسی طرح اگر شبلی صاحب کا یہ بیان کہ مدینہ سے روانگی لشکر کے وقت رایات بنا کر دو سعد و حباب کو اور ایک جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا ۔ صحیح بھی مان لیا جاوے ۔ تو حقیقت اور واقعیت صرف اتنی ثابت ہوگی کہ جناب امیر کے

دست اقدس مین جناب رسولخدا صلعم کا رایت مبارک تھا جو آپکے امیر المومنین اور رئیس المہاجرین ہونے کا معیار کامل تھا۔ پھر چند دنون کے بعد جب غزوہ خیبر کا لولے موعود مخصوص زینت دوش مطہر ہوا تو اس رایت برداری و علمداری کی شان والا دو بالا ہوگئی۔ جیسا کہ عنقریب بتفصیل طور پر معلوم ہوگی۔

تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کا ایسا محقق۔ مورخ اور محدث ہو کر ایسی ایسی موضوع اور غیر مفید مرویات سے استدلال فضائل کی بنیاد قائم کرے اور خاصکر ایسی حالت مین وہ ذاتی طور پر خود جانتا ہو کہ جناب امیر علیہ السلام کا ایسا بزرگوار جو بالنفس النفیس اصحاب کسا مین داخل۔ آل عبا مین شامل ہو۔ اور جسکی تصدیق فضائل مین آیۂ تطہیر نازل ہو چکا ہو وہ کسی کی چادر کا کیونکر منت کش ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

خیبر مین داخلہ

شبلی صاحب کی تمہید غیر مفید کی مرقومہ بالا تنقید کو ختم کرکے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اوپر بیان ہو چکا ہے کہ منزل صہبا سے رجیع مین قیام کی جگہ بدل دی گئی۔ یہان ٹھہر کر فوج مین رسد تقسیم کی گئی۔ جو صرف پسے ہوئے ستو تھے یہی خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بھی آگے رکھا گیا آپنے بطیب خاطر پانی مین گھول کر اُسے نوش فرمالیا اور شکر خدا ادا کیا۔ خیبر وہان سے متصل تھا۔ رجیع سے کوچ فرما کر مغرب کے بعد موکب رسالت خیبر مین داخل ہوگیا ہمیشہ سے شہنشاہ رسالت کا دستور تھا کہ جب کسی نئے مقام شہر۔ قریہ یا آبادی مین داخل ہوتے تھے تو مرقومہ ذیل دعائے داخلہ پڑھ لیتے تھے۔

اللھم انا نسئلک خیر ھذہ القریۃ و خیر اھلھا و خیر ما فیھا و نعوذ بک من شرھا و شر اھلھا و شر ما فیھا۔	اے خدا ہم تجھ سے اس قصبہ اور اس قصبہ کے رہنے والون اور قصبہ کی تمام داخلی چیزونکی بھلائی چاہتے ہین اور اس قصبہ اور قصبہ والون و قصبہ کی داخلی چیزونکی برائی کے لیے تجھسے پناہ مانگتے ہین زرقانی جلد دوم و ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۵۶

خیبر کے قلعون کی تفصیل

یہ دعا فرما کر تمام لشکر کو حکم ہوا کہ بسم اللہ کہکر آگے بڑھو خیبر مین رات بھر کامل خموشی و سکوت سے قیام کیا گیا چونکہ رات کو غنیم پر حملہ کرنا فرمان نبوت کے مطابق بالکل ممنوع ہو چکا تھا اسلیے لشکر اسلام نے رات بھر پورے اطمینان سے آرام کیا۔

خیبر مین چھوٹے بڑے ملا کر چھ قلعے تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یکے بادیگرے واقع تھے مورخ یعقوبی نے ان قلعون کے یہ نام بتلائے ہین۔ سالم۔ نطاۃ۔ قصارہ۔ شق۔ جرطلہ اور القموص ان قلعون مین یہود کی مجموعًا بیس ہزار فوج موجود تھی۔

ان تمام قلعون مین قموص نہایت مستحکم محفوظ اور مضبوط مشہور تھا مرحب جسکو یعقوبی یہود کا رستم وستان اور ہزار جوانون کے برابر ایک جوان تسلیم کرتا ہے اسی قلعہ کا قلعہ دار اور یہانکی فوج کا سردار تھا ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلا وطنی کے بعد خیبر پر قابض ہوگیا تھا۔ اسی قلعہ مین رہتا تھا۔ یہود پہلے ہی سے ہوشیار تھے استحفاظ و مدافعت کے انتظام قبل ہی سے درست کر چکے تھے۔ اپنی مستورات کو ان قلعون سے ہٹا کر ایک محفوظ و مستور جگہ مین بھجوادیا۔ اور رسد و غلہ کا ذخیرہ قلعہ ناعم مین رکھوادیا۔ اور فوجین قلعہائے نطاۃ و قموص مین جمع کرادین۔

اس انتظام کے اعتبار سے صرف قلعہ قموص اور نطاۃ مقابلہ جنگ کی ضرورت کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا اور باقی قلعوں کو دوسرے سامانوں کے لیے۔

مقابلہ و مقاتلہ پر یہود کی طیاری اور اسلام کی احتیاط

اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کے استیصال پر وہ اسقدر آمادہ تھے کہ باوجود سخت بیمار و لاغر و ناتوان ہونے کے بھی سلام بن مشکم نصیری نے قلعہ نطاۃ کی قلعہ اری سنبھالی اور وہاں کی فوجیں اسکی ماتحتی میں جنود اسلامی کے مقابلہ کا انتظار کرنے لگیں۔ اتنے متواتر اور عینی واقعات کی موجودگی میں بھی جو ہمہ دم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیش نظر تھے ابتک آپ کا ارادہ کشت و خون کا نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہیں۔ آغاز معاملات سے لیکر اسوقت تک آپ کی خواہش دلی یہی تھی کہ صلح و آشتی کے شرایط پر جانبین سے معاملات طے ہو جائیں لیکن یہود کیطرف سے یہ خونخوارانہ طیاریاں دیکھکر آپ کو انکے معاملات کی طرف سے مایوسی ہو گئی تو چار و ناچار جناب رسول خدا صلعم نے لشکر اسلامی کو طیاری کا حکم دیا۔

علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں۔

ولما تیقن النبی صلعم ان الیھود تحارب وعظ اصحابہ ونصحھم وحرضھم علی الجہاد	آنحضرت صلعم کو جب اسکا یقین ہو گیا کہ یہود ہم سے ضرور لڑینگے تو آپنے تمام مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کی، شرائط و نصاب جہاد بتلائے اور جہاد پر آمادہ کیا۔

چند عورتیں بھی اس غزوہ میں خدمت مجاہدین کرتی تھیں۔

جائزہ لشکر کے وقت چند خواتین اسلامی کو ہمراہ لشکر دیکھکر فرمایا گیا کہ تمہارا آنا کس غرض سے ہے۔ محترمات نے عرض کی مجاہدین کی خدمت کے لیے ہم نے اپنی امکانی قوتوں کی نذر کر لی ہے۔ ایام سکون میں ہم لشکر کے ساتھ چرخہ کاتینگے اس سے جو کچھ مال نیا نصیب ہوگا وہ لشکر کے مصارف میں نذر کرینگے۔ دوران قتال میں مبارزان مجروحین کی خدمت کرینگے انکے زخموں کی مرہم پٹی کرینگے۔ ہمارے ساتھ دوائیں بھی ہیں۔ ان سے علاج کرینگے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان پرہمت خواتین کے مردانہ وار جواب سنکر بیحد متاثر ہوئے اور انکو ہمراہی لشکر کی اجازت دیدی چنانچہ فتح خیبر کے بعد تقسیم غنیمت میں ان عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ دیا گیا۔ یہ مال غنیمت نہ روپے تھے۔ نہ اشرفیاں۔ نہ موتی تھے نہ جواہر۔ بلکہ صرف خشک کھجوریں تھیں جو سر فروش و وفادار مبارزین کو بھی ملیں اور ان خدمت گزار خواتین کو بھی۔

احکام و آداب لشکر

ہم اس سے قبل تمام غزوات اسلامی کی خصوصیات میں لکھکر دکھلاتے آئے ہیں کہ آداب و تہذیب فوج کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ خاص توجہ رکھتے تھے اور عرب کے عام دستور جنگ کے

مطابق شور و غوغا کے خلاف سکوت و خاموشی اختیار کرنے کی لشکر اسلامی کو سخت تاکید فرمائی گئی۔ غزوہ میں ایک دفعہ بعض مبارزین اسلام نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اصول خاموشی کے اعتبار سے ہدایتاً ارشاد ہوا کہ آہستہ آہستہ تکبیر کہو سمجھ لو جسے تم پکارتے ہو وہ گران گوش نہیں۔ اور نہ تمہاری نگاہوں سے دور ہے کہ تمہیں چلا کر پکارنے کی ضرورت ہو وہ تو تم سے بالکل قریب ہے پھر اتنے زور سے پکارنا کیا۔

قلعہ ناعم اسلام کا محاصرہ محمود بن مسلمہ کی شہادت

شبلی صاحب نے بھی یہ دونوں واقعے بخاری باب غزوہ خیبر اور سنن ابو داؤد کے اسناد سے سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۳۵۵ میں تحریر فرمائے ہیں۔ ترتیب فوج سے فراغت پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالف کی طرف سے آغاز جنگ کا انتظار کرنے لگے۔ اس اثنا میں یہود کی طرف سے قلعہ ناعم کی فوج نے لشکر اسلام پر تیر باری شروع کی۔ محمود بن مسلمہ نے لشکر اسلام سے بڑھ کر مخالف کے حملات کو روکا اور بڑی ہمت و دلیری سے انکے خونخوارانہ محاربات کا کلیہ بگاڑ دیا۔ یہاں تک کہ تکان جنگ سے تھک کر دیوار قلعہ کے نیچے دم لینے کے لیے بیٹھ گئے۔ مکاری و غداری یہودیوں کی فطرت تھی۔ وہ ایسا موقع کب چوکنے والے تھے۔ کنانہ بن الربیع نے موقع پاکر اور نامردانگی دکھا کر فصیل قلعہ سے چکی کا پاٹ ایسا تاک کر گرایا جو محمود بن مسلمہ کے وسط سر پر گرا اور وہ غریب ناواقفتہ اسکے نیچے دب کر شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ لیکن اہل اسلام نے قلعہ کو بھی بہت جلد خالی کرا لیا۔

شبلی صاحب لکھنے کو تو تاریخ لکھتے ہیں اور سیرت نبویؐ کی ترتیب دیتے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ نقل و تحریر واقعات میں اتنی عجلت کو کس مصلحت سے اختیار فرماتے ہیں کہ واقعات کے واقعات حالات کے حالات جن سے اسلام کے محاسن تاثیر اور اسکی تبلیغ و تعلیم کے روحانی فیوض ثابت ہوتے تھے قلم انداز فرماتے جاتے ہیں حالانکہ حدیث و سیرت کے بحث عنوان میں مسلّم ہو چکا ہے کہ سیرت و تاریخ واقعات و حالات کے ذخائر کا نام ہے اور احادیث و فقہ احکام و نصابات شرعیہ کے مرتب و فاتر ہیں۔ باوجود ان اعتراضات کے واقعات ضروری کے بیان سے تاریخ و سیرت میں تغافل و تساہل کرنا مؤلف کی شان اور تالیف کے طریق و عنوان سے بالکل مخالف ہے۔

اکثر علمائے محدثین قلعہ نطاۃ کو اسلام کے اوّل فتوحات میں شمار کرتے ہیں لیکن امام المغازی ابن اسحق قلعہ ناعم کو فتح اسلام کا دروازہ قرار دیتے ہیں۔ اہل سیر و تاریخ نے زیادہ تر قول ابن اسحاق کو اپنا متّا قرار دیا ہے اور اسی لیے ہم نے حصون خیبر کے فتوحات کا فتح ناعم ہی سے فتح الباب کیا ہے۔

قلعہ نطاۃ کی فتح

قلعہ ناعم کو فتح کرکے لشکر اسلام نے قلعہ نطاۃ و وشق جو بالکل ایک دوسرے سے ملحق تھے محاصرہ کیا۔ عامر یہودی ان دونوں قلعوں کا سردار تھا۔ عامر کا ایک حبشی غلام تھا جو اسکے گوسفندوں کی گلہ بانی کرتا تھا۔ لشکر اسلام کے محاصرہ کی خبر گرم تھی۔ وہ سویرے سے بھیڑوں کے گلوں کو لیکر صحرا میں نکل گیا تھا شام کو حسب المعمول

جب واپس آیا تو تمام اہل قلعہ کو مسلح اور آمادۂ جنگ دیکھا۔ اپنے آقا عامر سے پوچھا کہ آج یہ کیسی طیاری ہے عامر نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ اس شخص سے جس نے چند دنوں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جنگ کریں۔

یہودی گلہ بان کا قبول ایمان

اس غلام حبشی پر یہ جواب سنکر ایک خاص حالت طاری ہوگئی۔ لیکن وہ خموش رہگیا جب لشکر اسلام قلعہ کے مقابل آگیا تو وہ حسب المعمول اپنے بھیڑوں کے گلّے کو لیکر باہر نکلا۔ اور اپنی بھیڑوں سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بلا تکلف آپکے سامنے زمین پر دوزانو بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا اسلام کی اور وہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی تصدیق ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں آپ کی دعوت کی تصدیق کردوں تو اُسکے معاوضہ میں مجھے کیا ملے گا ارشاد ہوا بہشت بشرطیکہ اصول اسلام پر تم مستقل رہسکو۔ یہ سنتے ہی وہ غلام حبشی فوراً مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کرنے لگا میرے پاس بھیڑیاں امانت ہیں انھیں واپس دیکر فوراً حاضر ہوتا ہوں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر حصار کے اندر جاؤگے۔ تو یہود تمھارا مسلمان ہوجانا سنکر تمھیں فوراً قتل کر ڈالینگے مصلحت وقت یہ ہے کہ حصار کے قریب جاکر اپنے مالک کو آواز دو کہ اپنی بھیڑیاں آکر لیجاوے۔ تم بھیڑیاں دیکر چلے آؤ۔

حسب الحکم اس غلام حبشی نے ایسا ہی کیا قلعہ کے نیچے جاکر آواز دی اور کہا کہ اپنی بھیڑیاں اندر کرلو۔ عامر فوراً پہچان گیا حبشی بھیڑیاں واپس دیکر مبارزین اسلام کی صف میں چلا آیا۔ اور شان سے آناً فاناً شیر میدان بن گیا اور شریک جنگ ہوکر یہودیوں سے خوب لڑا یہانتک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ لوگ اسکو میدان جنگ سے اُٹھا لائے اور ایک خیمہ میں رکھدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکے خاتمہ احوال کی اطلاع کی تو آپنے ارشاد فرمایا عمل قلیل واجر کثیر کام تو کم ہیں لیکن اسکے اجر بہت زیادہ ہیں۔

ایک روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب اسکے خاتمہ کی خبر آپ کو پہونچائی گئی تو آپ اس خیمہ میں تشریف لائے جہاں اسکی لاش رکھی تھی۔ اُسکی لاش کو دیکھکر فرمایا۔ خداے سبحانہ تعالیٰ نے یقیناً اپنے اس بندہ پر عنایت و رحمت فرمائی اور اسکو بہشت میں درجات عالی عطا فرمائے۔ روضۃ الاحباب صـ ۳۶۳۔

جاسوس یہود کی گرفتاری

دستور جنگ کے موافق۔ ایام محاصرہ میں۔ دن بھر لڑائی ہوتی تھی۔ رات کو جانبین کے لشکر اپنے اپنے مقامات پر واپس جاتے تھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر روز رات کے وقت ایک شخص محافظت لشکر کی خدمت پر خاص طور پر مقرر ہوتا تھا اور وہ اپنے رفقا کے ساتھ لشکرگاہ کی حفاظت کرتا تھا ایکبار حضرت عمرؓ کی باری کی رات تھی۔ یہ پہرہ داری میں مشغول تھے انکے رفقا ایک مرد یہود کو پکڑ کر اُنکے پاس لائے انھوں نے اُسکے قتل کا حکم دیا یہود نے یہ حکم سنکر عرض کی کہ مجھے قتل نہ کیا جاوے بلکہ پیغمبر اسلام کی خدمت میں لے جایا جاوے۔

مجھے خدمت رسالت مین کچھ باتین عرض کرنی ہین۔ اور مین اسی غرض سے تب کے وقت قلعہ سے چھپکر نکل آیا ہون حضرت عمر نے اسکی استدعا قبول کی اور اسکو خدمت رسول صلعم مین حاضر کیا۔ یہودی نے کتنے ہی سلام عرض کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا خبر لائے ہو۔ عرض کی کہ اگر میری جان بخشی ہو۔ تو صحیح خبر عرض کرون۔ ارشاد ہوا تمھاری امان کا حکم ہے۔ اُس نے عرض کی کہ مین یہود ان قلعہ کو ابھی ابھی اس حالت مین چھوڑ کے آتا ہون کہ اسوقت تک اُنمین کسی قسم کا نظم درست نہین ہو اسہے۔ اسلیے کہ لشکر اسلام کی ہیبت سے سب کے ہوش و حواس زائل ہوگئے ہین اور اس شدت سے خوف وہراس طاری ہے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ جائینگے۔ اور نطاۃ سے نکل کر قلعہ شق مین کیونکہ شق مین نطاۃ سے زیادہ فوج بھی ہے اور سامان و اسلحات جنگ بھی۔ صبح کو آپ قلعہ نطاۃ مین بخوف وہراس چلینگے تو مین آپکو وہان کے ذرہ ذرہ سے آگاہ کردون گا۔ حضرت نے فرمایا انشاء اللہ۔ اُس یہودی نے بھی کہا انشاء اللہ۔ چنانچہ صبح کو ایک خفیف سی لڑائی کے بعد قلعہ نطاۃ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔

قلعہ شق کی فتح

نطاۃ کے بعد لشکر اسلامی قلعہ شق پر جا پڑا۔ اور دم کے دم مین وہ بھی فتح ہوگیا۔ اور مسلمانون نے اُسپر بھی قبضہ کرلیا۔

قلعہ صعب کی فتح

یونہین اور چھوٹے چھوٹے قلعے فتح ہوتے گئے۔ اور اہل اسلام اُنپر متصرف ہوتے گئے یہانتک کہ قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ یہ قلعہ مضبوطی اور استحکام مین اور قلعون سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا۔ یہود نے لشکر اسلام مین رسد قبل ہی سے روک دی تھی مسلمانون کے پاس جو کچھ ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہوچکا تھا۔ اس وجہ سے فوج اسلامی مین فاقون کی نوبت تھی۔ معتب بن قشیر اسلمی کا بیان ہے کہ ہم نے ان تکلیفون سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض حال کی تو آپنے فرمایا تھوڑا صبر و تحمل اور کرو۔ انشاء اللہ تمھارے رزق مین بہت جلد وسعت عطا کی جاتی ہے۔

دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حباب ابن منذر کو فوج دے کر اہل قلعہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اُن کو ہدایت کردی کہ ایکبار تمام جمعیت سے حملہ کردو۔ اُس دن قبیلہ اسلم کے تمام لوگ حباب بن منذر کی ماتحتی مین خدمت جہاد مین مصروف تھے۔ آنحضرت صلعم کی ہدایت کے موافق سب نے ایکبار حملہ کر کے قلعہ صعب کو نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ قلعہ مین داخل ہوئے تو اُمید سے زیادہ زر و مال اور کھانے پینے کی چیزین دستیاب ہوئین۔

ایک صحابی کی شراب خواری

لطیفہ تو یہ ہے کہ ان تمام چیزون سے زیادہ شراب کا ذخیرہ ہاتھ آیا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ وہ منظر میری آنکھون سے نہین ہٹتا کہ شرابون کی مشکون پر مشکین قلعہ سے باہر لاکر زمین پر پانی کی طرح بہائی جاتی تھین۔ یہانتک کہ یہود کا یہ سالہا سال کا ذخیرہ دم کے دم مین تباہ و برباد ہوگیا۔ عبداللہ حمار مسلمان ہوچکا تھا۔ لیکن ابتک داڑھی تک اُسکا چسکا پڑا تھا کبھی کبھی مفت کی مل جاتی تھی تو پی لیا کرتا تھا۔ یون تو پیتا نہین پی لیتا ہون گا ہے ماہے۔

وہ بھی تھوڑی سی مزہ منھ کا بدلنے کے لئے۔ اس حرکت ناشائستہ کے لئے اسکی ایک مرتبہ تادیب و تنبیہ بھی ہو چکی تھی۔

عبداللہ حمار اس سیلاب کو دیکھ کر جو ن رونے لگا اور ضبط نہ کر سکا تھوڑی سی اٹھا کر پی لی۔ یاروں نے دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین پکڑ لائے۔ آپ کو بھی اسکی یہ حرکت نہایت بری معلوم ہوئی نعلین مبارک سے اس شرابخوار صحابی کی خود بھی تنبیہ کی اور حاضرین صحابہ کو بھی اسی طریقہ سے اس کی تادیب کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام نے بھی حسب الحکم انکی پوری مرمت فرمائی۔ حضرت عمر کی زود غضبی تاب نہ لا سکی فرمانے لگے۔ اَللّٰھُمَّ الْعَنْہُ خدا اس پر لعنت کرے۔ بار بار اس شخص سے کہا جاتا ہے تاہم یہ اپنی عادت سے باز نہین آتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے عمر۔ اسے برا نہ کہو۔ بااینہمہ یہ شخص خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۵

قلعہ القموص کا محاصرہ علمبرداران خیبر کا فرار

اسی طرح ایک ایک کرکے یہود کے تمام قلعے فتح ہوتے گئے۔ صرف قلعہ القموص رہ گیا۔ اور اسی پر یہود کی قسمت کا آخر فیصلہ موقوف تھا۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ مورخین و محدثین کی متفقہ بیان کے مطابق قلعہ قموص۔ یہود کے تمام قلعون سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا۔ زرقانی لکھتے ہین وھو اعظم حصون سب قلعون سے عظیم ترین تھا۔ ص ۲۶۳ ج ۲۔

شبلی صاحب۔ قموص کی قلعہ کشائی کے متعلق رقمطراز ہین :۔

ناعم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہوگئے لیکن قلعہ قموص مرحب کا تختگاہ تھا اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونو ناکام واپس آئے۔ طبری مین روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤن نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی نسبت بھی یہی شکایت کی۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی عوف ہین۔ انکو بہت لوگون نے ثقہ لکھا ہے لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ نہایت سخت ہے لیکن انکی شیعیت سب کو تسلیم ہے۔ اور گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہین لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت مین حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے۔ شیعہ کی زبان سے اس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اوپر کے راوی عبداللہ بن بریدہ ہین جو اپنے والد سے روایت کرتے ہین لیکن محدثین کو اس بات مین شبہ ہے کہ انکی جو روایتین باپ کے سلسلہ سے منقول ہین صحیح بھی ہین یا نہین۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۴۵۶۔

شبلی صاحب کی خدمت مین گذارش

شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت مین پہلے تو ہم کو آپ کا وہی انداز اختصار دکھلاتا ہے جو ایسے خاص مقامات پر آپ کی تحریر کا معیار خاص ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر آپنے

صرف اتنا لکھ کر کہ اس مہم پر آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ گویا تمام واقعہ کو ختم کر دیا۔ حالانکہ آپ کے اس مختصر اور مبہم بیان نے اصل واقعیت ہی کو خبط و بے ربط کر دیا۔ سطحی علم و اطلاع رکھنے والے مسلمان یہ سمجھیں گے کہ گویا یہ واقعہ ایک روز دو پہر کا وقت گذر گیا۔ پہلے حضرت ابوبکر گئے۔ پھر حضرت عمر گئے۔ لوٹ آئے اور تھوڑی تھوڑی سی لڑائیوں کے بعد محض اتفاقی طور پر ان دونوں صاحبوں کو کامیابی نہ ہوئی۔!

شبلی صاحب! آپ نے اپنے مفہوم میں جو مطلب پیدا کرنا چاہا ہے۔ وہ تو واقعیت نہیں ہے۔ اور نہ آپ کی یہ تحریر صحیح واقعہ کی اطلاع دیتی ہے۔ واقعیت یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر قلعہ کشائی کے لیے بھیجے گئے اور دن بھر انھوں نے حتی الامکان کوشش کی۔ مگر کشود کار نہ ہوئی۔ ہزیمت اٹھا کر واپس آئے۔ دوسرے دن حضرت عمر خیبر کشا بن کر قلعہ خیبر کے نیچے آئے اور آپ نے بھی دن بھر ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کچھ مفید کار نہوا۔ اسدن سے زیادہ آج کے روز مسلمانوں کو بلا و مصیبت اٹھانی ہوئی۔ ملاحظہ ہو امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں۔

عن ابی بریدة قال حاصرنا خیبر فاخذ الرّایة	ابو بریدہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا۔
ابوبکر ولم یفتح لہ فاخذہ من الغد عمر	تو حضرت ابوبکر علم لے کر نکلے۔ مگر بغیر فتح کیے واپس آئے دوسرے دن
فانصرف ولم یفتح لہ واصاب شدّة وجهدا	حضرت عمر علم لیکر گئے وہ بھی بے نیل مرام واپس آئے اور شدید محنت و تکلیف اٹھانی ہوئی

ہم خوب جانتے ہیں شبلی صاحب کے ٹھہرنے کا یہ میدان نہیں ہے۔ آپ ان مقامات سے بہت جلد نکل جایا کرتے ہیں اور اپنی اختصار نویسی کے پردے میں اصل حقیقت و نفس واقعیت کو چھپا ڈالتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپ کے ممدوحین کی نفس نشین طشت از بام اور مشہور عام نہ ہوں۔

علمبرداران خیبر کی گریز کا انکشاف

شبلی صاحب کو طبری کے اس لکھ دینے پر کہ یجبنه اصحابه ویجبنهم یعنی حضرت عمر حضرت عمر پر بزدلی کا الزام لگاتے تھے اور حضرت عمر ان پر سخت طیش آگیا ہے۔ اور اس کے عقلی و نقلی دونوں طریقہ تنقید پر تیار ہو گئے ہیں لیکن حقیقت یہ بتلا رہی ہے کہ آپ اپنے دونوں طریقہ تنقیدی میں سے کسی ایک میں بھی کامیاب نہ ہوئے تفصیل یہ ہے۔

اوّل اعتراض یہ ہے کہ اس روایت طبری کا ایک راوی شیعہ ہے۔ اس وجہ سے گویا قابل اعتبار نہیں لیکن یہ دلیل تنقیدی جیسی ضعیف تھی وہ شبلی صاحب کو خود معلوم تھی۔ اس لیے ایک طرف اسکی مجہولیت کا اظہار بھی مقصود تھا اور دوسری طرف اسکی تائید بھی منظور تھی۔ اس لیے گویا اجتماع ضدین کے غیر امکان بناء و عنوان پر جو تحریر لکھی گئی اسکی مجہولیت اور مہملیت کے لیے خود آپ کے الفاظ عبارت شاہد ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی عوف ہیں۔ انکو بہت لوگوں نے

ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب اُن کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا۔
یہ لفظ نہایت سخت ہے لیکن اُن کی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گویا شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل
نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی
زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے ۔"

شبلی صاحب کی یہ عبارت اجتماع ضدین اور مؤلف کی ذو جہتی کے مزے دے رہی ہے یعنی شیعہ ہونا آپ کے نزدیک دلیل بے اعتباری بھی نہیں۔ پھر آپ اُسی بے اعتباری کی بنا پر عوف کی روایت کو ماننے بھی نہیں اور بندار کے قول منفرد اور رائے واحد کے مطابق لکھتے ہیں کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جاوے شیعہ کی زبان سے اُس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے یعنی وہ بیان قابل اعتبار نہیں رہتا ۔

اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے ان دونوں متناقص و متخالف بیان نے آپ کے موجودہ استدلال کا کیا رتبہ باقی رکھا جو کسی کے آگے قابل تسلیم مانا جاوے۔ آپ خود لکھ کر اعتراف کر چکے ہیں کہ عوف کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے وہ رافضی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوف کو غیر ثقہ سوائے بندار کے کسی اور نے نہیں کہا۔ ورنہ بندار کے ساتھ آپ اُسکا نام بھی ضرور لکھ دیتے۔ آپ کی دلیل کے اس ضعف کو دیکھکر اہل تحقیق و انصاف خود یقین کر لینگے کہ آپ ایک گروہ کثیر کے قول متفقہ کو چھوڑ کر جو عوف کو ثقہ ہونے کے بارے میں منقول ہیں۔ صرف بندار کے قول آحاد پر اعتبار کرتے ہیں۔ اور قول منفرد سے قول کثیر کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں جو عقلاً و نقلاً ممنوع ہے۔ اور اصول تنقید و تحقیق کے بالکل منافی ہے۔ اس لیے کوئی بھی اسے قبول نہیں کر سکتا ۔

اب بندار کی حیثیت خاص بھی ملاحظہ فرمالی جاسے کہ وہ کس پایہ و مایہ اور کس اہلیت و صلاحیت کے بزرگ ثابت ہوتے ہیں جن کے قول کو آپ اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ انکے قول واحد کے مقابلہ میں اپنے علما کثیر کے اقوال متفقہ کو فضول دیکار اور ساقط از اعتبار کیے دیتے ہیں۔　　　انکی تفصیل شخصیت یہ ہے ۔

آپ کا اصلی نام محمد بن بشار ہے اور بندار کے لقب سے مشہور ہیں میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی انکی نسبت لکھتے ہیں کذبہ الفلاس۔ فلاس نے اُن کی تکذیب کی ہے۔ پھر اسی میزان الاعتدال کی جلد دوم ص ۳۵۲ میں انکی نسبت تحریر ہے ۔

قال عبد اللہ بن الدورقی کنا عند یحیی بن معین	عبد اللہ بن الدورقی کا بیان ہے کہ ہم لوگ یحییٰ بن معین
یجری ذکر بندار فرایت یحیی لا یعبابہ	کی صحبت میں تھے کہ بندار کا ذکر آیا تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے

ولیستضعفہ

اُسکی طرف کوئی توجہ نہین کی بلکہ تضعیف کی۔

یہ تو میزان الاعتدال کی عبارت سے بندار کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اب تہذیب التہذیب کے الفاظ مین انکی تفصیلی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قال اسحاق ابن ابراهيم الفرازي كنا عند بندار فقال في حديث عن عائشة قال قالت رسول الله فقال له رجل يسخر منه اعيذك بالله ما افصحك فقال اخرجنا من عند روح دخلنا الى ابي عبيدة فقال قد بان ذلك عليك وقال عبد الله بن اسمعيل بن سيار سمعت عمر بن علي يحلف ان بندار يكذب فيما يروي عن يحيى وقال علي بن مديني سمعت ابن ابي صالح حديث ثنا و بندار قال تسحروا فان في السحور بركة فقال هذا الكذب وانكر اشد الانكار وقال حدثني ابو داود موقوفا وقال رايت القواريري لا يرضاه وقال كان صاحب الحمام - صفحہ ۷۰ جلد ۹ -

اسحٰق ابن ابراہیم الفرازی کہتے ہین کہ ہم بندار کے پاس تھے تو اُس نے کہا کہ عائشہ نے کہا کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ فرماتی تھین۔ تو ایک شخص نے فوراً ٹوک کر کہا کہ حدیث مین تو رسولؐ سے تمسخر کرتا ہے خدا کی پناہ دیکھو کیا فضیحت کیا تمکو۔ وہ کہتا تھا جب ہم روح کے پاس سے ابو عبیدہ کے پاس جاتے تھے۔ تو وہ کہتا تھا تیری بات فاش ہو گئی اور عبد اللہ بن اسمعیل بن سیار کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن علی کو حلفاً کہتے ہوئے سنا ہے کہ بندار جھوٹا ہے اُن حدیثون مین جو یحییٰ سے روایت کرتا ہے۔ علی بن مدینی۔ اُستاد امام بخاری، کہتے ہین کہ ہم نے ابن ابی صالح سے یہ حدیث بندار تسحروا فان فی السحور برکۃ کے متعلق پوچھا تو اُسنے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے اور اسکا سخت انکار شدید کیا ابو داؤد نے انکو موقوف بتلایا اسیطرح قواریری بھی بندار کو پسند نہین کرتا بلکہ کہتا تھا کہ وہ کبوتر باز تھا

بندار پر شبلی صاحب کی دلیل تنقیدی کا دارومدار رہتا۔ وہ خود ہی۔ ناقدین فن حدیث کے نزدیک ناقابل اعتبار اور ساقط الاستناد ثابت ہوئے یحییٰ بن معین اُنھین ناقابل توجہ سمجھ کر اُن کی تضعیف کرتے ہین۔ قواریری اُسے سرے سے کاذب بتلاتے ہین۔ عمر بن علی ضعیف الاسناد ٹھہراتے ہین۔ ابن سیار عمر بن علی کا قول حلفی لکھ کر اُنکی تائید مزید فرماتے ہین۔ ابن مدینی استاد امام بخاری کاذب اور منکر الحدیث دونون بتاتے ہین ابوداؤد اُس سے روایت کرنے مین احتیاط فرماتے ہین۔ قواریری اسکو خفیف الحرکات اور کبوتر بازی کے لہو و لعب مین مبتلا بتلاتے ہین۔ تو پھر ایسے مجہول الحال شخص کے قول منفرد سے استدلال کرنا کسقدر مضحکہ انگیز ہے حقیقت یہ ہے کہ آپکو بندار کے تلاش حال کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسلیے کہ آپ کا مدعا تو اس روایت کی تضعیف تھی۔ خواہ وہ کسی ہی تضعیف طریقہ سے نہ وارد ہوئی ہو۔ وہ آپنے پوری کردی لیکن خوش فہمی سے آپ یہ نہ سمجھے کہ بندار کے جاننے والے انکی حیثیت

وصلاحیت کے پہچاننے والے اور بھی بہت سے ہین جو اُنکی بے اعتباری اور آپکی قلمکاری کی حقیقت کھول دے سکتے ہین ۔
اس بنا پر آپ کا ثبوت استدلال جو اس روایت مندرجہ کی تنقید مین آپنے پیش کیا ہے بالکل لغو ثابت ہوا ۔ اور عوف کی
ناقابل اعتباری ثابت ہونے کی جگہ خود آپ کی بد اداہی کی تکذیب ثابت ہو گئی ۔

باقی رہا آپ کا یہ فقرہ کہ عوف کی شیعیت سب کو تسلیم ہے ۔ ایک مغویانہ جملہ سے زیادہ نہین ۔ سب کو ۔ یہ لفظ
عام کس جماعت کی طرف راجع ہے ۔ اگر اس سے سواد اعظم اہلسنت مقصود ہی جیسا کہ ظن غالب بتلاتا ہے ۔ تو یہ شیعون کے
لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے ۔ آپکی تالیفی تدین کا مقتضٰی تو یہ ہونا چاہتا تھا کہ آپ شیعون کے اعترافات سے اُسکا شیعہ
ہونا ثابت کر دیتے تب البتہ آپکے استدلال مین کچھ قوت آتی شیعون کے اقرار سے عوف کا شیعہ ہونا کہانتک ثابت کیا جاتا
آپ تو اپنے فرقہ کے قول و آرا سے بھی اُس کے شیعہ ہونے کا اظہار نہ فرما سکے عام مسلمانونکے بدظن بنانے اور اپنے محقق ہونے
کی سطوت جمانے کی غرض خاص سے لکھدیا کہ عوف کی شیعیت سبکو تسلیم ہے جسکی عوے کے شہود موجود نہون تو صریح یاوہ گوئی ہے ۔
لیکن ہم آپ کی اس ترکیب کو بھی آپ کی ایجاد و طبعزاد خاص نہین کہینگے ۔ بلکہ یہ تو آپکے سلف صالحین کا قدیم طریقہ
چلا آتا ہے کہ جب کسی بحث مین کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہین دیکھی گئی اُسکے راوی کو شیعہ کہدیا گیا ۔ آپکے علم کلام کی
کتابین اسکی مثالون سے بھری پڑی ہین خصوصًا آپ کے امام المتکلمین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس ترکیب
خاص کے بہت بڑے باکمال مشاق گذرے ہین ۔

اگر بفرض محال عوف شیعہ ہی تھا جیسا آپ لکھکر بتلانا چاہتے ہین تو آپ ہی کے اقراری قول کے موافق
اُسکی شیعیت اُسکی بے اعتباری کی کیونکر دلیل ہوسکتی ہے چنانچہ اس اصول کو آپ خود متعدد جگہون پر لکھ چکے ہین ۔
اور بتلا چکے ہین کہ رواۃ شیعہ قابل الاستناد ہین ۔ چنانچہ دیباچہ صفحہ ۴۴ مین بذکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری
المتوفی سنہ ۲۱۲ ہجری مرقوم ہے ۔

ثقات محدثین مین انکا شمار ہے ۔ مزاج مین کسیقدر تشیع تھا ابن معین کہتے ہین کہ عبدالرزاق
اگر مرتد بھی ہو جائے ۔ تب بھی ہم ان سے حدیث ترک نہین کر سکتے ۔"

آپ خود اس عبارت شیعہ رواۃ کی ذی اعتمادی اور قوی الاسنادی کا اسقدر پایہ بلند کر چکے اب انکو گرانا تو
گویا خود گرنا ہے ۔ پھر اُسی دیباچہ کے صفحہ ۱۹ مین انھین امام طبری کی تصدیق و توثیق مین ۔ جن کی روایت کی
یہان ضرورتًا تنقید کی جاتی ہے ۔ یہ عبارت لکھی گئی ہے ۔

تاریخی سلسلہ مین سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے ۔ طبری اس درجہ
کے شخص ہین کہ تمام محدثین انکے فضل و کمال تقۃ و ثقاہت اور وسعت علم کے معترف ہین ۔

ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں میں کسی کو ان سے بڑھکر عالم نہیں جانتا۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔
بعض نے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔

هذا رجم بالظن الكاذب بل ابن — یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام
جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين — کے معتمد اماموں میں سے ایک بڑے امام ہیں۔

علامہ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان میں فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابوالفدا وغیرہ انہیں کی کتاب کے مختصرات ہیں۔ یہ کتاب بھی ناپید تھی۔ یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔

اب اہل تحقیق خود انصاف کرلیں۔ کہ شبلی صاحب کو ان اقرار و اعترافات کے مقابلہ میں۔ شیعہ رواۃ کی بے اعتباری عموماً اور امام طبری کی روایت کی خصوصاً بے اعتمادی کیسے ثابت ہوسکتی ہے۔ امام طبری کی تاریخ و تفسیر پر کیا موقوف و منحصر ہے صحیحین مسلم و بخاری کے رواۃ پر نظر غور فرمائیے تو جسطرح بخاری میں خوارج رواۃ کا ذخیرہ پایا جائے گا اسی طرح مسلم میں شیعہ رواۃ کی کثرت دکھلائی دے گی۔ اگر شیعہ رواۃ کی تکذیب و تغلیط پر آئندہ جرأت کی جائے گی تو صحیح مسلم کی صحت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس بنا پر یہ لکھ کر بتلا دینا بہت ضروری ہے کہ شبلی صاحب پر اُن کے اس اعتراض سے پہلے تناقض فی الکلام اور انحراف عن الاعتراف کے دو چارج بیک وقت قائم ہو جاتے ہیں۔

اب شبلی صاحب کا آخری الافقرہ کہ " یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمر کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے شیعہ کی زبان سے اس روایت کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے "

بالکل خلاف اصول و فضول اعتراض ہے اور ایسا مضحکہ خیز کہ شبلی صاحب کی اس طفلانہ ضد پر بچے بھی ہنس پڑیں گے۔ جناب والا! اگر یہی وجہ اعتراض ہے تو ہر شیعہ اس کہنے کا مستحق ہے کہ فضائل خلفاء میں جتنی روایتیں اہلسنت کی زبان و قلم سے نکلی ہیں اُنکی کیا وقعت باقی رہ جائے گی۔ اسی کے ساتھ نحن معاشر الانبیاء والی روایت آحاد و منفرد کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ اسکو ابھی سے سوچ لیا جاوے فافہم فتدبر

شبلی صاحب اپنی خود غرضی کی جستجو میں ایسے وارفتہ ہوگئے کہ عوام اور طبری کو تو جانے دیجیے۔ صحابہ اور تابعین کی بھی بے اعتباری ثابت کرنے لگے۔ چنانچہ اسی بحث کے آخر عبداللہ بن بریدہ پر بھی بے اعتباری کا

چیرکر دے گئے سے اک چھری اور لگاتے گئے جاتے جاتے۔ تحریر فرماتے ہین۔

اس کے علاوہ عبداللہ بن بریدہ ہین۔ جو اپنے والد سے روایت کرتے ہین لیکن محدثین کو اس بات مین شبہ ہے کہ ان کی جو روایتین باپ کے سلسلہ سے منقول ہین صحیح بھی ہین یا نہین "

حالانکہ خود امام بخاری اپنی صحیح مین اور اُنکے شیخ الشیوخ امام احمد بن حنبل اپنی مسند مین۔ انھین عبداللہ بن بریدہ سے بلاخوف و تامل روایت کرتے ہین۔ چنانچہ صحیح بخاری وسط مغازی مین۔ بذیل ذکر محاصرۂ یمن وقصۂ کنیز بسلسلہ رواۃ مین ہے۔

حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا — محمد بن بشار کہتے ہین کہ مجھ سے روح ابن عبادہ نے حدیث کی

روح بن عبادة قال حدثنا علی بن سوید بن — اُن سے علی بن سوید ابن منجوق نے حدیث کی اُنسے عبداللہ بن

منجوق عن عبداللہ بن بریدة عن ابیه — بریدہ نے اپنے باپ کی زبانی حدیث کی۔

اس روایت کی سند مین عبداللہ بن بریدہ داخل ہین اور اپنے باپ بریدہ سے روایت کرتے ہین اور یہی وہ سلسلہ ہے جسکو شبلی صاحب محدثین کے نزدیک مشتبہ بتلاتے ہین۔ محدثین کے نام بھی نہین لکھتے اور اگر لکھتے تو اُنکے حکم و مختار کا امام بخاری کے آگے کیا اعتبار رہتا۔

اب یہین یہ نکتہ بھی خاص طور پر لحاظ و غور کے قابل ہو کہ بخاری نے اس روایت کو پہلے محمد بن بشار ملقب بہ بندار ہی سے نقل کیا ہی جو شبلی صاحب کے نزدیک نہایت معتبر و معتمد ثابت ہو چکے ہین اور انھین کے قول سے طبری کی روایت کی تردید فرمائی گئی ہی اس سے معلوم ہوا کہ بندار اور امام بخاری دونو کے نزدیک عبداللہ بن بریدہ کی وہ مرویات جو وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہین۔ صحیح الاسناد اور قابل الاستناد ہین۔ پھر شبلی صاحب کے گمنام محدثین کے قیاس سے عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہی۔

یہ تو امام بخاری کی سلسلہ رواۃ کی سند نقل تھی۔ اب امام احمد بن حنبل کا سلسلہ ملاحظہ ہو۔

حدثنا یحیی بن سعید حدثنا عبد الجلیل — یحیی بن سعید نے لوگون سے حدیث کی اُنسے عبد الجلیل و عبد الجلیل

قال انتھیت الی حلقة فیھا ابو مجلز وابنا بریدة — نے سلسلہ رواۃ اسی حلقہ پر تمام کیا جسمین ابو مجلز اور بریدہ کے

فقال عبداللہ بن بریدة — دونون بیٹے داخل ہین۔ عبداللہ بن بریدہ نے کہا:۔

اسمین بھی وہی عبداللہ بن بریدہ داخل ہین۔ اور امام احمد بن حنبل نے بلا تامل اُن سے روایت کی ہی آخر حدیث مین عبداللہ بن بریدہ کے خاص الفاظ اس حدیث کی تصدیق و صحت مین یون مرقوم ہین۔

قال عبداللہ فوالذی لا الٰہ غیرہ ما بینی و بین رسول اللہ صلعم فی ھذا الحدیث غیر ابی بریدة — قسم اُس خدا کی جسکے سوا کوئی خدا نہین ہی کہ اس حدیث مین میرے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان سوائے میرے باپ کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہین ہے۔

اگر اتنے مشاہدے کے بعد بھی شبلی صاحب کو عبداللہ بن بریدہ کی تضعیف پر اصرار قائم رہے تو نہایت حیرت انگیز ہے

شبلی صاحب نے اپنی حیلۃ القلمی سے اصل واقعات پر جو پردہ ڈالا تھا۔ اسکو چاک کر کے باقی حالات خیبر کی مفصلہ ذیل بیان میں شیرازہ بندی کی جاتی ہے۔

علم خیبر کی گرانمایہ عطار

ہم برابر لکھتے آتے ہین کہ حقیقت کسی حال سے نہ چھُپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے۔ شبلی صاحب نے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل مخصوص چھپانے اور گھٹانے مین تو ابتداہی سے کوشش بلیغ فرمائی تھی در مرقومۂ بالا مقام پر تو گویا حضرت عمرؓ کی جنبہ داری پر آستین چڑھا کر تل گئے تھے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہو چکا ہے مگر خیریت ہو گئی کہ چند ہی سطور کے بعد وہ پُر جوشی بالکل دھیمی پڑ گئی۔ اسلیے صرف کہ وہ حقیقت تھی چھپ نہ سکی چنانچہ مرقومہ بالا عبارت کے آگے تحریر فرماتے ہین

تاہم اسقدر صحیح ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت مین تھا جب مہم مین دیر ہوئی تو ایکدن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل مین علم اُس شخص کو دونگا جسکے ہاتھ پر خدا فتح دیگا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اُسے چاہتے ہین۔ یہ رات نہایت اُمید اور انتظار کی رات تھی۔ صحابہ نے تمام رات اسی بیقراری مین کاٹی کہ دیکھیے یہ تاج فخر کسکو ہاتھ آتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے قناعت پسندی اور بلند نظری کی بنا پر کبھی حکومت اور سرداری کی تمنا نہین کی لیکن جیسا کہ صحیح مسلم باب فضائل علیؓ مین مذکور ہے اُنکو خود اعتراف ہے کہ اس موقع کی تمنا مین اُنکی خودداری بھی نہ قائم رہ سکی"

شبلی صاحب نے اس واقعہ مین عطائے لوا کے متعلق جو حدیث لکھی ہے اُسمین سے تین لفظون والا کلمہ بالکل نکال ڈالا۔ اسلیے کہ اُن کلمات رسالت سے آپکے اُن مرقومہ واقعات کا پورا انکشاف ہو جاتا تھا جسکو آپنے چھپایا ہی نہین تھا بلکہ اُس کی حقیقت کی بڑی زورون سے تضعیف و تردید فرمائی تھی۔ ہم آپکے ترجمہ حدیث کی اصل عبارت کو امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کے خاص الفاظ مین نقل کرتے ہین:۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابیہ انہ قال لعلیؑ کان یسیر معہ ان الناس قد انکر وا منک انک تخرج فی البرد فی الملاء وتخرج فی الحر فی الحشو والثوب الغلیظ قال اولم تکن معنا بخیبر قال فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث ابابکر وعقد لہ الرایۃ فخرج فبعث عمر و عقد لہ الرایۃ فرجع بالناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاعطین الرایۃ غدا رجلا

عبد الرحمن بن ابی لیلی نے باپ سے ناقل ہین کہ وہ سفر مین جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے جناب امیرؑ سے کہنے لگے لوگ آپکی اس بات کو بُرا جانتے ہین کہ آپ جاڑے مین باریک کپڑا اور گرمی کے دنون مین گندہ اور موٹا کپڑا پہنتے ہین۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ہملوگون کے ساتھ خیبر مین نہین تھے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور علم اُنکے ہاتھ مین دیا اور وہ لوٹ آئے پھر حضرت عمر کو بھیجا اور علم اُنکے ہمراہ کیا وہ بھی لوگون کے ساتھ واپس آئے پھر حضرت نے فرمایا البتہ کل ہم علم ایسے آدمی کو دینگے جو اللہ اور اللہ کے

یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ و رسولہ کرار غیر فرار

رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسولؐ اس سے محبت کرتا ہے ضربوں پر ضرب لگانے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں۔

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو بہ تغیر الفاظ ابو رافع اور ابو سعید خدری سے بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی رافع و ابی سعید الخدری ان النبی صلعم اخذ الرایۃ وھزھا ثلاثا ثم قال من یاخذھا بحقھا فجاء فلان فقال انا فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم والذی کرم وجہ محمد لاعطینھا رجلا لا یفر ھاك یا علی خذ ھذہ فانطلق بھا حتی فتح اللہ خیبر راخرجہ احمد)

ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ بمبئی

ابو رافع اور ابو سعید خدری ناقل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم آراستہ کیا جسکو تین آدمیوں نے اٹھایا۔ پھر آپ نے کہا کون شخص ہے جو اس علم کو اسکے حق کی ادا کاری کی شرط کے ساتھ اٹھائے۔ فلان شخص (راوی حدیث نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا) اٹھا اور کہنے لگا میں اٹھاؤنگا۔ آپنے کہا خدا کی قسم جس نے جمال محمدیؐ کو انوار کرامت عطا فرمایا ہے یہ علم ایسے شخص کو دونگا جو اسکے ایسا بھاگ نہ آئیگا۔ یہ فرماکر آپنے ارشاد کیا اے علیؑ آؤ اور اسکو لو اور چلے جاؤ چنانچہ حضرت علیؑ اسکو لیکر چلے اور خداوند عالم نے خیبر کو آپکے دست مبارک سے فتح کرادیا۔

امام المغازی ابن اسحق اپنی سیرۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عن سلمۃ بن الاکوع) قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابا بکر الصدیق بالرایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل ولم تکن فتح لہ وقد جھد ثم بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل ثم رجع ولم تکن لہ فتح وقد جھد فقال رسول اللہ صلعم لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ و رسولہ یفتح اللہ علی یدیہ کرار لیس بفرار

سلمہ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر الصدیق کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف روانہ کیا یہ لڑے بہت کوشش کی مگر فتح نہوئی دوسرے دن حضرت عمر بھیجے گئے وہ بھی لڑے۔ بڑی کوشش کی مگر فتح نہوئی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دونگا جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے اللہ فتح دلائے گا وہ حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے (منقول از مدارج المطالب جلد اوّل ص ۵۶۰ - مطبوعہ لاہور)

؎ شبلی صاحب پر منحصر نہیں۔ یہ الفاظ زمانہ موجودہ کے تمام علمائے سواد اعظم کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں شبلی صاحب نے تو وہ حدیث ہی نہیں لکھی جسمیں یہ الفاظ تھے۔ خواجہ صاحب امرتسری نے تو قیامت کی کہ متن میں تو یہ الفاظ لکھے مگر ترجمہ میں غائب کردیے اسکا کیا علاج (المؤلف)

محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں مرقوم فرماتے ہیں :-

دراحادیث صحیحہ بہ ثبوت پیوستہ کہ یک روز ابوبکر علم رسول را برداشت وبپاے قلعہ آمد۔ ومقاتلہ شدید نمود وفتح ناکردہ بازگشت۔ روز دیگر عمر علم برداشت و مقابلہ کرد اشد از مقاتلہ روز سابق داو را نیز فتح نشد۔ ودرروایتے آنکہ روز اول عمر جنگ کرد روز دیگر ابوبکر رضی اللہ عنہ و روز سوم باز عمر بجنگ رفت وحصن مفتوح نگشت۔ ہنگام شب حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ ص ۳۴۵

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر علم رسول صلعم لے کر قلعہ کے پاس آئے سخت جنگ کرتے تھے اور بغیر فتح واپس گئے۔ دوسرے دن حضرت عمر علم لیکر نکلے۔ پہلے دن سے کہیں زیادہ سختی کے ساتھ لڑے لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں آیا ہو کہ اول روز حضرت عمر جنگ کے لیے نکلے اور دوسرے روز حضرت ابوبکر لڑنے کو نکلے اور تیسرے دن پھر حضرت عمر مقابلہ کو گئے لیکن قلعہ فتح نہوا۔ تو رات کے وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو علم میں ایک ایسے شخص کو دونگا جو ضربوں پر ضربیں لگانے والا ہو اور بھاگنے والا نہیں ہے اور خدا سبحانہ تعالیٰ اور اسکا رسول اس سے محبت کرتا ہو اور وہ خدا اور خدا کے رسول سے محبت کرتا ہو

محبت علی کی حقیقت اُس کی تاکید شدید

چنانچہ علامہ زرقانی بھی ان الفاظ کو باسناد ابن اسحق داخل حدیث لوا قرار دیتے ہیں اور محبت علیؑ کی تاکید کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

قال الحافظ فی المناقب اراد وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک مع علی فی مطلق ھذہ الصفۃ وفیہ تلمیح بقولہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فکانہ اشار الی ان علیا تام الاتباع لرسولہ صلعم حتی وصفہ بصفۃ محبۃ اللہ ولذا کانت محبتہ علامۃ الایمان وبغضہ علامۃ النفاق ففی مسلم عن علی والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعھد النبی صلعم ان لایحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق ولہ شاھد من حدیث ام سلمۃ عند احمد (مطبوعہ مصر ص ۲۵۷) (جلد دوم)

حافظ ابن حجر مناقب میں لکھتے ہیں کہ اس قول میں وجود محبت مراد ہے ورنہ تمام اہل اسلام حضرت علیؑ کے ساتھ اس صفت میں شریک ہو جاتے اور اس قول رسول صلعم میں اشارہ ہو آیہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کیطرف۔ اور یہ اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ حضرت علیؑ کو اتباع رسول میں کمال تام حاصل تھا اسلیے جناب سرورؐ نے حضرت علی کو محب اللہ کی صفت خاص سے موصوف بتلایا اور اسی صفت خاص کے باعث حضرت علیؑ کی محبت ایمان کی علامت اور اُنکے ساتھ بغض نفاق کی علامت قرار دیگئی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت علی سے مروی ہو کہ قسم ہے اس خالق کی جو دانہ کو شگافتہ کرتا ہو اور روح کو چلاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میرے لیے یہ عہد کیا ہے کہ مجھ سے نہیں محبت کریگا سوائے مومن کے اور نہیں بغض رکھیگا سوائے منافق کے اور اسی روایت حضرت ام سلمہ بھی شاہد ہے جسکو امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے۔

اتنی متعدد اور متواتر حدیثوں سے معلوم ہوگیا کہ اس ارشاد نبوی میں کرار غیر فرار کے الفاظ بھی ضرور تھے جن سے سابقین مجاہدین کی پست ہمتی اور کمی جرات کی حقیقت فاش ہوتی تھی اور حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری کے کمال ظاہر ہوتے تھے۔ اگرچہ شبلی صاحب نے اسکا اقرار کیا ہے۔ مگر اقرار میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے سابقین مبارزین کی گریز پائی کی واقعیت ظاہر نہونے پائے۔ یہ اہتمام صرف اسلیے تھا کہ صحابہ کبار کی سبکی نہو ہم بار بار اور خاصکر غزوۂ خندق کے ذکر میں لکھ کر بتلا آئے ہیں کہ یہ حضرات بیسر و سامان ضرور تھے مرد میدان ہرگز نہیں۔ پھر اپنے ذاتی مدعا کے لیے غیر منصفانہ طور سے حقیقت حال کو پوشیدہ کرنا۔ نہ محققانہ طرز تالیف کہا جا سکتا ہے اور نہ منصفانہ طریقہ تحریر۔

اس کے آگے تحریر ہے۔

حضرت علی اور لوائے خیبر کی عطا

صبح کو یہ آواز کان میں آئی۔ علی کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصوف کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں۔ غرض حسب طلب وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی آنکھوں میں لعاب دہن لگا یا اور دعا فرمائی جب انکو علم عنایت ہوا تو انھوں نے عرض کی کہ کیا یہود کو مار کر مسلمان بنا دوں۔ ارشاد ہوا کہ بہ نرمی انپر اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمھاری ہدایت سے اسلام لایا تو سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (سیرۃ النبی ص ۳۵۷ بحوالہ بخاری)۔

شبلی صاحب۔ بہت بڑے موقع شناس ہیں۔ آپنے موجودہ زمانہ کی ایسی فسانہ نویسی کی شان میں اس عظیم الشان اور معرکۃ الآراء واقعہ کے بیان کو کل تین چار سطروں میں تمام کر دیا کیوں؟ اسلیے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے اظہار فضائل و مناقب کے خاص مقامات تھے اور آپ کو بخاری صاحب کیطرح اس راہ دشوار گذار سے بہت جلد گذر جانا منظور تھا۔ بہرحال ہم اس واقعہ کی تفصیل شرح زرقانی سے ذیل میں نقل کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ آپکے اور آپکے محدثین کے بیانات میں کتنا فرق ہے۔

وفی البخاری عن سلمۃ کان علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ تخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی خیبر وکان رمد اولابن ابی شیبۃ عن علی ارمد والطبرانی عن جابر ارمد شدید الرمد وابو نعیم عن ابن عمر ارمد لا یبصر فقال انا اتخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الحافظ کانہ انکر

بخاری میں سلمہ سے منقول ہے کہ حضرت علی خیبر میں آنحضرت صلعم کی ہمراہی سے پیچھے رہگئے تھے اسلیے کہ آپکو آشوب چشم لاحق تھا۔ اور ابن ابی شیبہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھکو آشوب چشم تھا۔ اور طبرانی میں جابر کے یہ الفاظ ہیں کہ آپکو نہایت سخت آشوب چشم عارض تھا اور ابو نعیم ابن عمر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اسدن آپکو ایسا آشوب چشم تھا کہ آپ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اسوقت حضرت علی کہتے تھے کہ میں آنحضرت صلعم سے کیوں پیچھے رہ گیا۔ حافظ ابن حجر اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپکا یہ فرمانا شرکت جنگ کی محرومی پر مبنی تھا اور اپنی نفس سے خطاب خاص تھا۔ یہ کہکر آپ

على نفسه تأخره عنه فقال ذلك فلحق زاد الشيخ شمس الشامي يحتمل قبل وصوله الى خيبر ويحتمل بعد وصوله اليها۔

اٹھے اور لشکر میں مل گئے شامی کہتے ہیں کہ اس میں دونوں باتوں کا احتمال ہوتا ہے یہ بھی کہ آپ اسیوقت مدینہ سے خیبر میں آئے اور یہ بھی کہ آپ پہلے سے خیبر میں آگئے تھے لیکن بوجہ درد شریک جنگ نہیں ہوسکے تھے۔

اس کے آگے زرقانی اپنے سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

فلما اصبح الناس غدوا على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كلهم يرجون ان يعطاها اى الراية وفى مسلم عن ابى هريرة ان عمر قال ما احببت الامارة الا يومئذ وفى حديث بريدة فما منا رجل له منزلة عند رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا وهو يرجو ان يكون ذلك الرجل حتى تطاولت انا لها فقال عليه السلام اين على ابن ابى طالب فقالوا يا رسول الله صلعم هو يشتكى عينيه قال ارسلوا اليه قال سهل اى الصحابى الى على وهو بخيبر لم يقدر على مباشرة القتال لرمده ولمسلم عن سلمة فارسلنى الى على فجئت به اقوده ارمد ص ۲۵۷ جلد دوم

جب صبح ہوئی تو تمام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حصول علم موجودہ کی امید لگا کر حاضر ہوئے اور مسلم میں حضرت عمر کا یہ قول ابو ہریرہ کی زبانی لکھا ہے کہ مجھکو کبھی ایسا شوق امارت نہیں ہوا تھا جیسا آج کے دن۔ بریدہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جسکو آنحضرت صلعم کی خدمت میں رسوخ و منزلت ہو اور وہ یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ شخص (صاحب علم) میں ہی بنایا جاؤں یہانتک کہ لوگوں کی امیدوں کو طول ہوگیا۔ تو اسی اثنا میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی انکو آنکھوں کی شکایت ہے آپنے فرمایا انکو بلا بھیجو۔ سہیل (بن حنیف انصاری) کا بیان ہے کہ اس حکم سے یہ مراد تھی کہ کوئی صحابی انکو جاکر بلا لائے کیونکہ وہ خیبر میں آچکے تھے۔ لیکن آشوب چشم کی وجہ سے شریک جنگ نہیں ہوسکے تھے اور صحیح مسلم میں سلمہ سے منقول ہے کہ میں حضرت علی مرتضی علیہ السلام کے بلانے کے لیے گیا تھا اور میں آپ کو درد چشم کی شدت کی وجہ سے ہاتھ پکڑ کر خدمت رسالت میں لے آیا تھا۔

علی کی آنکھوں کا علاج اور اسکی معجزنما تاثیر

زرقانی اس کے آگے بیان کرتے ہیں:۔

فبصق صلى الله عليه وآله وسلم فى عينيه عند الحاكم عن على فوضع راسى فى حجره ثم بزق فى الية راحته فدلك بها عينى ودعا له فقال اللهم اذهب عنه الحر والقر فبرأ حتى كان لم يكن به وجع ص ۲۵۸

اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ امام حاکم حضرت علی کی زبانی اس علاج کی یہ صورت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے میرا سر اپنی گود میں لے لیا اور اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیکر میری آنکھوں میں لگا دیا اور میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ بار الٰہا علی سے حرارت اور برودت کی مضرت کو دور فرما دے۔ اسیوقت سے میرا درد چشم زائل ہوگیا۔

اب اس اجمال کا خلاصہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ گوید چون حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم این سخن بزبان راند آن شب یاران در شورش بودند
کہ آیا فردا رایت بکدام یک از ایشان خواہد داد و بریدہ بن الحصیب گوید
کہ ہیچکس از ما یان نبود کہ نزد رسول منزلتے داشت الا آنکہ امیدوار
بودیم کہ آن مرد وے باشد در روایتے آنکہ جمعے از قریش با یکدیگر میگفتند
کہ مراد علی پسر ابیطالب نخواہد بود۔ زیرا کہ وے را چشم درد میکند
بحدیکہ پیش پائے خود نمی بیند ومنقول است کہ چون امیر المومنین
این خبر شنید کہ آنحضرت صلعم آن سخن فرمودہ گفت۔
اللّٰہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت
وگویند جناب ولایت مآب بواسطہ درد چشم از ان سفر تخلف
نمودہ در مدینہ ماندہ بود و درد وے بغایت صعب داشت
چنانچہ ہیچ چیز نمی دید۔ با خویشتن گفت تخلف کردن من از
رسول اللہ خوب نیست۔ کارسازی کردہ از مدینہ بیرون آمد
ودر اثنا راہ یا بعد از وصول بخیبر بپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ملحق گشت۔ ایاس بن سلمہ بن الاکوع از پدر خویش سلمہ روایت
می کند کہ چون بامداد شد یاران ہمہ بدر خیمہ حضرت آمدند
ومتوقع ہر یک آن بود کہ بآن دولت فائز آید۔ از سعد بن
وقاص منقول است کہ گفت در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بزانو آمدم و برخاستم و باستادم بامید آنکہ آنکس من
باشم وابوہریرہ از عمر بن خطاب نقل میکند کہ گفت ہرگز امارت
را دوست نداشتم الا آن روز۔ القصہ حضرت از خیمہ بیرون آمد
و فرمود علی بن ابی طالب کجا است گفتند بچشم درد می کند
فرمود وے را بیارید سلمہ بن الاکوع رفت و دست وے را
می کشید و می آورد تا نزد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسانید

سہیل بن سعد الساعدی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات بشارت ارشاد فرمائے تو
صحابہ میں اس بات کو عام طور سے چہ میگوئیاں پھیل گئی کہ دیکھیں
علم موعودہ کل کس شخص کو عنایت ہوتا ہے۔ بریدہ بن الحصیب
کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص جسکی منزلت آنحضرت کے
نزدیک کچھ بھی تھی نہیں باقی رہا تھا جسکو یہ تمنا نہ ہوئی ہو کہ وہ شخص
(صاحب علم) میں ہوتا۔ اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا
ہے کہ قریش کی ایک جماعت کہنے لگی کہ اس بشارت سے ہرگز
نہوں علی ابن ابیطالب مراد ہیں۔ مگر وہ تو درد چشم میں ایسے
مبتلا ہیں کہ آگے کی کوئی چیز بھی نہیں دیکھ سکتے منقول ہے
کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کو اسکی خبر ہوئی اور آپ نے
آنحضرت صلعم کے قول کو سنا تو فرمایا۔ پروردگار تو جس کو
کوئی چیز عطا فرمائے کوئی شخص اسے منع نہیں کر سکتا اور
جو چیز کہ تو کسی کو نہ عطا فرمائے کوئی شخص اسے دے
نہیں سکتا منقول ہے کہ جناب ولایت مآب درد چشم کی وجہ
سے مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اور آپکو ایسا سخت آشوب
چشم لاحق تھا کہ آپ کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس
حالت میں آپنے دل میں سوچا کہ ایسے وقت میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ترک رفاقت میرے لیے بہتر نہیں ہے
یہ سوچکر آپ کسی تدبیر سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اثنائے
راہ میں تھے یا خیبر میں پہنچ گئے تھے کہ آپ کو اس ارشاد رسولؐ
(حدیث لوا) کی خبر ملی۔ اس کے بعد آپ لشکر سے ملحق ہو گئے۔
ایاس بن سلمہ بن الاکوع۔ اپنے باپ سلمہ کی زبانی بیان
کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تمام صحابہ خیمۂ رسولؐ میں حاضر

واز امیرؑ منقول است کہ چون بخدمت آنحضرت رسیدم سر مرا در کنار خویش نہاد و آب دہن در چشمان من بیخت و بروایتے آب دہن خود را در کف خویش انداخت و در چشمان من مالید ببرکت لعاب دہن آنحضرتؐ فی الحال درد از چشم من زائل گشت و بشفائے کلی یافتم و از ان روز بار دیگر درد چشم و درد سر نکشیدم و در روایتے آنکہ علیؑ گفت حضرتؐ در شان من دعائے خیر بتقدیم رسانید و فرمود اللھم اذھب عنہ الحرّ و القرّ امیرؑ گوید بعد از ان حرّ یا برد ہرگز متاذی نشدم روضۃ الاحباب ۳۶۵

ہوئے۔ ہر شخص اسکا متوقع تھا کہ حصول دولت علم پر وہی فائز ہوگا۔ سعد بن ابی وقاص خود اپنی حالت یون بیان کرتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر دو زانو زمین پر بیٹھ گیا اور پھر بیٹھ کر کھڑا ہو گیا کھڑے ہو کر بیٹھ گیا اس امید مین کہ وہ شخص (صاحب علم) مین ہی ثابت ہون اور ابو ہریرہ حضرت عمر کی زبانی بیان کرتے ہین کہ مجھ کو اتنا شوق امارت کسی دن نہین ہوا تھا جتنا آج کے دن۔

القصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا علی بن ابیطالب کہان ہین۔ لوگون نے عرض کی کہ انکی آنکھین دکھتی ہین۔ آپ نے فرمایا انکو میرے پاس بلا لاؤ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خدمت مبارک مین لے آئے۔ جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ مین جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے میرا سر گود مین لے لیا اور اپنا لعاب دہن میری آنکھون مین لگایا اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اپنی ہتھیلی پر لیا اور میری آنکھون مین لگا دیا۔ اسیوقت میری آنکھون کا درد زائل ہوگیا اور مجھ کو شفائے کلی حاصل ہو گئی۔ پھر مجھے کبھی نہ درد چشم عارض ہوا اور نہ کبھی درد سر لاحق ہوا اور ایک روایت مین یون وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے پھر میرے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو ان سے سردی اور گرمی کی مضرت کو دور فرمادے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین کہ آپ کی اس دعا فرمانے کے بعد مجھکو گرمی اور سردی کی شدت کبھی نہ معلوم ہوئی"

عطائے لوائے خیبر کے یہ تفصیلی واقعات ہین جنکو شبلی صاحب نے اپنی مجبوری کی خاص علت سے قلم انداز فرمایا آپ کو جو مجبوری عارض تھی وہ صرف فضائل علیؑ کے اظہار کی وجہ سے تھی۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اب اس سلسلہ مین شبلی صاحب آگے بیان فرماتے ہین :-

مرحب کے مقابلہ مرحب قلعہ سے یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا

شاکی السلاح بطل مجرب دلیر ہون۔ تجربہ کار ہون سلاح پوش ہون" مرحب کے سر پر یمنی زرد رنگ کا مغفر اور اس پر سنگی خود تھا۔ قدیم زمانہ مین گول پتھر خالی کر لیتے تھے یہی خود کہلاتا تھا مرحب کے جواب مین حضرت علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ مین وہ ہون کہ میری مان نے میرا نام شیر رکھا ہے

کلیت غابات کریہ المنظرہ — میں خیبر نیستان کی طرح کریہ المنظر ہوں۔ سیرۃ النبی ص ۲۵۷۔

مندرجہ بالا مضامین میں لوائے خیبر کے عطا ہونے کے واقعہ سے لیکر حضرت علیؑ کے روانہ ہونے تک کے حالات شبلی صاحب کی عبارت کتاب سے نقل ہو چکے ہیں۔ اسکے بعد شبلی صاحب نے مندرجہ بالا اشعار رجز لکھکر جانبین کے مقابلہ کی کیفیت شروع کر دی ہے۔ اور حضرت علی کی آمد اور آپ کی ہیبت وجلالت کا اثر جو یہودیوں پر پڑا۔ وہ بالکل قلم انداز فرمایا گیا اسلیے کہ اس میں وہی فضائل علی کے اظہار کا نقص واقع تھا۔ اب دیکھیئے کہ آپکے علما اسکے متعلق کیا لکھتے ہیں:۔ علامہ زرقانی اور ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں۔

قال سلمۃ فخرج علی واللہ یہرول وانا خلفہ نتبع اثرہ حتی رکز رایتہ فی رضم من حجارۃ تحت الحصن فاطّلع علیہ یہودی من راس الحصن فقال من انت قال علی بن ابیطالب قال غلبتم وما انزل علی موسی۔

زرقانی صفحہ ۲۵۷ مصر ابن ہشام ص ۱۸۷ جلد دوم مصر۔

سلمہ ابن اکوع کا بیان ہے کہ حضرت علی علم جب لیکر بڑھ لیے ہرولہ کرکے آگے آگے چلے اور ہم لوگ انکے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے یہانتک کہ قلعہ کے پاس پہونچے تو حضرت علیؑ نے اُس علم کو پتھر کی ایک چٹان پر قلعہ کے نیچے گاڑ دیا۔ قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ کی بنظر توجہ کو دیکھکر پوچھا تم کون ہو۔ آپنے جواباً ارشاد فرمایا میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ یہ جواب سن کر وہ اپنی قوم کو چلایا اور کہنے لگا کہ قسم موسیٰ کی اور جو کچھ اُن پر نازل ہوا ہے کہ تم سب کے سب مغلوب ہو گئے۔

محدث شیرازی بھی بلفظہ وبحرفہ اس واقعہ کو روضۃ الاحباب میں اس عبارت کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:۔

پس علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علم برگرفتہ روان شد تا بپای حصار نزدیک آمد علم را برکوہے از سنگریزہ کہ در انجا بود بزد۔ یہودی از بالاے حصار خود را بجنبد وا ز وے پرسید تو کیستی۔ جواب داد منم علی بن ابیطالب۔ یہودی فریاد بر آورد کہ اے اہل خیبر مغلوب شدید ودر روایتے آنکہ یہودی گفت بحق آن خدایکہ توریت بموسیٰ فرستادہ کہ این مرد فتح ناکردہ باز نخواہد گشت۔

ص ۳۸۵

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم لیکر روانہ ہوئے جب قلعہ قموص کے نزدیک پہونچے تو علم کو ایک پتھر کی چٹان پر جو وہاں پڑا تھا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے سر نکال کر پوچھا تم کون ہو ارشاد ہوا۔ علی ابن ابیطالبؑ یہ سنکر اُسنے فریاد بلند کی اور یہودیوں کو چلا کر کہا کہ اے اہل خیبر تم سب کے سب مغلوب ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق اُسنے کہا کہ اُس خدا کی قسم جسنے موسیٰ پر توریت کو نازل فرمایا ہے کہ یہ شخص بغیر قلعہ فتح کیے کبھی واپس نہ جائے گا۔

شبلی صاحب نے مقابلہ سے پہلے کے اس واقعہ کو اگر اظہار فضائل علی کے سبب سے ترک فرما دیا تھا تو انکو اسلام کی فتح یہود پر ہیبت وجلالت کے غیر متحمل اثر پیدا کرنے کے ثبوت میں تو اسکو لکھکر دکھلا دیا ہوتا۔ اسمیں تو حضرت علی کے اظہار فضائل کا نہ خوف تھا نہ دہشت۔

شبلی صاحب اور اُنکے اکثر محدثین نے جنمین اصحاب صحاح بھی شامل ہین مرحب کے مقابلہ سے خیبر کے جنگ کا آغاز کیا ہی اور اس کے خاتمہ پر اس عظیم الشان غزوہ کا خاتمہ کر دیا ہی جس سے ہر شخص عموماً یہ سمجھ سکتا ہی کہ مرحب کے تنہا مقابلہ اور اُسکے قتل ہو جانے کے بعد ہی خیبر کی مہم سر ہو گئی اور یہودیون کا اتنا بڑا مستحکم اور مشہور و معروف قلعہ قموص فتح ہو گیا۔ حالانکہ یہ واقعیت کی تفصیل کے خلاف ہے۔ اگر تفصیل واقعیت مد نظر رکھی جائے اور تحقیق سے کام لیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ مرحب کے مقابلہ سے قبل اور اُسکے قتل کے بعد بھی معرکۂ کارزار اور میدان گیر و دار بڑی دیر تک گرم رہا۔ اور یہود نے مرحب کے مارے جانے کے بعد بھی قلعہ پر مسلمانون کا قبضہ نہونے دیا۔ جبتک کہ اُنکے تمام نبرد آزما اور شجاع و زبردست سردار ایک ایک کر کے ذوالفقار آبدار سے مقتول نہو چکے۔ محدثین نے عموماً اور مؤلفین صحاح نے خصوصاً اسکی تفصیل و تصریح کو کیون قلم انداز فرمایا۔ اسلیے کہ اُنکے موضوع تالیف سے زائد تھا۔ بخلاف انکے ارباب سیر و تاریخ نے اسکی تفصیل کو قلمبند کیا۔ اسلیے کہ وہ اُن کا عین موضوع تھا۔ اس بناپر مورخین نے عموماً اور ارباب تاریخ و سیر نے علی الاکثر ان واقعات کو مسلسل و مفصل طریقہ سے قلمبند فرمایا ہے۔ کیا شبلی صاحب اب بھی حدیث و تاریخ کے فرق مابہ الامتیاز کو نہ سمجھین گے۔ کیا اب بھی آپ کو اسلامی سیرتون کی تدوین مین تاریخ و سیر کی جگہ مرویات نقل کرنے پر اصرار قائم رہے گا۔

ان واقعات کے قلم انداز کرنے کی ایک دوسری وجہ یہ بھی خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اُنکی تفصیل سے حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات کی تفصیل ثابت ہوتی تھی اور یہ اُن حضرات کے بالکل ناگوار خاطر تھا۔ اور اُنکے اثبات عقائد کیلیے بالکل مضر۔ اسوجہ سے ان واقعات کی تفصیل کا قلم انداز کر دینا بہتر اور مناسب تھا۔ ارباب سیر و تاریخ کو اختصار تا امکان زیادہ استقصاء وقائع کی ضرورت مد نظر رہتی ہے۔ وہ ہر واقعہ کو اُسکی واقعیت اور اصلیت کی اسی تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین جس انداز و طریقہ سے وہ عملی طور پر وقوع پذیر ہوئے ہین۔ یہی اصلی اسباب ہین جنکی بنا پر ارباب سیر نے لکھا اور اصحاب حدیث نے نہ لکھا۔

تمہیداً اتنا عرض کر کے ہم میدان کارزار مین حضرت علی کی مدد سے لیکر خاتمۂ جنگ تک کے تمام حالات و واقعات اُسی تفصیل و تشریح سے لکھتے ہین جسطرح ارباب تاریخ و سیر نے لکھا ہے۔ بلکہ اُسکے علاوہ اکثر علماے محدثین نے بھی قلمبند فرمایا ہے۔ محدث شیرازی۔ روضۃ الاحباب مین۔ محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین۔ واقدی اپنی تاریخ مین۔ ابن اثیر اپنی کامل التواریخ مین۔ علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس مین حبیب السیر اور روضۃ الصفا مین مرقوم ہے۔

اس عالم یہود کے مندرجۂ بالا اعلان اور فریاد و فغان کے بعد اول شخص جو حضرت علی مرتضیٰ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ وہ حارث مرحب کا بھائی تھا۔ اسکے نام مین اختلاف ہے بعض اسکو حارث لکھتے ہین بعض یاسر اور بعض

عنتر کہتے ہین - یہ شخص یہود کا وہی جا بکدست اور دلیر پہلوان ہی جسنے تین دن متواتر لشکر اسلامی کو شکست پر شکست پہونچائی تھی - اور اسنے متواتر حملات سے انکو پسپا کر رکھا تھا - اسوقت بھی وہ اپنی کامیابیون پر جو شیون مین آمادۂ پیکار ہو کر قلعہ سے نکل پڑا - محدث دہلوی لکھتے ہین -

عنتر کا قتل -

اول کسے کہ از حصار بیرون آمد حارث یہودی بود برادر مرحب کہ سنان نیزۂ وے سہ[1] من بود - و بجنگ پیوست - و چند نفر را از اہل اسلام شہید ساخت - پس علی مرتضیؑ بر سر او راند و بیک ضرب وے را بدوزخ فرستاد -

پہلا شخص جو قلعہ سے باہر آیا وہ حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا اُسکے نیزے کی انی تین من کی وزنی تھی - وہ میدان مین آکر مشغول کارزار ہوا - اور اہل اسلام کے چند نفر مسلمانون کو اوسنے شہید کر ڈالا - یہ دیکھکر حضرت علیؑ مرتضی نے اُسپر حملہ کرکے اُسکو واصل جہنم فرمایا -

محدث شیرازی کے بھی یہی الفاظ ہین لیکن شہداے اسلام مین وہ صرف دو شہدا کی تصریح خاص کرتے ہین

مرحب کا قتل

بھائی کا خون دیکھ کر مرحب لال ہو گیا - بیتاب ہو کر قلعہ سے باہر نکل پڑا - محدث دہلوی تفصیلاً لکھتے ہین -

مرحب چون بقتل برادر واقف شد با جماعت از شجاعان خیبر اسلحہ پوشیدہ در صدد انتقام بیرون آمد و گویند کہ وے در میان خیبریان مبارزے بود بغایت دلاور و بلند بالا و تناور و در شجاعت و مبارزت از میان ابطال ابن اہل بطلان ہمتا نداشت و آنروز دو زرہ پوشیدہ و دو شمشیر حمائل کردہ و دو عمامہ بر سر بستہ و خود بر بالاے آن نہادہ رجز گویان در معرکہ جنگ در آمد - و ہیچ کس را از اہل اسلام طاقت نشد کہ با وے معارضہ نماید و در میدان قتال بیاید

مرحب کو اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ مع سپاہ خیبر مسلح ہو کر بھائی کا انتقام لینے کو قلعہ سے باہر آیا - کہتے ہین کہ مرحب تمام خیبریون مین ایک ایسا بلند قامت - قد آور مرد بہادر تھا کہ تمام دلیرون مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا - اُس دن دو زرہین پہنے ہوے تھا - دو تلوارین لٹکاے ہوے تھا دو عمامے سر پر باندھے تھا - اُن عمامون پر خود رکھے تھا - رجز پڑھتا ہوا معرکۂ جنگ مین آیا - اہل اسلام مین سے کسی کو ہمت نہوئی کہ اُس سے جنگ کو نکلے - حضرت علیؑ رجز پڑھتے ہوے اُس سے مقابل ہوے - مرحب نے

[1] نئی روشنی کے ناظرین تین من کی نوک سنان پر تعجبانہ تبسم فرمائین گے اور اُسکو مہا بھارت والے ارجن کی بان سے تمثیل دینے پر تیار ہو جائینگے - اُنکو حقیقت حال سمجھا دینی ضرور ہے - یہ اصل من کا اختلاف وزن ہی - ہندوستان مین غلہ کی افراط اور پیداوار کی بہتات نے چالیس سیر کا اور کہین کہین اس سے بھی زیادہ وزن من کے قرار دے رکھے ہین - اوزان کی تعین مین حکومت کا بھی اثر کثیر تھا - سلاطین مغلیہ کے وقت مین ۱۲ روپیہ کلدار کا من - سلاطین اودھ کے علاقہ مین چھیانوے ۹۶ روپیہ اور دولت انگلشیہ مین فی الحال ۴۰ سیر کا من رائج ہے لیکن ہندوستان کے خلاف عرب اور فارس وغیرہ ممالک مین جہان غلہ کی پیداوار کم ہے وہان تحقیق کی جاے تو ڈھائی سیر ۲.۵ سے زیادہ کا من نہین پایا جائیگا - اسلیے عربی کے مروجہ وزن کے حساب سے حارث کے نیزے کی انی ساڑھے سات سیر سے زیادہ نہین ثابت ہوتی اور یہ کسیطریقہ سے مستبعد نہین ہی (مؤلف)

پس علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہ نیز رجزے خواند و مقابل او
شد۔ مرحب پیشدستی نمودہ خواست کہ تیغے بر سر علیؑ بزند
پس امیر کبیر بسبقت جستہ ذوالفقار بر سر آن ملعون غدار
فرود آوردہ چنانکہ از سر خود و دستارش گذشتہ تا بہ حلق
و بر داشتے آنکہ تا بہ آنہا و بر واشتے تا بقابوس زین او رسید
دو نیم ساخت۔ پس اہل اسلام با حضرت امیرؑ در میدان آمدہ
بہ قتل یہودان دست دراز کردند و حضرت امیرؑ ہفت کس
از رؤسا و شجاعان یہود را بقتل آوردند و باقی ایشان ہزیمت
نمودہ رو بقلعہ آوردند۔ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ در عقب ایشان
می رفت۔ درین حالت یکے از مخالفان ضربے بر دست
مبارک وے زد۔ چنانکہ سپر از دست بر زمین افتاد۔ یہودی
دیگر سپر را ربودہ بگریخت۔ حضرت امیرؑ در غضب در آمد
و یک حالتے از عالم قدرت ربانی بقوت روحانی وارد شد
کہ از خندق جستے نمودہ بر در دروازۂ حصار افتاد و یک
در آہنی حصار را بر کند و سپر خود ساخت و بہ جنگ
پیوست۔

پیشدستی کرکے چاہا کہ تلوار کا وار کرے مگر حضرت علی نے اُس کو
موقع نہ دیا۔ اور ذوالفقار کی ایسی ضرب اُس ملعون غدار
کے سر پر لگائی کہ اُسکے خود اور عماموں کو کاٹتی ہوئی حلق تک اور
بر داشتے داڑوں تک اور بر داشتے قابوس زین تک اُتر آئی اور
مرحب دو ٹکڑے ہو کر داخل جہنم ہوگیا۔ اہل اسلام نے برفاقت
حضرت علی مرتضیٰ میدان جنگ میں پہونچکر یہود کو قتل کرنا
شروع کیا۔ اور حضرت علی نے یہودیوں کے سات[1] فوجی سرداروں کو
جو بہادر اور رئیس سمجھے جاتے تھے قتل کیا۔ جنکے قتل ہوتے ہی
باقیماندہ اشخاص قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ اور حضرت علیؑ نے اُنکا
تعاقب کیا۔ اسی حالت میں ایک یہودی نے آپکے ہاتھ پر ایسی
ضرب لگائی کہ سپر ہاتھ سے زمین پر گر پڑی اور ایک دوسرا یہودی
سپر اُٹھا کر بھاگ گیا۔ حضرت امیرؑ غصہ میں آگئے اور ایک
حالت قدرت ربانی اور قوت روحانی کی آپ پر طاری ہوگئی کہ آپ
ایک ہی جست فرما کر باب قلعہ پر پہونچ گئے۔ اور اسی حالت میں
آپنے اُسکے آہنی پھاٹک کا ایک پلہ نکال کر بجائے سپر ہاتھ
میں لے لیا اور بدستور جنگ میں مصروف ہوگئے۔

محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۳۸۳ میں یہی مضامین لکھے ہیں۔

قوت روحانی اور طاقت انسانی کی آزمائش

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابوالفداء میں مرقوم ہے:-

عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال خرجنا مع علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ حین بعثہ رسول اللہ صلعم برایتہ فلما دنا من الحصن خرج الیہ اھلہ فقاتلھم فضربہ رجل من یہود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی علیہ السلام باباً کان

ابورافع غلام رسول اللہؐ سے مروی ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے حضرت علیؑ کو
علم دیکر خیبریوں سے جنگ کے لیے بھیجا تو ہم بھی اُنکی معیت میں تھے پس
جب حضرت علیؑ قتال کرتے ہوئے قریب قلعہ پہونچے تو ایک یہودی
نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال ہاتھ
سے گر گئی۔ آپنے فوراً ایک دروازہ باب خیبر کا کھینچ لیا۔

[1] ناموں کی تفصیل فوائح میبذی کی اسناد سے آگے آتی ہے۔ المؤلف عفی عنہ۔

عند الحسن فترس بعن نفسه فلم یزل فی یده وهو یقاتل حتی فتح الله علیه ثم القاه من یده حتی فرغ فلقد رأیتنی فی نفر سبعة معی انا ثامنهم نجهد علی ان نقلب ذلك الباب فما نقلبه۔

اور اُسی کو بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور قتال کرنے لگے یہانتک کہ خدا نے آپکو فتح نمایاں عطا فرمائی پھر جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آپنے دروازہ قلعہ کو ہاتھ سے ڈالدیا۔ اور وہ اسقدر بھاری تھا کہ ہم آٹھ آدمی مل کر بھی اُسکو نہ اُلٹ سکے۔

درخیبر کا اُکھاڑنا غلط ہے

اب دیکھیے شبلی صاحب کی قلمکاریاں اسکی حاشیہ نگاریوں میں کیا زہر اُگلتی ہیں۔ تحریر ہوتا ہے

مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علی نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی اور ضرب کی آواز فوج تک پہونچی (دیکھو الطبری ۱۵۷۹) معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت علی کی تلوار سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے جب عام حملہ کیا تو اتفاق سے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ گئی۔ آپنے قلعہ کا در جو سرتاپا سنگ تھا اکھاڑ کر اُس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابورافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اُسکو اُٹھانا چاہا تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ یہ روایتیں ابن اسحٰق اور حاکم نے روایت کی ہیں۔ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں تصریح کی ہے کہ کلها واهیة سب لغو روایتیں ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی ابن احمد فرح کے حال میں اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں اُن میں سے ایک روایت میں تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوٹ گیا ہے اور دوسری میں اس مشترک نقص کے ساتھ۔ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہے جسکو امام بخاری اور ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ (دیکھو المیزان الاعتدال۔ ترجمہ بریدہ بن سفیان) سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۵۸

غلط بتلانا ہی غلط ہے

ہم نے تو اسی لیے اپنی تمہید میں پہلے ہی لکھدیا ہے کہ ان واقعات کی تصریح اول تو محدثین کی تالیفات کا موضوع ہی نہیں۔ دوسرے فضائل علی کی تفصیل ہونے کے باعث انکو مطبوع بھی نہیں ہے۔ اسلیے ہم نے اسکو محدثین کے اقوال و اسناد سے لکھا ہی نہیں۔ صرف اصحاب سیر و تواریخ کی اسناد سے اسکو قلمبند کیا اس لیے کہ ان کا خاص موضوع تھا لیکن خدا بھلا کرے شبلی صاحب کا کہ انھوں نے ان تفصیلات کو امام حاکم صاحب المستدرک۔ امام بیہقی صاحب سنن کا بھی مختار ثابت کردیا۔ مزید تحقیقات کے لیے علی بن برہان الدین شافعی محدث۔ صاحب سیرۃ لسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون۔ صاحب سیرۃ الحلبیہ محدث۔ حافظ جمال الدین شیرازی محدث۔ صاحب روضۃ الاحباب اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی محدث صاحب مدارج النبوۃ۔ علامہ ابن اثیر جزری اور علامہ طبری کا بھی یہی مختار متفقہ ثابت ہوتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ شبلی صاحب اپنے طرز بیان میں اپنے قول کی آپ رد فرماتے ہیں اور انحراف عن الاعتراف کے نقص و عیب سے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

یہ ذہبی کی شان اچھی نہیں۔اور تدوین مورخانہ کے بالکل خلاف ہے۔

یہی مرویات جنکو لکھکر آپ غلط بتلاتے ہیں اگر حقیقتاً آپکے نزدیک سخاوی اور ذہبی کے اقوال سے غلط ثابت ہوئی تھیں تو ان کے لکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی مگر نہیں آپ تو اسلاف کی تقلید و بخاری کی تائید کے ولدادہ ہیں۔ استخفاف ممکن نہیں تھا تو خیر ان کا استرداد ہی سہی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ آپکے قلم میں اتنی قوت ہے اور نہ اتنی طاقت کہ ان واقعات کو آپ بالکل مرفوع القلم فرمادیں اور نہ آپکے استدلال میں اتنا زور ہے کہ اسکو قوی دلیلوں سے رد و باطل اور قطعی طور پر مستاصل کردیں۔ اس لیے مجبوراً ذہبی کی وہی قدیم لکیر پیٹی گئی۔ لکھا بھی گیا اور گویا مٹا بھی دیا گیا۔

بہر حال۔ آپکے استدلال کا دار و مدار سخاوی کے قول منفرد پر ہے۔ جو ان تفصیلات کو واہی بتلاتے ہیں۔ لیکن خیریت ہے کہ آپ سوا سے سخاوی کے کسی اور محدث کا قول انکے واہی ہونے کے ثبوت میں پیش نہیں کرتے تو ارباب تحقیق خود سمجھ لینگے کہ آپکے اس طریقہ استدلال اور اسکی اسناد میں محض ایک ایسے شخص کے قول سے جو محدثین کے طبقہ متقدمین میں بھی نہیں ہے۔ امام حاکم، امام بیہقی۔ محدث ابن جزری۔ علامہ حلبی۔ محدث شیرازی اور محدث دہلوی استنے محدثین کی پھر امام المغازی ابن اسحٰق۔ ابن جریر طبری۔ ابن اثیر اور ابوالفدا وغیرہم استنے مورخین کی تردید و تغلیط فرماتے ہیں۔ کوئی سمجھ والا اسے قبول کرے گا۔

دوسرا طریقہ استدلال تنقیدی آپ کا یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے اسکو روایت منکر بتلایا ہے۔ آپ تو صرف اپنے مطلب کی لکھ کر رہ گئے۔ اور سمجھ گئے کہ ذہبی کی تفصیلی عبارت کون دیکھتا ہے۔ یہ آپ کی صریح مغالطہ دہی ہے۔ علامہ ذہبی نے اسکے اس حصہ روایت کو صرف منکر بتلایا ہے جسمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس دروازے کو گرا دینے کے بعد چالیس آدمی نہ اٹھا سکے۔ علامہ زرقانی نے اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو انکی مفصلہ ذیل عبارت۔

کالحافظ الذھبی فانہ بعد ان ذکر روایۃ الاربعین قال ھذا منکر ص ۲۶۵ جلد دوم

مثل حافظ ذہبی کے جو چالیس آدمیوں والی روایت کو کہتے ہیں کہ یہ منکر ہے۔

زرقانی کی اس تصریح قول ذہبی سے ثابت ہو گیا کہ صرف چالیس آدمیوں کے ناکامیاب ہوجانے والی روایت ذہبی کے نزدیک نامعتبر ہے اس قول سے ذہبی کے نہ اصل واقعہ میں کوئی نقص واقع ہوا اور نہ سات یا آٹھ آدمیوں والی روایت غلط ٹھہری جسکو محدثین کے علاوہ مورخین۔ ابن اسحٰق، طبری اور ابن اثیر نے حضرت ابورافع کی اسناد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحابی۔ واقعہ کے خاص شریک ہیں نقل کی ہے اور جسکو ہم اپنے سلسلہ بیان میں اوپر لکھ آئے ہیں۔ جب ذہبی کے انکار کی یہ صورت حقیقت سے معلوم ہوئی۔ تو اصل واقعہ اور سات یا آٹھ آدمیوں والی روایت کی تردید کہاں ہوئی۔ بلکہ ایک دوسرے طریقے سے انکی توثیق ہو گئی۔ کیونکہ جب ذہبی کا انکار

روایت اربعین تک محدود ہو چکا اور روایت سبعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ذہبی کو انکی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ ہاں اگر سخاوی کی طرح ذہبی کلھا منکرۃ لکھدیتے تو البتہ آپ ذہبی کا یہ قول اپنے استدلال میں پیش کرتے لیکن وہ صاف صاف ھذا منکر لکھکر جیسا زرقانی بتلاتے ہیں صرف روایت اربعین کی تخصیص کر دیتے ہیں۔ یہی تو شبلی صاحب کا طریقہ استدلال ہے اور اسی پہ تمام دنیا سے داد طلبی کا سوال ہے۔

اب آپکے دوسرے طریقہ استدلال کی حقیقت حال ملاحظہ ہو۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ مؤرخ ابن ہشام نے اس روایت کے دونو طریقوں میں بیچ کا ایک راوی چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسکا ایک راوی بریدہ بن سفیان ہے جسکو امام بخاری۔ ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کا کوئی طریقہ استدلال ایسا نہیں پایا جاتا جسمیں کچھ نہ کچھ غلط بیانی نہو۔ یہ انکی مؤلف و محقق ہونے کی شان سے بالکل خلاف ہے۔ آپ استدلالاً لکھتے ہیں:۔

ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت میں تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑ دیا ہے اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان ایک راوی ہے جن کو امام بخاری وغیرہم قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

آپ کا یہ حصہ عبارت اور دوسرے حصہ میں "اس مشترک نقص کے ساتھ" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ ان دونوں سلسلہ رواۃ میں بیچ کا ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ مگر جب اصل کتاب کی عبارت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو آپکا دعویٰ مشترک محض غلط ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں جسکے صفحہ کا نشان شاید عمداً چھوڑ دیا گیا ہے ان دونوں روایتوں کے مفصلہ ذیل سلسلہ رواۃ درج ہیں۔ پہلی رواۃ کا سلسلہ یہ ہے۔

حدثنی بریدۃ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی عن ابیہ سفیان عن سلمۃ بن عمرو بن الاکوع۔

بریدہ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی اپنے باپ سفیان سے اور سفیان سلمہ بن عمرو بن اکوع سے روایت کرتے ہیں۔

اب آنکھ والے بتلا دیں کہ اس سلسلے میں کون راوی بیچ کا چھوٹ گیا ہے۔ صاف صاف بریدہ اپنے باپ سفیان سے روایت کرتا ہے۔ اور سفیان سلمہ کی زبانی بیان کرتا ہے اور سلمہ وہ بزرگ صحابی ہیں جو خود شریک واقعہ ہیں۔ افسوس شبلی صاحب کا ایسا تحقق اور ایسا مغالطہ وہ طریقہ استدلال۔

ابن ہشام کا دوسرا سلسلہ ملاحظہ ہو۔

حدثنی عبداللہ بن الحسن عن بعض اھلہ عن ابو رافع۔

عبد بن حسن نے اپنے لوگوں میں سے بعض کی زبانی اور اس نے ابو رافع کی زبانی۔

اس روایت مین عبداللہ بن حسن نے اپنے اُس عزیز کا نام جس سے اُنھون نے یہ بیان سُنا تھا۔ سہو فرمایا ہے لیکن اس سہو سے سلسلہ رواۃ مین کوئی فرق نہین آتا۔ یہ روایت اُسوقت مقطوع البتہ کہلاتی جب عبداللہ بن حسن بیچ کے راوی کا ذکر نہ فرماتے حقیقتاً نہ یہ انقطاع روایت ہے نہ اسقاط نام راوی۔ بلکہ ایک سہو ذہنی ہے جس سے کوئی انسان خالی نہین۔ اور یہ ایک ایسا عام امر ہے کہ دفاتر صحاح بھی اس سے خالی نہین ہین۔ ہم دیباچہ مین اس مسئلہ پر پوری بحث کر چکے ہین اور خود امام بخاری کی مقطوع الاسنادی لکھکر دکھا چکے ہین۔ بخاری مین لیلۃ القدر والی روایت موجود ہے۔ جسکو امام صاحب نے بغیر کسی سند کے عن سفیان بن عیینہ کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ بھلا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بخاری نے کبھی سفیان بن عیینہ کو دیکھا بھی تھا۔ کہان آپ کا وقت کہان سفیان کا زمانہ۔ پھر یہ عن کیسا؟ ملاحظہ ہو دیباچہ جلد اوّل۔

جب خود امام بخاری کی مقطوع الاسنادی کی یہ کیفیت ہے تب حدیث مین کسی راوی کی نسبت اُن کی بے اعتمادی کب قابل اعتماد و اعتبار ہوسکتی ہے۔ اسکے علاوہ۔ انھین بخاری صاحب نے راہب بحیرہ کے واقعات مین اسمٰعیل بن اویس ایسے منکر الحدیث شخص سے خود روایت کی ہے۔ اور اسیطرح آغاز نزول وحی مین جناب سرور خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوف ہوجانا۔ بخاری صاحب نے امام زہری کے بلاغات و اسنادہ منفردہ سے نقل فرمایا ہے جس کا سلسلہ رواۃ صرف امام زہری تک پہونچکر تمام ہوجاتا ہے۔ اور پھر رسول اللہؐ تک ایک راوی کا نام نہین طرفہ تر تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے ان مقامات پر بخاری کی تردید کی ہے اور اُنکے مختار مرویات کی تنقید لکھی ہے۔ اور اب خدا کی شان۔ وہی شبلی صاحب انھین بخاری صاحب کے اسناد سے دوسرونکی بے اعتمادی پر استدلال کرتے ہین جو جمع الفاسد علے الفاسد کے اصول سے خود واہی ہے اور سراپا غلط۔

ہم ان افترایات کو شبلی صاحب کے طبعزاد بھی نہین کہہ سکتے اس لیے کہ مخالفت علیؑ کا مواد بہت قدیم ہے جو پہلے استحکام اصول عقاید کا ضروری عنصر اور پھر استقرار سلطنت و حکومت کا قوی جوہر بن کر پیکر اسلام کے رگ و پے مین داخل کیا گیا تھا۔ اور اس بنا پر مخالفین علیؑ نے آپ کی تخصیص کو تعمیم کی صورت مین بدل دینے کے لیے انواع و اقسام کے موضوعات و مصنوعات سے کام لیا۔ اگرچہ مخالفت علیؑ کی بنا زمانہ رسولؐ ہی مین پڑ چکی تھی (دیکھو بریدہ اسلمی اور معاملہ کنیز متعلقہ فتح یمن) لیکن پوشیدہ رہی۔ زمانہ خلافت مین کھُل پڑی اور دورہ معویہ یا خلافت پنجم مین تو یہ اپنے تمام اقسام کے ساتھ عام ہوگئی اور معویہ کے ایک خاص تاکیدی فرمان شاہی کے مطابق اس کا عام دستور تمام ممالک اسلامی مین قائم ہوگیا۔ معویہ کا فرمان شاہی اور اسکے تاکیدی الفاظ یہ ہین۔

ثم کتب الی عمالہ ان الحدیث فی عثمان قد کثر و فشا فی کل مصر و فی کل وجہ و ناحیۃ فاذا جاءکم کتابی ھذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضائل الصحابۃ والخلفاء الاولین ولا یترکوا خبرا یرویہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ فان ھذا احب الی واقر بعینی۔

عبقات الانوار جلد ۵۔

معاویہ نے پھر اپنے عمال ملکی کو لکھ بھیجا کہ حدیثیں فضائل میں کثرت سے ہوگئیں اور وہ تمام شہر و اطراف میں شائع بھی ہوگئیں پس جب تم لوگوں کو میرا یہ فرمان پہونچے تو تم محدثین اخبار کو فضائل صحابہ و خلفائے راشدین کی ترتیب کی طرف دعوت دو اور ان سے کہدو کہ وہ لوگ کوئی حدیث فضیلت علیؑ کی ایسی باقی نہ چھوڑیں جسکی نقیض صحابہ کے لیے نہ تیار کریں۔ کیونکہ یہ امر میرے لیے محبوب ترین ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ عبقات الانوار جلد پنجم بحوالہ کتاب الاحداث امام مدائنی ص ۲۲ مطبوعہ لکھنؤ۔

اسی فرمان کی ہدایت اور اسکے جلد وہین حکومت کے وظیفے اور مالی اعانت سے حضرت علی کے تخصیصی واقعات و خدمات کے مقابل و مماثل مرویات طیار کرائیں اور پھر اس ترتیب و تفصیل سے کہ آپکی تخصیص کسی زمانہ مین ایسی نہیں چھوڑی گئی جسکی مماثل و مقابل شکل کا ہیولا نہ قائم کر لیا گیا تحقیق سے کام لینے والے اور ہر امر کا تفحص فرمانے والے جانتے ہین کہ اس صنف خاص مین ولادت کعبہ سے حضرت علی کی خصوصیات کا آغاز ہوتا ہے۔ اسمین مصعب بن زبیر نے غالبا حکومت کی فرمائش یا باشتعال طبع خاص حکیم بن حزام کو کعبہ کا مولود اول قرار دیا۔ بالآخر امام حاکم کو با ین الفاظ مصعب کی تکذیب کرنی پڑی۔

وھم مصعب بن عبداللہ فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ مستدرک۔

مصعب ابن عبد اللہ کو اس حدیث آخر مین وہم ہوگیا ہے کیونکہ اخبار متواترہ مین وارد ہوا ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو کعبہ کے اندر پیدا کیا۔

چونکہ قلعۂ خیبر کی فتح بھی حضرت علی مرتضیٰ کی خدمات مخصوص مین داخل ہے۔ اس لیے۔ اس مین نکتہ لگایا گیا ہم اسکو شبلی صاحب ہی کی زبانی سنوانا اور سننا چاہتے ہین۔ تحریر فرماتے ہین۔

ابن اسحاق موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کا بیان ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا مسند امام حنبل اور صحیح مسلم مین بھی ایک روایت ہے لیکن صحیح بخاری مین حضرت علی ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر بتلایا ہے اور یہی اصح الروایات ہے۔

خیریت ہوگئی کہ بخاری صاحب نے لکھدیا۔ نہین تو شبلی صاحب شیخین بخاری و مسلم کے آگے کب کسی کی سُنتے اور وہ ضرور ابن اسحق اور موسیٰ ابن عقبہ کی تقلید کرتے۔ مگر اب بخاری نے لکھدیا تو پھر آپ کے انکار

کہان ممکن ہو سکتا ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مسلم کی توثیق رخصت ہوگئی۔ اسلیے کہ وہ موسی ابن عقبہ کی روایت کی تصدیق کرتے ہین۔ حالانکہ شبلی صاحب خود دیباچہ مین صحیحین بخاری و مسلم کی باین الفاظ تصدیق کر چکے ہین کہ حدیث مین متعدد کتابین ایسی موجود ہین جنمین ایک حدیث بھی ضعیف نہین مثلاً صحیح بخاری و مسلم۔" اب اُسی مسلم کی اس روایت کے متعلق جسکی آپ خود اس موقع پر تکذیب فرما رہے ہین۔ کیا ارشاد فرمائین گے۔ بیّنوا توجروا۔ اس تنقید کے بعد بھی کیا آپ کو صحیح مسلم کی نسبت یہ اعتقاد اور اصرار قائم رہیگا کہ مسلم مین ایک حدیث بھی ضعیف نہین؟ اگر نہین ہے تو ضعیف کیسی بالکل غلط حدیث یہ کہان سے نکل آئی؟ اسکا جواب شبلی صاحب کے ذمہ قیامت تک باقی رہ گیا۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارات سے کام لیتے ہین۔ اور تاریخی مضامین مین شاعرانہ استعارات سے عمل پیرا ہوتے ہین۔ آپنے اہل سیر کے چند نام لکھکر ان موضوعات کا الزام صرف انھین کے سر لگا کر ختم کر دیا ہے اور محدثین کو بال بال بچا لیا تحقیق کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام مفاسد کے باعث تو اُستاد المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل ہین جنھون نے اس حدیث مین اپنی غلط تاویلون کے بے تکے جوڑ لگائے ہین جو بالآخر نقادان فن کو ٹانکون سے اُدھیڑنے پڑے ملاحظہ ہو شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت۔

وخالف فی ذلک اهل السیر فجزم ابن اسحاق وابن عقبۃ والواقدی بان الذی قتل مرحبا هو محمد بن مسلمۃ وکذا روی احمد باسناد حسن عن جابر وقیل ان مسلمۃ کان بارزہ فقطع رجلیہ فاجهز علی علیہ وقیل ان الذی قتلہ هو الحرث اخو مرحب فاشتبہ علی بعض الرواۃ فان یکن کذلک والا فما فی الصحیح مقدم علی ما سواہ ولا سیما قد جاء عن بریدۃ ایضا عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم وقال ابن عبد البر انہ الصحیح وابن الاثیر الصحیح الذی علیہ اهل السیر والحدیث ان علیا قاتلہ وقال الشامی ما فی مسلم مقدم علیہ من وجهین احدهما انہ اصح الاسناد الثانی ان جابر لم یشهد

اس واقعہ قتل مرحب بدست علی مین اہل سیر نے اختلاف کیا ہے اور ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے اپنے اسناد سے لکھا ہے کہ جس شخص نے مرحب کو قتل کیا وہ محمد بن مسلمہ ہین اور امام احمد بن حنبل نے بھی اسناد حسن کے ساتھ جابر کی سند سے لکھا ہے اور یہ تفصیل بیان کی ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب سے مقابلہ کر کے اُسکے دونون پاؤن کاٹ ڈالے حضرت علیؓ نے اسکے بعد اُسپر حملہ کر کے اسکو مار ڈالا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے تو حارث مرحب کے بھائی کو قتل کیا تھا بعض راویون کو اس واقعہ کو اسطرح سمجھنے مین شبہ ہو گیا ہے ورنہ جو صحیح مین ہے وہ مقدم ہے اُن واقعات پر جو صحیح کے خلاف بیان ہوے ہین خصوصاً وہ روایات صحیح جو بریدہ کی زبانی انھین امام احمد امام نسائی ابن حبان اور امام حاکم نے مرقوم کی ہین اور انھین کی نسبت امام عبد البر کہتے ہین کہ یہی صحیح ہین اور ابن اثیر کہتے ہین کہ صحیح وہی تھا جنکو ارباب سیر واحادیث دونون نے لکھا ہے اور وہ یہی ہے کہ مرحب کو علیؓ نے قتل کیا اور ابن کثیر شامی کہتے ہین کہ جو روایت مسلم نے بیان کی ہے وہی صحیح تر ہے دو وجہون سے

خیبر کما ذکر ابن اسحاق والواقدی وغیرھما وقد شھدھا سلمۃ وبریدۃ وابورافع فھم اعلم من لم یشھدھا وقیل ان ابن سلمۃ قطع ساقی مرحب ولم یجھز علیہ ومر بہ علی فاجھز علیہ فاباہ حدیث سلمۃ وابورافع

زرقانی جلد دوم ص ۲۵۹ مطبوعہ مصر

انہین سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُسکے اسناد زیادہ تر صحیح ہین اور دوسری یہ کہ جابر کہ جو ان مرویات اختلافی کے راوی ہین خیبر مین شریک ہی نہین تھے جیسا کہ خود ابن اسحٰق اور واقدی وغیرہما نے ذکر کیا ہے اور جن لوگون نے خیبر کی جنگ مین شرکت کی وہ سلمہ بریدہ اور ابی رافع تھے اسلیے یہ لوگ بمقابلہ انکے جو شریک جنگ نہ تھے ان واقعات کے زیادہ جاننے والے تھے اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کے دونون پاؤن کاٹ ڈالے تھے اسکو مار نہین تھا علیؑ نے حملہ کر کے اُسکو مار ڈالا صحیح نہین ہوسکتا اسلیے کہ سلمہ اور ابو رافع دونون (حاضرین واقعہ) اس بیان سے انکار کرتے ہین -

تنقیص خصائص حضرت علیؑ کی بنا پر اس موضوع ومصنوع واقعہ کی یہ حقیقت حال تھی جسکی توضیح وتصحیح موجودہ استدلال تنقیدی مین کردی گئی - اسکے ایسے موضوعات ومصنوعات کے بیشمار انبار لگے ہین لیکن تاہم یہ بہت بڑی شکرگذاری کا موقع ہے کہ جن حضرات نے ان مفتریات کی تدوین کی اُنھین کے محققین ومنقدین نے اُنکے ان پرسون کے ریاض پر سیاہی کا قلم پھیر دیا - یہ اُنکی دیانت وصداقت کہی جاوے - یا اصل واقعہ کی حقیقت - جو آخر نہ چھپ سکی -

مرحب کے بعد رئیسان یہود سے مقابلہ ومقاتلہ

شبلی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی خدمات کی تفصیل کرین - مرحب قتل ہوا خیبر فتح ہوگیا قصہ ختم شد - کیونکہ خیبر کشائی وغیرہ کے حالات مابعد کو تو لکھنا چاہیے تھا کہ غلط بتلا ہی دیا گیا ہے - پھر تفصیل کی ضرورت ہی کیا ہے - مگر آپ ایک لکھنے والے تو ہین نہین آپ سے پہلے متعدد لکھنے والے ان واقعات کے لکھنے والے گذر گئے ہین - ان حضرات مین ایک تو آپکے علامہ حسین میبذی بصاحب فواتح میبذی ہین جنکے فیوض سے آپ درسیات ہی کے وقت سے بہرہ مند ہونے لگتے ہین - اُنھون نے اپنی کتاب فواتح مین مرحب کے قتل کے بعد سات رئیسان یہود سے حضرت علیؑ کا مقابلہ کرنا اور اُنکو قتل کرنا پوری تفصیل کے ساتھ نام بنام تحریر فرمایا ہے - محدث شیرازی بھی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین -

امیر المومنین آنروز ہفت کس از رؤسا وشجاعان را بقتل آورد - ص ۳۸۷

امیر المومنینؑ نے اُس دن یہودیون کے سات رئیسون اور دلیرون کو قتل فرمایا -

ہم نے ان واقعات کی پوری تفصیل حضرت علی علیہ السلام کی خاص کتاب سیرۃ سراج المبین جلد اول مین (ص ۱۸۸ سے لیکر صفحہ ۱۹۱ تک) کردی ہے - ہم بخوف طوالت اُس تفصیل کو یہان بار دیگر بیان کرنا نہین چاہتے صرف اُن دلیران ورئیسان یہود کے نام لکھدینے پر اکتفا کرتے ہین جو مرحب کے قتل کے بعد سے لیکر آخر وقت فتح تک یکے بعد دیگرے

قلعہ سے نکل نکل کر حضرت علی مرتضیٰ سے مقابل ہوتے گئے اور ضرب ذوالفقار سے مقتول ہوتے گئے۔ فواتح میبذی کی اسناد سے مفصلہ ذیل یہودان مقتول کے نام معلوم کرلیے جائین۔

(۱) داؤد بن قابوس (فواتح ص ۲۴۱) (۲) ربیع ابن الحقیق (فواتح ص ۲۴۱) (۳) عنتر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۴) مرۃ بن مروان (فواتح ص ۱۱۹) (۵) یاسر خیبری (فواتح ص ۲۴۰) (۶) صحیح خیبری (فواتح میبذی صفحہ ۲۴۰)

درگاہ رسالت سے فتح خیبر کے صلہ مین حضرت علی کو بشارت

انھین واقعات کے ایسا شبلی صاحب نے یہ بھی نہین لکھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اہتمام وعظمت سے فاتح خیبر کو لواے خیبر دیکر جہاد کے لیے روانہ کیا تھا اُن کی اس بےنظیر اور عدیم المثال خدمات جہاد کی بجاآوری پر اُنکی واپسی کے وقت زبان رسالت سے اظہار قبولیت و خوشنودی کے متعلق زبان رسالت سے کیا الفاظ نکلے شبلی صاحب کی خموشی بجا ہی۔ اور اسکا یہی خاص موقع ہے۔ کیونکہ فضیلت علی کا ذکر آجائے گا لیکن حقیقت حال بتلا رہی ہے کہ شبلی صاحب کی خموشی کے خلاف۔ زبان رسالت قبولیت کے اعلان اور حسن خدمات کے اظہار وبیان سے آپکی طرح ساکت نہین رہی۔ اور کیونکر رہ سکتی تھی۔ اخلاق نبوت کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ واپسی پر حضرت علیؑ مرتضیٰ سے جو الفاظ ارشاد فرمائے گئے وہ محدث شیرازی کی زبانی یہ ہین۔

خبر بحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسانیدند کہ قلاع خیبر بدست علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بکیفیت مذکورہ مفتوح گشت۔ آن سرور بسے شادی نمود چون امیرؑ متوجہ ملازمت نبی صلعم شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باستقبال وے از خیمہ بیرون آمد و ویرا در برگرفت و درمیان ہر دو چشمش بوسید و فرمود قد بلغنی نباءک المشکور وصنیعک المشکور و در روایتے آنکہ حضرتؐ فرمود من از تو راضی ام علیؑ را رقت آمد و بگریست حضرت فرمود اے علیؑ این گریہ فرح است یا گریہ اندوہ جواب داد کہ یارسول اللہ گریہ فرح است وچگونہ شادمان نہ گردم کہ تو از من راضی باشی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود نہ تنہا من از تو راضی ام بلکہ خداوند تعالیٰ وملائکہ وجبریل و میکائیل نیز از تو راضی اند ص ۳۸۸ روضۃ الاحباب

جب جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر کے فتح ہونے کی مندرجہ بالا کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نہایت مسرور الحال ہوئے اور جب جناب امیرؑ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ نے خیمہ سے نکل کر اُنکا استقبال کیا اور جب قریب آئے تو اُن سے بغلگیر ہوئے اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی آنکھون کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمھاری سعی مشکور اور کارہائے نمایان کی خبر مجھکو پہونچ چکی ہی اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ اے علیؑ مین تم سے رضامند ہوا۔ یہ سن کر حضرت علی کو رقت آئی اور وہ رونے لگے۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے علیؑ یہ گریہ مسرت ہے یا گریہ اندوہ وحسرت ہے حضرت علیؑ نے عرض کی گریہ مسرت ہے اور مین کیونکر مسرور نہ ہون جب آپ مجھ سے راضی ہون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ۔ تنہا مین ہی تم سے راضی نہین ہوا بلکہ خدا اور اُسکے ملائکہ جبرئیل ومیکائیل سب کے سب تم سے راضی وخوشنود ہین۔

شہدائے خیبر اور اُنکی جنگی خدمتیں

شبلی صاحب کو خیبر سے بھاگا بھاگ پڑی ہے قلم سرعت رقم سے تحریر فرماتے ہین۔
غرض یہ قلعہ (قموص) ۲۰ دن کے محاصرے کے بعد فتح ہوگیا۔ ان معرکون مین ۹۳ یہود مارے گئے جنمین حارث۔ مرحب۔ اسیر (کوئی نام نہین۔ شاید عنتر ہو یا یاسر)۔ یاسر۔ عامر زیادہ مشہور ہین صحابہ مین سے ۱۵ بزرگون نے شہادت حاصل کی۔ جنکے نام ابن سعد نے بتفصیل لکھے ہین۔ ۳۵۸ سیرۃ النبیؐ جلد اول۔

افسوس شبلی صاحب نے مقتولین یہود کے ساتھ تو اتنی ہمدردی دکھلائی کہ تین چار مقتولین یہود کے نام بھی لکھدیے لیکن آپ کی ناتوجہی اور بے التفاتی مستشہدین خیبر مین سے ایک کا نام لینا بھی گوارا نہ کرسکی ابن سعد کے صرف حوالے سے تو عام اطلاع و واقفیت کا فرض تالیفی پورا ہو نہین سکتا جب ہر شخص ابن سعد کی کتاب کو پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا تو پھر اردو مین سیرۃ النبیؐ کے طیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ غزوۂ خیبر پر موقوف نہین۔ ہم قریب قریب تمام غزوات مین آپکی فروگذاشت کی اس شان خاص کو دکھلاتے آئے ہین۔ گویا آپ انھین حضرات کے تذکرے تک اپنی تفصیلات کو محدود کرنا چاہتے ہین۔ جنکے حالات سے آپکو دلچسپی ہے یا جنکو آپ عقیدت کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔ یہ آپکے معیار تعمیم اور اشعار مساوات کے بالکل خلاف ہے۔

بہرحال ابن سعد کے علاوہ۔ تاریخ ابن ہشام مین شہدائے خیبر کے حسب ذیل نام بتلائے گئے ہین:۔

قبیلہ بنو اُمیہ۔ (۱) ربیعہ بن اکثم (۲) ثقیف بن عمر (۳) رفاعہ بن مسروح۔

قبیلہ بنی اسد۔ (۴) البشر بن البراء (۵) عبداللہ بن الحصیب (۶) فضیل بن النعمان۔

دیگر قبائل مختلفہ۔ (۷) مسعود بن قیس (۸) محمود بن مسلمہ۔ (۹) ابوضیاح (۱۰) حرث بن حاطب (۱۱) عروہ بن مُرہ (۱۲) اوس بن القاید (۱۳) انیف بن حنیف (۱۴) ثابت بن واثلہ (۱۵) طلحہ بن عقبہ (۱۶) عامر بن الاکوع۔

یہ تمام شہدا قبائل انصار کی مختلف شاخون سے تھے۔

امام زہری کی بلاغات سے دو شہدا کے اور نام بتلائے گئے ہین مسعود بن ربیعہ (بنی زہرہ) اور اوس بن قتادہ بنی عوف قبیلہ انصار کی ایک شاخ خاص سے۔ ابن ہشام جلد دوم ۱۹۱ مطبوعہ مصر۔

محمود بن مسلمہ کی شہادت

محمود بن مسلمہ تو وہی بزرگ ہین جنکو کنانہ بن ابی الحقیق نے قلعہ ناعم کے محاصرے مین دغابازی سے مار ڈالا تھا تفصیل یہ ہے۔

قلعہ ناعم پر محمود بن مسلمہ فوج لیکے اور بڑی شجاعت کے ساتھ ایک عرصے تک مبارزت کرتے رہے اُس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور آفتاب بھی اپنی پوری حرارت دکھا رہا تھا محمود لڑتے لڑتے تھک گئے۔ تو دم لینے کے لیے دیوار قلعہ سے لگ کر بیٹھ گئے۔ کنانہ بن الربیع نے انھین تنہا بیٹھا پاکر قلعہ کی فصیل سے ایک چکی کا پاٹ اُنکے سر پر دے مارا۔ اور یہ اسلامی مجاہد اُسکے نیچے کچل کر رہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عامر بن الاکوع کی شہادت

عامر بن الاکوع بھی انھین شہدا مین ہین۔ یہ بزرگ قلعۂ قموص کے محاصرے مین ایک دن مرحب سے اُلجھے۔ مرحب کی تلوار اسکے جسم کے پائین حصہ پر پڑی۔ اور انکی تلوار مرحب کے بالائی حصۂ جسم پر۔ اسی کشمکش مین اپنی تلوار سے انکی رگ اکحل کھل پڑی اور اسقدر خون بہا کہ غریب جانبر نہو سکے مجروح ہونے کے بعد یار دوستون نے مزاحًا کہنا شروع کیا کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تو درجۂ شہادت نپاؤگے اس لیے کہ تم تو اپنے زخم سے ختم ہوگے اس سے تو معلوم ہوتا ہو کہ خدا نے تمھارے سب اعمال حبط کر لیے۔ یہ سننا تھا کہ یہ خالص مسلمان اور جان نثار بیقرار ہوگیا چھوٹا بھائی سلمہ دوڑتا ہوا خدمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین پہونچا سلمہ بیان کرتے ہین۔

قلت یا رسول اللہ فداک ابی وامی زعموا ان عامرا حبط عملہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذب من قالہ ان لہ اجرین وجمع بین اصبعیہ انہ لجاھد مجاھد　زرقانی ص۲۵۱ مصر

مین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون لوگ کہتے ہین کہ عامر کے اعمال حبط ہوگئے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا وہ لوگ جھوٹ کہتے ہین۔ اُسکو تو دو ثواب ملے ہین۔ یہ کہکر آپنے اپنی دو انگلیان ملائین اور فرمایا کہ جاہد بھی ہے اور مجاہد بھی

علامہ ابن التین کہتے ہین کہ جاہد وہ ہے جو خدا کی راہ مین تکلیف اختیار کرے اور مجاہد وہ ہے جو حکم خدا کے موافق دشمنان خدا سے مقابلہ ومقاتلہ کرے۔　زرقانی ص ایضًا

تمام مقتولین درجۂ شہادت پر فائز نہین ہوئے

مسند امام حنبل مین ہے

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالوا فلان شھید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شھید فقال رسول اللہ صلعم کلا انی رایتہ فی النار ثم قال رسول اللہ صلعم یا ابن الخطاب اذھب فناد فی الناس انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون قال فخرجت فنادیت انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون۔

زرقانی جلد دوم ص ۲۶۰ تاریخ احمدی ص ۶۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ فلان شخص شہید ہوگیا اسی طرح پھر دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلان شخص شہید ہوگیا ہے مگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو کیونکہ مینے اُس شخص کو جہنم مین دیکھا ہے بعد ازان حضرت عمر سے فرمایا کہ جاکر لوگون مین منادی کردو کہ سوا مومنین کے کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین نے جاکر آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اس امر کا اعلان کردیا کہ مومنین کے سوا کوئی شخص جنت مین داخل نہوگا۔[۱]

اراضیات مفتوحہ خیبر کا بندوبست

خیبر اور اُسکے توابع کو چونکہ اسلام نے فتح سے حاصل کیا تھا اسلیے خیبر اور اُسکے متعلقہ اراضیات پر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔ لیکن چونکہ یہود مقتول و مفتوح ہونے کے بعد بھی اپنی اراضیات سے

---

[۱] یہ حدیث اُس بدبخت مقتول کی طرف ہے جسنے مال غنیمت مین خیانت کی تھی تفصیل کیلیے دیکھو شرح زرقانی ص ۲۵۲ ج ۲ روضۃ الاحباب ص ۲۰۹

جدا ہونا نہین چاہتے تھے ۔ اور معاملات مین اسلام کیطرف سے اُنھون نے کوئی خلاف ورزی بھی نہین دیکھی تھی اس بنا پر اُن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر آکر درخواست کی کہ یہ قطعات زمین اُنھین کے ساتھ بند و بست مین قائم رکھے جائین ۔ جناب رسولخدا صلعم کے محاسن اخلاق کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ جبتک دشمن سے کسی بدمعاملگی کا اظہار نہو سلے اُسکے معروضجات مسترد نہ فرمائے جائین ۔ اسلیے یہودیون کی درخواست منظور کرلی گئی ۔ اور وہ تمام اراضیات اُسی طرح یہود کے قبضہ اور بند و بست مین اس شرط و اقرار کے ساتھ کہ اُنکی نصف پیداوار دربار رسالت مین ہمیشہ پہونچایا کرین ۔ اور نصف اپنے تصرف مین لائین ۔ قائم رکھی گئین ۔

یہود کے یقین کے موافق اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے بھی اُنکے ساتھ معاملات مین ایسی عدالت اور صفائی دکھلائی کہ آخر کار بقول شبلی صاحب یہود کو اقرار کرنا پڑا کہ زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہین ۔ بحوالہ فتوح البلدان بلاذری و تاریخ طبری ص ۱۵۸۹ ۔

عہد رسالت مین عبد اللہ بن رواحہ صحابی یہود ان خیبر سے نصف پیداوار وصول کرنے کے لیے جاتے تھے علامہ طبری اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ فصل طیار ہو جانے پر عبد اللہ جاتے تھے ۔ اراضیات خیبر کے تمام غلّون کو اکٹھا کرواکے دو مساوی حصون مین جمع کر دیتے تھے ۔ پھر یہود سے کہتے تھے کہ ان مین سے جو حصہ تمھارا جی چاہے لو اور دوسرا میرے لیے چھوڑ دو ۔ وہ اپنا حصہ اُٹھا لیتے تھے اور عبد اللہ اپنا حصہ لے کر مدینہ واپس آتے تھے ۔

حضرت صفیہ کا قصہ

حضرت صفیہ کے قصہ کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین ۔

حضرت صفیہ کی نسبت بعض کتب حدیث و سیر مین یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اُن کو دحیہ کلبی کو دیا تھا پھر کسی نے اُنکے حسن و جمال کی تعریف کی تو اُن سے مانگ لیا اور اسکے معاوضہ مین اُنکو سات لونڈیان بھی دین ۔ مخالفین نے اس روایت کو نہایت بدنما پیرایہ مین ادا کیا ہے اور جب اصلی روایت مین اتنی بات موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہان تک کام لے سکتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صفیہ کا یہ واقعہ حضرت انس سے منقول ہے لیکن خود حضرت انس سے متعدد روایتین ہین اور وہ باہم مختلف ہین ۔ بخاری کی جو روایت خیبر کے ذکر مین ہے اُسمین یہ تصریح ہے کہ جب قلعہ خیبر فتح ہوا تو لوگون نے آپکے سامنے حضرت صفیہ کے حسن کا ذکر کیا ۔ آپنے اُنکو اپنے لیے لے لیا ۔ اصلی الفاظ یہ ہین ۔

فلمّا فتح اللّٰہ علیہ الحصن ذکر لہ جمال صفیۃ بنت حیی بن اخطب وقد قتل زوجہا وکانت عروسا فاصطفاہا النبی صلی اللّٰہ

جب خدا نے قلعہ فتح کرادیا تو لوگون نے آپسے حیی بن اخطب کی لڑکی صفیہ کے حسن و جمال کی تعریف کی ۔ اسکا شوہر جنگ مین مارا گیا تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

علیہ وآلہ وسلم لنفسہ — اُسے اپنے لیے پسند کر لیا -

لیکن بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر ما فی الفخذ ور صحیح مسلم (باب فضل عتق الامۃ) میں خود انس کی پھر روایت اس طریقہ سے منقول ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان میں سے ایک لونڈی مجھے عنایت ہو۔ آپ نے اُنکو اختیار دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ اُنھوں نے حضرت صفیہ کو انتخاب کیا لیکن لوگوں کو اعتراض ہوا - ایک شخص نے آکر آنحضرت صلعم سے کہا -

یا نبی اللہ اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حیی بن اخطب سیدۃ قریظۃ والنضیر لا تصلح الا لك - اے پیغمبر خدا آپ نے صفیہ بنت حی کو دحیہ کے حوالے کر دیا۔ وہ قریظہ اور بنی نضیر کی رئیسہ ہیں اور آپکے سوا اور کوئی اُن کے لائق نہیں -

اس کے بعد آپ نے صفیہ کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا۔ ابوداؤد میں یہ دونوں روایتیں ہیں - اور دونوں حضرت انس سے مروی ہیں۔ ابوداؤد کی شرح میں مادری (مشہور محدث) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفیہ کو دحیہ سے اس لیے واپس لے کر اُن سے عقد کر لیا کہ ما فیہ من انتھا کہا مع مرتبتھا وکونہا بنت سیدھم چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھیں اسلیے اور کسی کے پاس جانا اُنکی توہین تھی - حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں اسی کے قریب لکھا ہے -

یہ ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ خاندان کے تباہ ہو جانے کے بعد خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بنکر رہتیں وہ رئیس خیبر کی بیٹی تھیں - اُن کا شوہر بھی قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونوں قتل کئے جا چکے تھے اس حالت میں اُن کے پاس خاطر، حفظ مراتب اور رفع غم کے لیے اسکے سوا کوئی اور تدبیر نہیں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکو اپنے عقد میں لے لیں۔ وہ کنیز ہو کر بھی رہ سکتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی خاندانی عزت کے لحاظ سے اُنکو آزاد کر دیا۔ اور پھر نکاح پڑھا یا حسن خلق، رحم اور مصیبت زدہ کی چارہ نوازی[۱] کے علاوہ۔ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے بھی یہ کارروائی نہایت موزون اور بجا تھی - اور اس قسم کے طرز عمل سے عرب کو اسلام کی طرف رغبت اور کشش ہوتی تھی کہ اسلام اپنے دشمنوں کے ورثہ کے ساتھ بھی اس قسم کا محسنانہ اور ہمدردانہ -

---

[۱] اس لفظ کی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آتی۔ شاید شبلی جیسا فاضل ادیب اسکی کوئی خاص ترکیب جانتا ہو۔ کہیں چارہ سازی تو نہیں ہم تو چارہ ساختن کے محاورۂ فارسی سے چارہ سازی کی ترکیب کو صحیح جانتے ہیں۔ اور اسیطرح بندہ نوازی۔ غربا نوازی۔ مہمان نوازی وغیرہ کی ترکیب کو بھی درست جانتے ہیں۔ اور ہر شخص اس مشہور شعر فارسی کو بھی جانتا ہے کار احباب ساختن رسم است ؛ دوستان را نواختن رسم است

سلوک کرتا ہے - سیرۃ النبیؐ جلد اوّل - ۵۸۰ - ۳۶۰ ص -

غزوۂ بنی المصطلق مین حضرت جویریہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا - اور اس سلوک کا جو اثر ہوا تھا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے -

شبلی صاحبؒ نے جس صفائی سے اصل حقیقت کی چہرہ کشائی کی ہے وہ قابل تعریف ضرور ہے اور حقیقت حال بھی یہی ہے جو لکھکر بتلائی گئی ہے - لیکن، اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان تمام مفاسد کے اصلی باعث سوائے اصحاب صحاح اور اُنکے رواۃ کے آپکے نزدیک کیا کوئی اور لوگ بھی ثابت ہوتے ہین؟ اور کیا شبلی صاحب اب بھی اسکے ماننے پر تیار نہون گے کہ دفاتر صحاح بھی ابھی تک مخالف و معارض مرویات سے بھرے پڑے ہین اور مسانید و سنن کی طرح اچھا برا ہر قسم کا مواد اُن مین بھی موجود ہے؟ امام المحدثین بخاری ہی کی مثال پہلے لیجائے - آپ خود اُنھین کی صحیح سے اس واقعہ مین دو معارض روایتون کو لکھ کر بتلا چکے ہین کہ یہ مفید بحث ہے اور وہ غیر مفید - اور پھر بھی آپکے نزدیک عموماً صحاح اور خصوصاً صحیح بخاری سے بڑھکر کوئی کتاب قابل اعتبار و استناد نہین ہے - جسمین بقول آپکے کوئی غلط کیا ضعیف روایت تک نہین ہے" پھر آپ ہی بتلائین کہ آپکے ان منقدانہ اعترافات کے سامنے - تصدیق و توثیق بخاری کا دعوی کیسا بے دلیل ثابت ہو جاتا ہے -

جیسے جیسے تحقیق کیجاتی ہے ویسے ویسے یہ امر ثابت ہوتا جاتا ہے کہ مخالفین اسلام کی تمام تعریضات کے اصلی باعث یہی صحاح کی مرویات ہین - بقول شبلی صاحب کے "جب اصل روایت مین اتنا موجود ہے تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہان تک کام لے سکتا ہے" حقیقت آپ خود لکھ چکے تو ہم کو اب اور لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہین رہی مگر تعجب ہے تو بخاری صاحب پر - اور خاصکر اُنکی نظر فی الحدیث پر کہ باوجود اس علمیت اور تبحر کے بھی وہ اپنی مرویات کتاب مین حسن و قبح - مفید غیر مفید اور مستند و غیر مستند کی خود تمیز نہ کر سکے - اور ہر قسم کے مواد فاسد سے کتاب کی کتاب بھر دی جو معترضین اور مخالفین کی تعریضات کے لیے سرمایہ ناز بنگئی - تاوقتیکہ یہ تمام مفسدہ انگیز مرویات کتب صحاح سے نکالکر صحاح کی کتابین صاف و پاک نہ کر دی جائینگی مخالفین کے اعتراضون کے دروازے بند نہونگے - فافہم فتدبر

زینب یہودیہ کا آنحضرت صلعم کو زہر دینا - آپ کا عفو جرم فرمانا

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیبر کے انتظامات مین کچھ دنون تک قیام فرمایا چونکہ معاملات صلح و آشتی کے طریقہ سے طے ہونے والے تھے اسلیے آپکو یہود کی طرف سے پورا اطمینان تھا -

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - اس شعر کے اعتبار ترکیب چارہ سازی ہونا چاہیے - نہ چارہ نوازی - جو بالکل بے قاعدہ ہے شاید اصل مین بیچارہ نوازی ہو - چھپنے مین "بے" رہگیا ہو - اگر یہی ہو تاہم ثقیل اور غیر مستعمل ہوگا - المولف عفی عنہ -

کوئی اندیشہ نہین تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کا تقاضہ بھی یہی تھا لیکن یہود کی غداری اور مکاری قوم اپنی فطرتی مفسدہ انگیزیون سے کب چوکنے والی تھی۔ دو تین ہی روز کے بعد یہود نے اپنی طرف سے بدی کے اظہار شروع کردیے۔ اسکی پہلی مثال زینب یہودیہ کی مکاری اور خونخواری سے شروع ہوتی ہے تاریخ وحدیث کی کتابون مین اسکا طول وطویل قصہ تمام اختلافات اقوال وآرا کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور زرقانی نے اپنی شرح مطبوعہ مصر مین صفحہ ۲۷۷ سے لیکر صفحہ ۲۷۹ تک بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے لیکن شبلی صاحب نے جسقدر خلاصہ کرکے لکھا ہے۔ ہم اسی کی نقل کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھ کر ذیل مین تحریر کرتے ہین۔

اگرچہ یہود کو کامل امن وامان دیا گیا اور انکے ساتھ ہر قسم کی مراعات کی گئی تاہم انکا طرز عمل ہمیشہ مفسدانہ اور باغیانہ رہا۔ پہلا دیباچہ یہ تھا کہ ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند صحابہ کے ساتھ دعوت کی۔ آپنے فرط کرم سے قبول فرمایا۔ زینب نے کھانے مین زہر ملا دیا تھا۔ آپنے ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن بشر بن براء نے پیٹ بھر کھایا اور زہر کے اثر سے بالآخر ہلاک ہوگئے۔ آنحضرت صلعم نے زینب کو بلا کر پوچھا۔ اس نے جرم کا اقبال کیا۔ یہودیہ نے کہا ہم نے اس لیے اسمین زہر دیا کہ اگر آپ پیغمبر ہین تو زہر خود اثر نہ کریگا۔ اور پیغمبر نہین ہین تو ہم کو آپکے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہین لیتے تھے۔ اس بنا پر آپنے زینب سے کچھ تعرض نہ فرمایا۔ لیکن جب دو تین دن کے بعد بشر بن براء زہر کے اثر سے انتقال کرگئے تو وہ قصاص مین قتل کردیگئی سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۱

زینب کا قتل

زرقانی نے صورت قتل یون لکھی ہے۔

انہ صلعم دفعہا الی ولاۃ بشر فقتلوہ ص ۲۹۰ آپنے زینب کو وارثان بشر کے حوالہ کردیا اور انھون نے قصاص مین اسے قتل کردیا

دوسری مثال یہود کی غداری کی یہ ہے۔

عبد اللہ بن سہیل کا بیرحمانہ قتل اور رسولؐ کی عفو

اسلام نے یہود کے ساتھ جن رعایات وخوش اسلوبی سے معاملات طے کیے تھے وہ بتلا رہے ہین کہ فتح کے بعد بھی انکی املاک انکے قبضہ مین چھوڑ دی گئین گویا مفتوح ہو جانے کے بعد بھی یہ اپنی املاک پر ویسے ہی مالک ومتصرف رہے جیسے سابق مین تھے۔ مگر افسوس انکی کج فطرتی نے اسلام کی اس محسنانہ مراعات کی کوئی قدر نہین کی۔ چند دنون کے بعد مدینہ مین قحط پڑا اور غلہ کی گرانی ہوئی تو عبد اللہ بن سہیل صحابی عیال کے آذوقہ کے لیے خیبر سے غلہ خرید لانے کی غرض سے گئے۔ یہود نے صرف اس مخاصمت پر کہ یہ مسلمان ہین ان کا خون انکی جان حلال ہے۔ انکو دھوکے سے نہر مین ڈبو دیا محیصہ انکے ہمراہی کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ

تنہا ہونے کی وجہ سے یہود سے کوئی بازپرس نہ کر سکے۔ مدینہ لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روئداد عرض کی اور یہودان خیبر سے عبداللہ کی دیت دلوائے جانے کی استدعا کی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس بیان کی صداقت پر حلف شرعی لے سکتے ہو۔ محیصہ نے عرض کی میں تو ضرور حلفاً بیان کر دوں گا لیکن یہود تو ایک کیا پچاس مسلمانوں کو بھی قتل کر ڈالیں تاہم جھوٹی قسمیں کھانے سے باز نہ آئینگے۔ رحمت عالم نے انکی بد بھی یہود کی اس خونخوارانہ حرکت سے چشم پوشی اختیار فرمائی۔ اور معاملہ کو زیادہ طول دینا نہ چاہا۔ بیت المال سے عبداللہ کی دیت دلوا دی اور قصہ رفت و گذشت ہو گیا۔

خزانہ نہ بتلانے کے جرم کو کنانہ کے قتل کا باعث ٹھہرانا بالکل غلط ہے

خیبر کے متعلق۔ حضرت صفیہ کے ایسے غلط واقعہ کی ایک اور غلط خبر حدیث و سیر کی کتابوں میں منقول ہو کر مشہور ہو گئی ہے اور معترضین اسلام کی مغویانہ قلمکاریوں کا ذریعہ بنگئی ہے شبلی صاحب نے اسکی کافی تنقید تفصیل سے کر دی ہے۔ مگر افسوس اپنی قدیم عادت کے موافق اہل سیرت ہی کو صرف اس کا خاص مجرم قرار دیا ہے اور اہل حدیث کا نام بھی نہیں لیا۔ چنانچہ آپ کا عنوان عبارت یہ ہے۔

خیبر کے واقعات میں ارباب سیرت نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے اور وہ اکثر کتابوں میں منقول ہو کر متداول ہو گئی ہے۔ سیرۃ النبی ص ۳۶۱

تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے۔ امام قسطلانی۔ امام بیہقی۔ علامہ بلاذری اور علامہ زرقانی بھی اس غلط بیانی میں اہل سیرت کے ہمزبان ہیں۔ ملاحظہ ہو زرقانی جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۲۴۲، ۲۴۳۔ انکے علاوہ آپ خود بھی اہل صحاح میں سے ابوداؤد اور اہل حدیث میں سے حافظ ابن القیم کو بھی اسی فہرست میں داخل کرتے ہیں جیسا کہ عنقریب آپ ہی کی عبارت تنقید ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر حق ناحق اہل سیرت کو تنہا اس غلطی کا قصوروار ٹھہرانا تدین موتغانہ کے سراسر خلاف ہے۔ اتنا تمہیداً عرض کر کے ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شبلی صاحب نے سیرت و حدیث کی اس غلط روایت کی تردید میں مفصلہ ذیل کتنا فات فرمائے ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ حقیقت حال اتنی ہی تھی جتنی ذی علم مولف نے اپنے اکتشافات ذیل میں دکھلائی ہے۔

غلطی یہ ہے کہ اول آپ (آنحضرت صلعم) نے یہود کو اس شرط پر امن عام دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائیں گے۔ لیکن جب کنانہ بن ابی الربیع نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپ نے زبیر کو حکم دیا کہ سختی کر کے اس سے خزانہ کا پتا لگائیں حضرت زبیر چقماق جلا کر اسکے سینہ کو داغتے تھے۔ یہاں تک کہ اسکی جان نکلنے کے قریب آگئی

(یہ تفصیل تاریخ طبری میں مذکور ہے اور ابن ہشام میں بھی اسی کے قریب قریب ہے)

بالآخر آپ نے کنانہ کو قتل کرا دیا اور تمام یہودی غلام بنا لیے گئے۔ فتوح البلدان بلاذری۔

اس روایت کا اسقدر حصہ صحیح ہے کہ کنانہ قتل کرا دیا گیا لیکن اسکی یہ وجہ نہین کہ وہ خزانہ کے بتانے سے انکار کرتا تھا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ طبری مین تصریح ہو ثم دفعہ رسول اللہ صلعم الی محمد بن مسلمۃ فضرب عنقہ باخیہ محمود بن مسلمۃ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کر دیا اُنھون نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے قصاص مین اُسے قتل کر دیا۔ ص ۱۵۸۲ مطبوعہ یورپ۔

باقی روایت کا یہ حال ہے کہ یہ روایت طبری اور ابن ہشام کی ہے اور دونون نے ابن اسحق سے روایت کی ہے۔ لیکن ابن اسحق نے اوپر کے کسی راوی کا نام نہین بتایا ہے۔ محدثین نے رجال کی کتابون مین تصریح کی ہے کہ ابن اسحق یہودیون سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے۔ اس روایت کو بھی انھین روایتون مین سمجھنا چاہیے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن اسحق ان راویون کا نام نہین لیتے۔ کسی شخص پر خزانہ بتانے کے لیے اسقدر سختی کرنا کہ اُسکے سینہ پر چقماق سے آگ جھاڑی جائے رحمۃ للعالمین کی شان اس سے بہت ارفع ہے۔ وہ ہی شخص جو اپنے زہر دینے والے سے مطلق تعرض نہین کرتا کیا چند سکون کے لیے کسی کو آگ سے جلانے کا حکم دے سکتا ہے؟ اصل واقعہ اسقدر تھا کہ کنانہ بن ابی الربیع کو اس شرط پر امان دیگئی تھی کہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہین کرے گا۔ اُسنے یہ منظور بھی کر لیا تھا کہ اگر وہ اسکے خلاف کچھ کرے گا تو قتل کا مستحق ہوگا (ابوداؤد باب حکم ارض خیبر وطبقات ابن سعد غزوہ خیبر ص ۸۱ سطر ۲۴) کنانہ نے بدعہدی کی اور جو امن اُسکو دیا گیا تھا ٹوٹ گیا۔ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ اب اُسکے قصاص مین وہ قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ ابھی ہم نے طبری کی روایت سے نقل کیا ہے۔

اب دیکھو۔ اس روایت مین کیا کیا واقعات اضافہ ہوگئے (۱) قتل کا واقعہ کنانہ کے ساتھ خاص تھا خزانہ کے چھپانے کا وہی مجرم تھا۔ محمود بن مسلمہ کو اُسی نے قتل کیا تھا اس لیے وہی قتل کیا جا سکتا تھا اضافہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ ابن سعد نے بکر بن عبد الرحمن سے جو روایت متصل نقل کی ہو اُسمین کنانہ کے ساتھ اُسکے بھائی کا بھی نام بڑھا دیا ہو یعنی دونون قتل کیے گئے۔ فضرب اعناقہما وسبی اھلیہما دونون کو قتل کرا دیا اور اُنکی عورتون اور بچون کو لونڈی غلام (۲) یہانتک بھی خیریت تھی لیکن ابن سعد نے عفان بن مسلم سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہو گئی ہو یعنی دونون بھائیون کے ساتھ تمام یہودی بھی گرفتار اور لونڈی غلام بنا لیے گئے۔ فلما وجد المال الذی غیبوہ فی مسک الجمل سبی نساؤھم جب وہ خزانہ مل گیا جسکو اُنھون نے اونٹ کی کھال مین چھپا رکھا تھا تو اُنکی عورتین گرفتار کین اور لونڈیان بنا لین (دیکھو ابن سعد ص ۸۰ و ۸۱)

لیکن جب یہ روایتین محدثانہ اصول تنقید سے جانچی جاتی ہین تو چھلکے اتر جاتے ہین اور اصل حقیقت رہ جاتی ہے تمام یہود کا قتل و زن وبچہ کا گرفتار ہونا ایک طرف خود صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ کنانہ کا بھائی تک قتل نہین کیا گیا اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ تھا۔ صحیح بخاری مین ہے۔

فلما اجمع عمر علی ذلک اتاہ احد بنی ابی الحقیق قال یا امیر المومنین اتخرجنا وقد اقرنا محمد وعاملنا علی الاموال۔

پھر جب حضرت عمر نے یہ اخراج یہود ارادہ کر لیا تو ابو الحقیق کا ایک بیٹا اُنکے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ ہم کو نکالتے ہیں حالانکہ ہم کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہنے دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا۔

حافظ ابن القیم نے تمام روایتوں کی وسعت کو گھٹا کر۔ زاد المعاد میں اس حد تک پہونچایا ہے۔

ولم یقتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الصلح الا ابنی ابی الحقیق۔

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے بعد ابی الحقیق کے دونوں بیٹوں کے سوا اور کسی کو قتل نہیں کیا۔

لیکن حافظ موصوف کو اگر صحیح بخاری کی عبارت مذکورہ پیش نظر ہوتی تو غالباً یہ تعداد اور بھی گھٹ جاتی۔

ابو داؤد میں جہاں ارض خیبر کا عنوان باندھا ہے وہاں صرف ابن ابی الحقیق کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعیہ (حیی ابن اخطب کے چچا) سے پوچھا تھا کہ وہ خزانہ کیا ہو گیا۔ اُس نے کہا لڑائیوں میں صرف ہو گیا۔ باوجود اسکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف کنانہ کے قتل کا حکم کیا۔ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ کنانہ کا قتل محمود بن مسلمہ کے قصاص میں ہوا تھا۔ ورنہ اگر خزانے کے چھپانے کا جرم قتل کا باعث ہوتا تو اس جرم کے مجرم اور بھی تھے مورخین نے پہلے غلطی یہ کی کہ کنانہ کے قتل کا سبب اخفائے خزانہ سمجھے اور چونکہ اس جرم میں اور لوگ بھی اس میں شریک تھے۔ اس لیے یہ فہمیم نوبت پیدا ہو گئی کہ کنانہ کا تمام خاندان قتل کر دیا گیا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۶۳-۳۶۴

حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کے ساتھ خیبر میں حاضر ہونا

شبلی صاحب نے خیبر کے متعلق اتنے ہی واقعات لکھے ہیں تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے متعلق ابھی اور قابل الذکر واقعات ہیں جنکو آپ نے نہیں لکھا ہے یعنی حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کی جماعت لیکر آپ حبشہ سے مدت کے بعد واپس آنا یمن سے قبیلہ اشعریین کے وفد کا حاضر ہونا جنہیں ابو موسیٰ الاشعری بھی داخل تھے اور سب کا اسلام لانا خیبر کے خاص مقامی واقعات ثابت ہوتے ہیں۔

جناب جعفر ابن ابیطالب کی معاودت کی مفصل کیفیت زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

روی البیھقی عن جابر ان جعفر الما قدم علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلقاہ فقبل جبہتہ ثم قال ما ادری بایہما افرح بفتح خیبر ام بقدوم جعفر۔

بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے جب حضرت جعفر خیبر میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرط محبت سے انکی پیشانی کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنی ان دو خوشیوں میں سے کس پر اظہار مسرت کروں۔ فتح خیبر پر یا آمد جعفر پر۔

اسکے بعد غنائم خیبر کی تقسیم کے ذیل میں زرقانی ابو موسیٰ الاشعری کی زبانی لکھتے ہیں۔

حتی قدمنا معہ (جعفر) جمیعا فوافقنا النبی صلعم حین افتتح خیبر فاسہم لنا ولم یسہم لاحد غاب من فتح خیبر منہا شیئاً الا لمن شہدہا معہ الا اصحاب سفینتنا مع جعفر واصحابہ فانہ قسم لہم معنا۔

جلد دوم ص ۲۸۳ مصر

(ابو موسیٰ کہتے ہیں) تا آنکہ ہم لوگ ہمراہی حضرت جعفر روانہ ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آنحضرت صلعم نے ہم لوگوں کو غنیمت خیبر میں حصہ دیا اور کسی شخص واحد کو جو فتح خیبر میں شریک یا حاضر نہیں تھا حصہ نہیں دیا۔ سوائے اُنکے جو حضرت کے ساتھ جنگ میں شریک تھے یا اہل سفینہ (مہاجرین حبشہ) کے جو ہمراہی حضرت جعفر آئے تھے انھیں البتہ غنیمت میں حصہ دیا۔

انھیں واقعات کے ذیل میں حضرت عمر کی بحث فضیلت کا جملہ معترضہ بھی داخل ہے جسکی کیفیت حسب ذیل زرقانی کی عبارت میں نقل کیجاتی ہے۔

ان عمر قال لاسماء بنت عمیس سبقناکم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ منکم فغضبت وذکرتہ لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلیس باحق بی منکم لہ ولاصحابہ ھجرۃ واحدۃ ولکم انتم اہل السفینۃ ھجرتان

ص ۲۸۳

حضرت عمر نے حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر سے کہا کہ ہم تم لوگوں سے مرتبہ ہجرت میں بڑھے ہوئے ہیں اور ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ سنکر اسماء بنت عمیس کو سخت طیش آیا۔ اور آنحضرت صلعم سے جاکر اسکا ذکر کیا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ اُنکے (عمر کے) اور اُنکے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہوئی ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتیں ہوئی ہیں۔

وفد اشعریین خیبر میں

اشعریین کے اسلام لانے کے متعلق خود جلد دوم میں تحریر فرمایا گیا ہے۔

اشعریین ۷ ہجری میں۔ یمن کا ایک نہایت معزز قافلہ اشعری تھا۔ ابو موسیٰ الاشعری اسی قبیلہ سے ہیں۔ ان لوگوں نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی بعثت کی خبر سُنی تو ترپن ۵۳ شخصوں نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا۔ اس قافلہ میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے۔ یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر چلے لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش میں پہونچا دیا وہاں حضرت جعفر طیار بھی موجود تھے۔ وہ اپنے ساتھ لیکر عرب کو روانہ ہوئے۔ اسی زمانہ میں خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلعم یہیں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ یہیں ان لوگوں نے شرف باریابی حاصل کیا۔ سیرۃ النبی جلد دوم

معاودت حضرت جعفر کے حالات نہ لکھنے کی تو یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اسکے ذکر سے ایک بنی ہاشم کی فضیلت اور حضرت عمر کی بیجا معارضت کا اظہار ہوتا ہے لیکن وفد اشعریین کے اس مقام خاص سے مرفوع القلم فرمائے جانیکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی حالانکہ آپکی عبارت مندرجہ بالا سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ اشعریین کا وفد خاص خیبر ہی کے دوران قیام میں مشرف بزیارت ہوا ہے۔

تقسیم خمس خیبر میں بنی ہاشم کی ترجیح و واقعہ ۷ ہجری

شبلی صاحب نے ایک اور واقعہ چھوڑ دیا ہے۔ وہ خمس خیبر کی تقسیم کے متعلق ہے۔ چونکہ اس تقسیم سے بنی امیہ پر بنی ہاشم کی فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور اُنکی مساوات فی الاصل والنسل کے دلائل تقسیم سے مستحکم ہوتے تھے اسلئے شبلی صاحب کو کفِ لسان ضرور تھا لیکن استخراج خمس کا عنوان تو آپ خود یہ لکھکر قائم کر چکے ہیں کہ خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر جو اس جنگ میں شریک تھے تقسیم کر دی گئی۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خمس بھی تھا۔ ص ۳۵۰

اب اس رقم خاص کی تقسیم میں کیا واقعات پیش آئے وہ محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ولنصیب کال از خمس بہ بنی ہاشم و بنی المطلب رزانی داشت چنانچہ از جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ مرویست کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سہم ذوی القربی را از غنائم خیبر بہ بنی ہاشم و بنی مطلب داد من و عثمان بن عفان بنزد حضرت رفتیم و گفتیم ما انکار فضل برادران خویش از بنی ہاشم نمی کنیم زیرا کہ وجود شریف تو از ایشان است فاما مراتب ما و بنو مطلب بہ نسبت تو یکے است چون است کہ ایشان را سہم ذوی القربی دادی و ما را محروم گذاشتی۔ در جواب فرمود کہ بنو ہاشم و بنو مطلب نیستند مگر شے واحد ہمچنین و اصابع مبارک را تشبیک فرمود و در روایتے آنکہ فرمود ما و بنو مطلب از ہم جدا نہ گشتند۔ نہ در جاہلیت و نہ در اسلام ص ۳۹۰۔ روضۃ الاحباب۔

آپ نے خمس کی کل رقم بنی ہاشم و بنو مطلب کو عنایت کر دی۔ چنانچہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نے خمس کی رقم ذوالقربیٰ میں بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیدی تو ہم اور عثمان بن عفان آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگوں کو اپنے برادران بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں ہے کیونکہ حضور کا وجود اقدس اُنہیں سے ہے۔ لیکن حضور کے ساتھ قرابت رکھنے کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب ایک ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ اُن لوگوں کو ذوی القربیٰ کے حصے دیدیے گئے۔ اور ہم لوگ اُس سے بالکل محروم رکھے گئے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ بنی ہاشم و بنی مطلب جدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہیں جیسی کہ یہ اُنگلیاں (اسکے ساتھ ہی آپ نے اپنی اُنگلیاں جدا کرکے پھر ملالیں) اور ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ کہ ہم اور بنو مطلب کبھی جدا نہوئے۔ نہ جہالت کے ایام میں اور نہ اسلام میں۔

تقسیم غنیمت خیبر

تقسیم غنائم کی نسبت تو شبلی صاحب نے گویا کچھ بھی نہیں لکھا اور نہ اُن خاص احکام نبویؐ کا ذکر کیا ہے جو حصول غنائم کے متعلق نافذ فرمائے گئے تھے۔ اور نہ ارض خیبر کی نسبت کوئی تفصیلی حالت معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر واقعات کو مبہم چھوڑ دیا ہے۔ جن کا انکشاف حقیقت عام واقفیت کی ضرورت سے ہمارا فرض ہے۔ اس بنا پر ہم اُسکو پوری تفصیل کے ساتھ محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

فروہ بن عمر بیاضی را امر فرمود تا غنائم خیبر را در حصار نطاۃ جمع کند۔ فروہ حسب فرمودہ بدان مہم قیام نمودہ واقمشہ و امتعہ و اسلحہ و اطعمہ بسیار و نعم بیشمار جمع کردہ و دران

فروہ بن بیاضی کو حکم ہوا کہ خیبر کے تمام غنیمت کو قلعہ نطاۃ میں جمع کرو۔ فروہ نے حسب الحکم تمام اموال غنیمت کو جمع کر دیا۔ ہر قسم کے لباس مال و اسباب جنگی اسلحات اور کھانے پینے کی کثرت سے چیزیں اکٹھا ہو گئیں۔

میان صحائف متعددہ از توریت بود یہود بہ طلب آنہا
آمدند حضرت امر فرمود کہ صحائف باز گردانیدہ و منادی
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ایام جمع غنائم ندا می کرد
ادوا الخیط والمخیط فان الغلول عار و شنار و نار یوم
القیمۃ مقدار ریسمانے و سوزنے از غنیمت بامیر غنیمت بہ
رسانید و پوشیدہ و پنہان مدارید بدرستیکہ خیانت در
غنیمت موجب عار و نار و دوزخ است در روز قیامت و
بصحت رسیدہ کہ غلامے سیاہے بود کہ رحل و متاع
سفر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعہدہ او بود و در روایتے
آنکہ عنان دابہ حضرت نگاہ می داشت در وقت مقابلہ ویرا
کرکرہ می گفتند۔ در آن ایام بمرد حضرت فرمود کہ وے
در آتش دوزخ است اصحاب بتفحص بار او مشغول شدند
و در آن میان گلیمے پشمینے یافتند کہ از غنائم پیش از قسمت گرفتہ
بود و مروی است کہ در روز فتح خیبر مردے از صحابہ
وفات یافت حضرت را اعلام کردند فرمودند بر فاحب
خود نماز گذارید رنگ روئے مردم متغیر شد۔ از این
سخن۔ فرمود کہ این یار شما خیانت کردہ در غنیمت۔
راوی گوید کہ متاع او را تفتیش کردیم۔ مہرہ چند از مہرہ‌ہای
یہود یافتیم کہ بدو درہم نمی ارزید۔

و در روز جمع غنائم و اخذ سبایا حضرت فرمود کہ ہر کہ
ایمان بخدا و روز جزا دارد باید کہ آب خود را بزراعت
دیگرے ندہد و باید کہ از زنان سبایا ہیچ زن را وطی
نکند تا عدۃ او منقضی نشود۔ باید کہ ہیچ چیز از
غنیمت قبل از قسمت نفروشد چون تمام غنائم جمع شد

انھیں اشیا میں توریت کے متعدد نسخے بھی تھے۔ یہود نے اونکو
واپس مانگا آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے حکم دیا کہ اونکی کتابیں اُنکو
واپس دیدو پھر آپ نے جمع غنائم کی نسبت یہ عام منادی کرادی کہ اگر کسی کے
پاس تاگہ سوئی یا ایک رسّی کا ٹکڑا کے بھی کوئی چیز غنیمت کے مال میں سے
ہو وہ اپنے امیر کے پاس جمع کردے۔ کیونکہ غنیمت میں خیانت ذلت
اور معصیت اور آتش دوزخ کا قیامت میں باعث ہے اور روایت
صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک حبشی آپ کا غلام تھا کہ آپکی سواری اور اثاثہ
سفر اُسی کے متعلق رہا کرتا تھا اور ایک روایت میں یون ہے کہ مقابلہ کے
وقت آپکی سواری کی لگام پکڑے رہتا تھا۔ اُسکا نام کرکرہ تھا۔ وہ اتفاقاً
اُسدن مرگیا آپنے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے لوگ متعجب ہوکر اُسکی تفتیش حال
کرنے لگے تو اُسکے پاس ایک ادنی کملی پایا گیا جسکو اُسنے تقسیم غنیمت سے قبل
اپنے پاس چھپا رکھا تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ اُسیدن ایک صحابی نے انتقال
فرمایا آنحضرت صلعم کو خبر لگگئی۔ آپنے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے رفیق
کی نماز پڑھ لو۔ یہ ارشاد سنکر سب کے چہرے متغیر ہوگئے یہ رنگ دیکھکر
آپنے فرمایا کہ تمھارے رفیق نے غنیمت میں خیانت کی ہے۔ لوگ تلاش
کرنے لگے تو اُسکے اسباب میں یہود کی چند انگوٹھیان پائی گئیں
جو دو درم کی قیمت کی نہیں تھیں۔

جمع غنائم اور گرفتاری اسرا کے متعلق آپنے اپنی زبان مبارک سے یہ
اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اُسکو چاہیے کہ
اپنا پانی دوسرون کی زراعت پر نہ نقصان کرے اُسکو چاہیے کہ اسیر لونڈیون
مین سے کسی کے ساتھ مقاربت نہ کرے جبتک کہ ایام عدت اُسکے پورے
نہولین اور غنیمت کی کوئی چیز قبل از تقسیم نہ فروخت کرے۔ جب تمام
مال غنیمت جمع ہوگیا تو آپنے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ اہل لشکر کی تعداد
کو شمار کریں شمار کیا گیا تو چودہ سو آدمی تھے۔ پس آپنے تمام و کمال اموال

زید بن ثابت را امر فرمود ۔ مردے را یک سہم وا سپے را دو سہم و زنان را کہ بہ جہت خدمت اہل لشکر و تداوی مرضے و جرحے ہمراہ شدہ بودند چیزے عطا فرمود ۔ لیکن سہم بایشان نداد و در بعض کتب سیر است کہ ایشان را نیز داخل سہام گردانید ۲۸۹ لکھنؤ	غنیمت جملہ اہل لشکر پر اس طرح تقسیم فرمادی کہ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصہ عنایت کئے ۔ عورتوں کو جو اہل لشکر کی خدمت اور علاج مرض و جراحت کی ضرورت سے ہمراہ آئی تھیں کچھ معاوضہ کے طور پر عنایت ہوا لیکن اُنکو حصہ نہین دیا گیا ۔ اور بعض اہل سیر کہتے ہین کہ اُنکو بھی سہم غنیمت مین داخل کیا ۔

تمام روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ غنیمت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے ایک ہی حصہ لیا معمولی پیدل سپاہی کے برابر ۔ یہ رسالت کی عادلانہ مساوات تھی ۔ شبلی صاحب بلاذری کی سند سے لکھتے ہین ۔

ولرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم احدھم آنحضرت صلعم کا حصہ بھی عام لوگون کی طرح ایک حصہ تھا ۔

سنن ابو داؤد کے حکم ارض خیبر کے ذکر مین بھی مرقوم ہے ۔

النبی صلعم معھم لہ سھم کسھم احدھم ۔ آنحضرت صلعم بھی مجاہدین کے ساتھ تھے ۔ اور آپ کا سہم بھی ایک آدمی کے سہم کے برابر تھا ۔

خیبر مین بعض احکام فقہیہ کا نزول

شبلی صاحب نے موقع خیبر کو بعضے احکام فقہیہ کے نزول کا خاص موقع بھی بتلایا ہے ۔ آپ کی عبارت یہ ہے ۔

(۱) ارباب سیر نے غزوہ خیبر کے تذکرہ مین عموماً ذکر کیا ہے کہ اس موقع پر متعدد جدید فقہی احکام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی تبلیغ کی اُنکی تفصیل یہ ہے ۔

(۱) پنجہ دار[ل۵] جانور حرام ہو گئے ۔

(۲) درندہ جانور حرام ہو گئے ۔

(۳) گدھا اور خچر حرام ہو گیا ۔

(۴) اب تک معمول تھا کہ لونڈیون سے فوراً تمتع جائز تھا ۔ اب استبرا کی قید ہو گئی ۔ یعنی اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک ۔ ورنہ تین مہینون تک تمتع جائز نہین ۔

(۵) سونے چاندی کا بہ تفاضل خریدنا حرام ہوا ۔

(۶) بعض روایتون مین ہے کہ متعہ بھی اسی غزوہ مین حرام ہوا ۔

ل۵ پنجہ دار لفظ صحیح المعنی اور قریب المفہوم نہین ۔ اس لئے کہ ہر جانور پنجہ دار ہے اسلئے کہ اُسکے پنجے ہوتے ہین ۔ پنجہ کش ہونا چاہیے تھا ۔ جو پنجہ سے شکار کرنیوالے جانور کی تخصیص بتلاتا ہے ۔ المولف عفی عنہ

ہم کو شبلی صاحب کی اس فہرست میں کسی کی حرمت کی نسبت تصریح و تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف آخر نمبر ۶ حرمت متعہ کی حقیقت کا انکشاف کرنا ہے۔ شبلی صاحب تو اپنی عادت کے مطابق اس مختلف فیہ مسئلہ کی حرمت لکھکر اپنی کتاب میں گویا قائم کر گئے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں ہے۔ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور اسکی حرمت ویسی قطعی ثابت نہیں ہے جسطرح اور محرمات کی۔ لیکن آپکو تائید عقاید اور تقلید اسلاف منظور ہے اسلئے باوجود اعتراف اختلاف کے آپنے مثل اور محرمات کے اسکو بھی داخل کتاب کر ہی دیا۔ اب دیکھئے خیبر میں متعۃ النسا کی حرمت کا نازل ہونا۔ آپ ہی کے علما کی اسناد سے کہاں تک ثابت ہے۔ جسکو آپ اس دلیری سے بغیر کسی حوالے کے لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت۔

فی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل الحمار الانسیۃ

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں متعۃ النسا اور خر اہلی کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی۔

علامہ عینی شارح صحیح بخاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عبد البر وذکر النہی عن المتعۃ یوم خیبر غلط وقال السہیلی النہی عن المتعۃ یوم خیبر لا یعرفہ احد من اہل السیرۃ ورواۃ الاثر وقد روی الشافعی عن مالک باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی یوم خیبر عن اکل لحوم الحمر الاہلیۃ لم یزد علی ذلک وسکت عن قصۃ المتعۃ وفی زاد المعاد لابن القیم قال قاسم ابن اصبغ قال سفیان بن عیینۃ یعنی انہ نہی عن لحوم الحمر الاہلیۃ زمن خیبر لا عن نکاح المتعۃ ذکرہ ابو عمر فی التمہید

تاریخ احمدی صفحہ ۶۳

حافظ ابن عبد البر کا قول ہے کہ بروز خیبر متعۃ النسا سے ممانعت کا ہونا قول غلط ہے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ اہل سیر و تاریخ اور رواۃ آثار میں سے کوئی بھی اس بات کو نہیں جانتا کہ بروز خیبر متعۃ النسا سے ممانعت کی گئی ہو۔ اور امام شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ مالک سے حضرت علیؑ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن صرف گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی اور اس حدیث میں متعۃ النسا کی ممانعت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ خیبر کے زمانہ میں گوشت خر کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے۔ نکاح متعۃ النسا سے ممانعت نہیں کی۔ جیسا کہ ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔

جنگ خیبر بالکل دفاعی تھی

شبلی صاحب نے خیبر کے عنوان ہی میں غزوۂ خیبر پر سیاسی جنگ کا ہلکا سا رنگ چڑھا دیا ہے مگر پھر جیسے جیسے واقعات لکھتے گئے ہیں اور سمجھتے گئے ہیں۔ انپر اسکی دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کی حقیقت روشن ہوتی گئی ہے یہانتک کہ تمہید ہی میں آپ کے اس خیال و قیاس کی تنقید کر دی ہے۔ لیکن آپکو خود اپنی اس غلط فہمی کا خیال لگا تھا چنانچہ حالات خیبر کے خاتمہ پہ جب آپنے اسکو ایام محرمات میں واقع ہونے پر بحث کی ہے۔ تو آپ کو اس کی دفاعی

ہونے کی حقیقت کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ ملاحظہ ہو اپنی حسب ذیل عبارت۔

ایک اور نکتہ۔ اس قدر عموماً مسلّم ہے کہ خیبر کا واقعہ محرم میں پیش آیا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلّم جب مدینہ سے نکلے تو محرم کی اخیر تاریخیں تھیں محرم میں لڑائی شرعاً ممنوع ہے۔ اسلیئے محدثین اور فقہا میں اسکی توجیہ کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ بہت سے فقہا کا یہ مذہب ہے کہ اوائل میں البتہ ان مہینوں میں لڑائی ممنوع تھی لیکن پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ابن القیم نے لکھا ہے کہ حرمت کا پہلا حکم جو نازل ہوا تھا وہ اس آیت کے رُو سے تھا۔

قل قتال فیہ کبیر وصدّ عن سبیل اللہ　　کہدو کہ اس مہینہ میں لڑائی گناہ ہے اور خدا کی راہ سے روکنا ہے

پھر سورہ مائدہ میں یہ آیت اُتری

یاایہا الذین امنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام　　مسلمانو۔ خدا کی حدبندیوں اور ماہ حرام کی بیحرمتی نہ کرو۔

یہ پچھلی آیت پہلی آیت کے آٹھ برس بعد نازل ہوئی۔ اس وسیع زمانہ تک تو حرمت کا حکم باقی رہا۔ اب وہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ولیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولہ ناسخ لحکمہا اور خدا کی کتاب اور حدیث میں ان آیتوں کے حکم کا کوئی ناسخ نہیں ہے۔

مجوزین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فتح حرم۔ طائف کا محاصرہ۔ بیعت الرضوان سب ماہ حرام میں ہوئے تھے اسلیئے اگر ماہ حرام میں لڑائی جائز نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم انکو کیونکر جائز رکھتے۔ حافظ ابن القیم نے جواب دیا ہے کہ ماہ حرم میں ابتداءً جنگ کرنا حرام ہے لیکن اگر دشمن کا دفعیہ مقصود ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔ وہ سب واقعات دفاعی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشدستی نہیں کی تھی بلکہ دفاع کیا تھا۔ بیعت رضوان اسی لئے لی گئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ کفار نے حضرت عثمان کو جو سفیر ہو کر گئے تھے۔ قتل کر دیا تھا۔ طائف کا محاصرہ کوئی مستقل جنگ نہ تھی۔ بلکہ غزوہ حنین کا بقیہ تھا جس میں خود کفار ہر طرف سے جمع ہو کر حملہ آور ہوئے تھے۔ فتح حرم کا واقعہ حدیبیہ کی شکست صلح کا نتیجہ تھا جسکی ابتدا کفار نے کی تھی۔

حافظ ابن القیم نے نہایت صحیح جواب دیا۔ لیکن خاص خیبر کے معاملہ میں اس گرہ کو نہ کھول سکے اور بحث منفصل رہ گئی۔ حافظ ابن القیم کے استاد علامہ ابن تیمیہ کو بھی اسموقع پر اشتباہ ہوا۔ انھوں نے الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جسقدر لڑائیاں کیں سب دفاعی تھیں صرف بدر اور خیبر اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن اگر علامہ موصوف زیادہ استقصا کرتے تو ثابت ہوتا کہ بدر اور خیبر بھی مستثنیٰ نہیں۔ بدر کا بیان اوپر گذر چکا ہے خیبر کے سابق واقعات کو ترتیب سے پڑھو تو صاف نظر آ جائیگا کہ یہود اور غطفان مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر چکے تھے۔

[1] شبلی صاحب کے اس نکتہ پر یہ نکتہ لگتا ہے کہ شبلی صاحب دیباچہ میں اہل سیرت پر واقعات کے معلول نہ لکھنے کا الزام لگاتے ہیں اور اسکے عدم اندراج

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

وادی القریٰ اور فدک کے معاملات

غزوۂ خیبر کے بعد۔ وادی القریٰ۔ تیما اور فدک کے واقعات یکے بعد دیگرے پیش آئے اور حقیقتہً یہ تمام واقعات خیبر کے سلسلۂ وقائع کے ساتھ منسلک ہیں لیکن چونکہ ان میں فدک کے واقعات بھی داخل ہیں جنکا تفصیلی بیان شبلی صاحب کے مُدعائے تالیف کے لئے جسقدر مضر رسان ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلئے آپ اس وادی کو بڑی سُرعت کے ساتھ طے کر جاتے ہیں۔ چونکہ تاریخ لکھ رہے ہیں انکار تو ممکن نہیں تھا اس لئے وادی القریٰ کے ساتھ فدک کا نام تو ضرور لکھ دیا گیا۔ مگر بیان کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو آپکا حسب ذیل عنوان اور اسکا طرز بیان۔

وادی القریٰ اور فدک

تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے جسمیں بہت سی بستیاں آباد ہیں اُنکو وادی القریٰ کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں عاد و ثمود آباد تھے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ثمود و عاد کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اسلام سے پہلے ان بستیوں میں آکر یہود آباد ہوئے اور زراعت و آب رسانی کو بہت ترقی دی۔ اور اب یہ یہود کا خاص مرکز بن گیا تھا۔ (بحوالہ معجم البلدان لفظ قریٰ)

خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی القریٰ کا رُخ کیا لیکن لڑنا مقصود نہیں تھا۔ مگر یہود پہلے سے تیار تھے۔ اُنھوں نے فوراً تیر اندازی شروع کر دی۔ آنحضرت صلعم کا دکی (محمل) آپ کا غلام (مدعم) اُتار رہا تھا کہ ایک تیر آیا اور وہ جان بحق ہوئے۔ مورخین نے یہود کی تیاری کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن امام بیہقی نے صاف تصریح کی۔ وقد استقبلتنا یهود بالرمی ولم نکن علی تعبیة　یہود ہمارے مقابلہ کو تیر چلانے لگے اور ہم تیار نہ تھے۔

بہرحال جنگ شروع ہو گئی لیکن تھوڑے سے مقابلہ کے بعد یہود نے سپر ڈال دی اور خیبر کے شرائط کے موافق صلح ہو گئی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۴

فدک کے خاص معاملات۔

تیما میں کیا ہوا۔ فدک میں کیا گذری۔ کچھ بھی نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ خیبر کی شرائط کے موافق اہل فدک سے بھی صلح ہو گئی۔ شبلی صاحب کی مدفع شناسی بیشک بیحد قابل داد ہے آپنے فدک کے معاملات میں صرف مصالحت کی ظاہری صورت اجمالی قائم کر کے اسکو خیبر کے معاملات کے موافق بتلا دیا۔ اسلئے کہ اس ظاہری تمثیل کا پردہ حقیقت حال پر پڑ جائے اور اصل واقعیت نہ معلوم ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷) آنکی بے اعتنائی کا باعث تبلاتے ہیں ہم تبصرہ دیباچہ میں عرض کر چکے ہیں۔ پھر بیان اُسکی ذرا سی یاد دہانی کر دیجاتی ہے کہ ان تمام اہم تریں واقعات میں تو آپ ہی کی تحریر سے آپکے مقاصد نہ بتلانے کا الزام نہ صرف آپکے محدثین و فقہا ہی کے سر جاتا ہے بلکہ خود کیلئے سیرت والوں کو بھی عدم کرنا کیا معنی۔ المولف عفی عنہ

اسمیں کلام نہیں کہ صلح خیبر میں بھی ہوئی تھی اور فدک میں بھی۔ لیکن اُن دونوں میں جو فرق امتیازی تھا وہ لکھکر بتلایا گیا۔ اس لئے کہ آپ کے مقاصد و مطالب کے مخالف تھا۔ حالانکہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابیں اس فرق کو بالاتفاق بتلا رہی ہیں۔ تاریخ ابن ہشام میں ہے۔

قال ابن اسحق فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من خيبر قذف الله الرعب في قلوب اهل فدك حين بلغهم ما اوقع الله تعالى باهل خيبر فبعثوا الى رسول الله صلعم يصالحونه على النصف من فدك فقدمت عليه رسلهم بخيبر او بالطريق او بعد ما قدم المدينة فقبل ذلك منهم فكانت فدك لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خالصة لانه لم يوجف عليها بخيل ولا ركاب۔

ابن ہشام جلد دوم ص ۱۹۵

ابن اسحق کہتے ہیں کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملات خیبر سے فراغت پائی تو خداوند عالم نے اہل فدک کے قلوب میں ایسا رعب پیدا کردیا کہ اُنھوں نے خود نصف حاصل فدک پر مصالحت کرنیکے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ چنانچہ انکو انکا قاصد حاضر خدمت ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ قیام خیبر ہی کے زمانہ میں آیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ راستہ میں شرفیاب خدمت ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں آپکے داخلہ کے بعد شرف حضوری سے بہرہ اندوز ہوا بہرحال آنحضرت صلعم نے اُنکی درخواست کو قبول فرمالیا لیکن فدک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا۔ اسلئے کہ اُسمیں جنگ جہاد اور سوار و پیادہ سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

زرقانی بھی شرح مواہب لدنیہ میں ابن اسحق کا یہی قول نقل کرتے ہیں۔ طبری میں بھی بجنسہ یہی الفاظ ہیں۔

فكانت فدك لرسول الله خالصة لانه لم يوجف عليها بخيل ولا ركاب۔ طبری ص ۱۵۸۹ ج ۳ من

فدک جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ قرار پایا اس لئے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا تھا۔

تاریخ ابو الفدا میں ہے۔

كان فتح خيبر في صفر سنة سبع للهجرة وسأل اهل خيبر رسول الله صلعم الصلح على ان يساقيهم على النصف من ثمارهم ويخرجهم متى شاء ففعل ذلك وفعل ذلك اهل فدك وكانت خيبر للمسلمين وكانت فدك خاصة لرسول الله لانها فتحت بغير ايجاف خيل۔ (بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۸۹ لکھنو)

خیبر ماہ صفر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ انکو انکے باغات کے پھل النصف ملا کریں اور آنحضرت صلعم جب چاہیں انکو وہاں سے الگ کردیں چنانچہ انکی درخواست منظور کرلیگئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی پیش آیا۔ خیبر کی آمدنی مسلمانوں کے لئے تھی۔ اور فدک کی خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔ اسلئے کہ وہ بغیر حرب و ضرب فتح ہوا تھا۔

ان تاریخی مشاہدات کی جلوہ نمائیوں سے شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف ہوگیا اور مورخ ابو الفدا

کی عبارت سے جو فرق امتیازی صلح خیبر اور مصالحہ فدک کے درمیان واقع ہے وہ پورے طور سے ظاہر ہو گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ صلح تو دونوں معاملات میں ہوئی۔ لیکن خیبر کی مصالحت سے جو جائداد حاصل ہوئی وہ عام اسلامی املاک قائم ہوئی اور فدک کے مصالحہ سے جو محاصل قبضہ میں آئی وہ خاص رسول اللہ صلعم کی جائداد قرار پائی۔

چونکہ عموماً معاملہ فدک سے اور خصوصاً استظہار و استقرار خالصہ رسول اللہ سے شبلی صاحب کے ایک اعظم ترین اُصول عقائد کی بیخکنی ہوتی تھی۔ اس لئے آپنے خالصہ کے لفظ کو کیا اُسکے ذکر ہی کو مرفوع القلم فرما دیا۔ اور یہ آپکی موقع شناسی پیش بینی۔ مآل اندیشی۔ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کے اعتبار سے بہت ہی ضروری تھا۔ اس لئے فدک کے معاملات کو مختصر لفظوں میں خیبر کے واقعات کا مماثل بتلا کر قصہ ختم اور تحقیق کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ لیکن ے کجا ماند نہان رازے کزو سازند محفلہا۔

آخر شبلی صاحب خود ہی کھل پڑے۔ اسوقع پر تو نہیں۔ جلد دوم میں پہونچکر **متروکات رسولؐ** صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں پہونچکر۔ اس بتدا کی خبر نکالی گئی جسکو ہم بہت جلد اپنے سلسلۂ بیان میں آگے نقل کرتے ہیں۔ ابھی ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو قائم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ہبہ فدک ۷ھ ہجری

ہبہ فدک کے واقعات حسب ذیل ہیں۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں۔

اخرج البزاز وابو یعلی وابن ابی حاتم عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت هذه الآیة وآت ذا القربی حقه دعا رسول اللہ صلعم فاطمة فاعطاها فدک	بزاز۔ ابو یعلی اور ابن ابی حاتم نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقه نازل ہوا تو پیغمبر صاحب نے فدک کی جائداد حضرت فاطمۂ کو عطا کی۔ تاریخ احمدی ص ۴۴

تنہا امام سیوطی ہی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا ہے۔ بلکہ اور محدثین نے بھی مثل امام حاکم اور ملا علی متقی وغیرہم نے بھی اسکو قلمبند کیا ہے۔ چنانچہ ملا علی متقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فی کنز العمال للشیخ علی متقی فی صلة الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه قال النبی یا فاطمة لك فدك رواه الحاكم۔	شیخ علی متقی نے کنز العمال کی کتاب الاخلاق کی فصل صلۂ رحم میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقه نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمۂ سے ارشاد کیا کہ اے فاطمۂ فدک میں نے تجھے دیدیا۔

اگرچہ امام حاکم نے محض مختصر الفاظ میں بالکل سرسری طور پر اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ اتنا بھی نہیں جتنا امام سیوطی نے انھیں ابو سعید کی زبانی بزاز۔ ابو یعلی اور ابن ابی حاتم کی اسناد سے مندرج فرمایا ہے لیکن

ہم اس مختصر ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہیں۔

اب اس واقعہ کی اصل تفصیل۔ کتاب معارج النبوۃ۔ ملا معین ہروی ثم اللاہوری کے ذکر وقائع ۷ھ ہجری سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

در مقصد اقصی بہ این عبارت مذکور است بعضے گویند کہ حضرت رسول خدا صلعم بسوے خیبر امیر المومنین علیؑ را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیرؑ قصد خون ایشان نہ کند و حوائط و خواص ازان رسولؐ باشد پس جبرئیل نازل شد و گفت کہ حق تعالے می فرماید کہ حق خویشان بدہ۔ رسول اللہ گفت خویشان من کیستند و حق ایشان چیست۔ جبرئیلؑ گفت فاطمۂ است حوائط فدک را با دہ و انچہ از خدا و رسولؐ اوست در فدک ہم با وبدہ۔ پیغمبرؐ فاطمہ را بخواند و برا ے وے حجت نوشت و آن وثیقہ کہ فاطمہؑ بعد از وفات رسولؐ پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت این کتاب رسولؐ خدا است کہ براے من و حسنؑ و حسینؑ نوشتہ است۔

مقصد اقصےٰ میں مرقوم ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنین علیؑ کو حوالی خیبر میں بھیجا اور وہاں مصالحت آپ ہی کے توسط سے ہوئی۔ اس شرط و اقرار سے کہ حضرت امیرؑ انکے قتل کا ارادہ نہ کرینگے اور وہ علاقہ خالصۂ رسولؐ قرار پائے پس حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے قرابتدار کا حق دیدو۔ رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ میرے قرابتدار کون ہیں اور انکا حق کیا ہے حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ فاطمہؑ ہیں۔ حوائط فدک انکو دے ڈالو۔ جو کچھ خدا رسولؐ کا حق اسمیں ہے وہ بھی انھیں کو دیدو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلایا اور انکے لئے ایک وثیقہ لکھدیا۔ یہ وہی وثیقہ تھا جسکو حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے پیش کیا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وثیقہ ہے جسکو آپنے میرے اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کیلئے تحریر فرمایا ہے۔

بالکل یہی عبارت۔ تاریخ حبیب السیر اور تاریخ روضۃ الصفا میں بھی مرقوم ہے منقول از کتاب تشئید المطاعن ج ۲ مطبوعہ لدھیانہ ص ۴۷۳

ہبہ فدک کی یہ حقیقت حال تھی جو اتنے متواتر اور معتبر اسناد سے لکھی گئی۔ اب شبلی صاحب نے اسکے متعلق جلد دوم میں جو گلفشانی فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں مرقوم ہے۔

بہرحال اگر متروکات میں تھیں تو یہی تین چیزیں۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور۔ اور ہتیار زمین حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے۔ وہ مدینہ۔ خیبر اور فدک کے چند باغ تھے۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ھ ہجری میں (غزوۂ احد کے موقع پر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند باغ وصیتہً ہبہ کردیے۔ مراد ہیں لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اسیوقت مستحقین کو تقسیم کردیے تھے (بحوالہ بخاری و فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۰ دیکھو نیز بخاری میں کتاب المغازی ذکر نضیر)

فدک اور خیبر کی نسبت ابتدا ہی سے شیعہ اور اہل سنت میں اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں آپ کی ذاتی جائداد تھی اور وراثت کے طور پر اہلبیت پر تقسیم ہونی چاہیئے (چاہتی) تھی۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ بطور ولایت اسلامی آپ کے قبضہ میں تھی۔ اور ذاتی ہو بھی تو آپ نے خود اقرار فرمایا تھا کہ ہمارا جو ترکہ ہو وہ صدقہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ اختلاف خود صحابہ کے زمانہ میں پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عباس آپکے چچا۔ حضرت فاطمہ صاحبزادی اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھیں کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں ان تینوں جائداد کی آمدنی مختلف مدوں میں متعین کر دی تھی۔ بنو نضیر کی آمدنی ناگہانی ضرورت کے لئے مخصوص تھی۔ فدک کی آمدنی مسافروں کے لئے وقف تھی۔ خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے عام مسلمانوں کے لئے تھے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لئے ملتا تھا۔ اسمیں سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔

آخر میں حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے اصرار پر مدینہ کی جائداد اُن دونوں کی تولیت میں دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؑ نے اُسپر قبضہ کر لیا تھا۔ خیبر اور فدک بدستور حضرت عمر ابن عبد العزیز کے زمانہ تک خلفا کے ہاتھ میں رہے۔ بحوالہ سنن ابو داؤد۔

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فدک سادات کو دیدیا تھا۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۴۷

حقیقت تو چھپ ہی نہیں سکتی۔ لیکن اُسکے ساتھ اُسکے چھپانے کے انداز بھی نہیں چھپ سکتے۔ شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو پڑھ ڈالئے تو ثابت ہو جائے گا کہ آپکے دعوے کو نہ اُسکی دلیل سے کوئی واسطہ ہے اور نہ آپکے سلسلہ بیان کے ایک سلسلہ کو دوسرے سلسلہ سے کوئی مناسبت۔ یہی بے ربطی اس مسئلہ کی لاجوابی کی قطعی دلیل ہے حقیقت کا بے حقیقت وجود کالعدم وجود اور واقع کا غیر واقع ثابت کرنا محال ہے۔ آپنے جس عنوان سے اس بحث کی ابتدا کی ہے وہ آپ کے اضطراب اور پیچ و تاب کو صاف بتا رہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"اگر متروکات میں تھیں تو یہی تین چیزیں۔ کچھ زمین۔ سواری کے جانور اور ہتھیار۔" اگر کے حرف شرط سے آپ کا عنوان بیان ظاہر کر رہا ہے کہ آپ متروکات رسولؐ کا ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ اور انکو قطعی لا وجود سمجھتے ہیں۔ لیکن تمام کتابوں میں منقول و مذکور ہونیکی وجہ سے مجبور ہیں۔ دیکھیئے حقیقت تھی۔ چھپ نہ سکی۔ آپ نے چھپانے کا قصد کیا وہ بھی نہ ہوا۔ اس طرح کہ آپ ہی نے اپنے ہی دست و قلم سے ڈھائی صفحوں کے روگ پشت میں متروکات رسول صلعم کی تفصیلی فہرست قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد دوم از صفحہ ۱۴۷ تا صفحہ ۱۵۱۔ تو "اگر تھیں" کا جملہ شرطیہ پہلے لگانے سے کیا حاصل ہوا۔ بہرحال۔ آگے چلیئے۔

گویا آپ کی طومار تفصیل فہرست متروکات مندرجہ جلد دوم سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کے نزدیک اتنی چیزیں متروکات رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ثابت ہیں۔ اب آپ کی یہ پیش کردہ فہرست ایک طرف رکھی جائے اور حضرت عائشہ کی وہ خاص روایت جسکو آپ نے سنن ابوداؤد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینارا ولا درھما ولا بعیرا ولا شاۃ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات کوئی چیز از قسم دینار و درہم اور اونٹ اور بکری کے نہیں چھوڑی

ایک طرف رکھی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ تصریح صدیقہ کے خلاف نبی صلعم کی وفات کے بعد گھر میں عضبا کے ایسی مشہور و معروف اونٹنی موجود تھی۔ ایک خچر بھی تھا جس کا نام عفیر تھا۔ ایک استر بھی تھا جس کا نام دُلدُل تھا۔[۵] اور غالباً آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے لیکر معرکہ کربلا تک زندہ تھا۔ ایک گھوڑا بھی اصطبل میں تھا جس کا نام لحیف تھا۔ اور وہ بقول آپکے ابی ابن عباس کے باغ میں بندھا رہتا تھا اور جس کا ذکر امام بخاری نے کتاب الجہاد میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ اسلحات بھی تھے۔ اور متعدد۔ جن کے جدا جدا نام آپ نے اپنی فہرست مندرجہ میں گنوائے ہیں۔ تو اب آپ کی طویل فہرست حضرت عائشہ کی مختصر حدیث سے مقابل کیجاوے تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی پیش کردہ فہرست اُم المومنین کی حدیث کی مخالف ہے اور ام المومنین کی حدیث آپ کی فہرست کی معارض۔ تو اب دونوں میں سے کس پر اعتبار کیا جاوے۔ تدوین کتاب کے وقت یا تو ام المومنین کی حدیث کی نقل کافی سمجھی جاتی۔ اپنی فہرست رکھدی جاتی۔ یا اپنی فہرست لکھی جاتی اور ام المومنین والی حدیث ترک کر دی جاتی۔

شاید یہ تاویل کیجائے کہ حدیث میں بعیر (اونٹ) کا لفظ ہے۔ ناقہ (اونٹنی) کا لفظ نہیں ہے۔ اور یہاں اونٹنی (عضبا) پائی جاتی ہے اسی طرح گدھے خچر۔ اور گھوڑے کی موجودگی کے لئے یوں بات بنائی جائے کہ حدیث عائشہ میں تو صرف اونٹ اور بکری کا نہونا لکھا ہے۔ دوسرے جانور کا ذکر نہیں تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور ایک بچہ بھی آپ کو سمجھا سکتا ہے کہ یہ تاویلات بالکل لغویات ہیں اور سراپا مہملات بقول غالب مرحوم ؎

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے۔

---

[۵] باتفاق فریقین منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دُلدُل اسطرف اُسطرف دوڑنے لگا تو عمر سعد نے یہ دیکھکر لوگوں سے کہا کہ اسکو احتیاط سے پکڑ لو اور آرام سے رکھو اس لئے کہ مرکب رسول اللہ صلعم ہے۔ خیریت سے کوئی صاحب جنگ کو ابھی وہیں موجود تھے کہنے لگے تعجب ہے کہ تو نے رسول اللہ کے نواسے کو تو ذبح کر دیا۔ کوئی تعظیم نہیں کی۔ اور اس نکا کوئی درد تجھ کو آیا۔ اب اس خچر کی تجھے اس قدر تکریم و منزلت آداب و احترام اور آرام و حفاظت منظور ہے۔ فاعتبروا   المؤلف عفی عنہ

حدیث عائشہ کے خلاف جو حدیث آپ نے بخاری کی کتاب الجہاد سے بحوالہ عمرو بن حریث لکھی ہے - وہی آپ کے مطلب کے لئے بالکل مفید تھی کیونکہ اسمیں جعلہا صدقۃ کا فقرہ موجود تھا - اور یہی آپ کی تمام قلمکاریوں کا اصل مدعا تھا - حدیث عائشہ میں تو یہ فقرہ موجود بھی نہیں - اور اسمیں اتنے مناقضات و اختلافات موجود تھے تو پھر اس حدیث عائشہ کو عمرو بن حریث کی حدیث کی موجودگی میں لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ آپکے اس خلط بحث اور اجتماع اختلافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلہ بیان و استدلال میں ضعف و بے ربطی پیدا ہوگئی - وہاں کوئی اونٹ یا کوئی جانور نہیں تھا - یہاں اصطبل میں مختلف جنس و قسم کے اتنے جانور نکل آئے -

اسلحات کے متروکات میں تو ام المؤمنین ایک نام بھی نہیں لیتیں - لیکن آپ اپنی فہرست میں ۹ عدد تلواریں چھ عدد کمانیں ایک ترکش جسکا نام کافور تھا - ایک کمر سے لگانے کی چمڑے کی پیٹی - جس میں چاندی کے حلقے لگے تھے ایک ڈھال جسکا نام زلوق تھا - پانچ عدد برچھیاں - دو عدد لوہے کی مغفر - ایک کا نام سوشح دوسرے کا سبوغ - ان کے علاوہ - سات جبے - جنکو آپ لڑائی میں پہنتے تھے - ان میں سے ایک دیبائے سبز کا تھا ایک سیاہ علم جسکا نام عقاب تھا - اور بھی سفید و سیاہ علم تھے - لکھکر بتلاتے ہیں اور یہ سب چیزیں متروکات رسول صلعم میں بلکہ مجموعاً اونتیس [۲۹] ثابت ہوتی ہیں - مگر حضرت عائشہ صدیقہ ان میں سے ایک کا ذکر کیسا نام بھی نہیں لیتیں -

شبلی صاحب نے متروکات کی فہرست ابھی تمام نہیں کی - دو چیزیں اور نکال لائے ایک خاتم اور ایک عصائے مبارک - جنکی نسبت یہ تفصیل کی گئی ہے -

استحقاق خلافت[ل] کی بناء پر خاتم (مہر) اور عصائے مبارک جنکا احادیث میں ذکر آیا ہے - پہلے حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان (اصل تو اسکا لکھنا اور ترتیب خلافت کی بنیاد قائم کرنا تھا - مولف) کے قبضے میں آئے لیکن انہیں عثمان کے عہد میں یہ دونوں چیزیں ضائع ہوگئیں - انگوٹھی تو حضرت عثمان کے ہاتھ سے ایک کنوئیں میں گر گئی اور عصائے مبارک کو جہجاہ غفاری نے توڑ ڈالا - 　　　　سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۵۱

اب یہ دونوں چیزیں ملاکر مجموعاً اکتیس [۳۱] چیزیں متروکات رسول میں آپ کے نزدیک ثابت ہوئیں - اب اس تفصیل کے بعد مساکن مبارک کے متعلق ذیل میں تحریر ہے -

[ل] آپ کے استحقاق خلافت والے فقرے نے ایک بڑے راز کا عقدہ کھولدیا اور وہ یہ ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں - خاتم و عصائے مبارک کی موجودگی استحقاق خلافت کا ثبوت تھی اور دنیاوی سلطنتوں میں آجتک یہ دونوں چیزیں (رنگ اینڈ سپٹر) علامات شاہی میں داخل بھی ہیں لیکن اسی کے ساتھ ہی آپکی اس دلیل نے خلافت راشدہ اور آپ کے خلیفہ راشد کی حقیقت خلافت اور انکے استحقاق خلافت کا خاتمہ کر دیا - کیونکہ نہ انکے ہاتھ میں انگوٹھی تھی اور نہ عصا نہ معلوم کہ انکی خلافت کے وقت اس کا کسی نے خیال نہ کیا - یہانتک کہ معاویہ نے بھی کبھی اس نقص کو عدم استحقاق کی دلیل میں انکے سامنے پیش نہ کیا - مگر شبلی صاحب کا ذہن یہانتک پہونچگیا - بہرحال خلافت کیلئے جو اشیاء نہ ضروری ہوں ان سے ہمکو بحث نہیں - گذارش اتنی ہے کہ للہ رسالت کو دنیاوی سلطنت کے رنگ میں لاکر نہ غارت کیجئے - مؤلف عفی عنہ

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد چھ مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری کے گھر قیام فرما رہے اس اثنا میں آپ تنہا تھے اہل وعیال مکہ میں تھے جب آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو اسی کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے حجرے تیار فرمائے اور اسوقت آدمی بھیجکر آپ نے اہل وعیال کو مکہ سے بلوالیا اور اُن ہی حجروں میں اُتارا آخر ایام میں آنحضرت صلعم کی ۹ بیویاں تھیں اور الگ الگ حجروں میں رہتی تھیں جنہیں نہ صحن تھے نہ دالان۔ نہ ضرورت کے الگ الگ کمرے تھے۔ ہر حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ کی نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں جو اس قدر کمزور تھیں کہ اُنمیں شگاف ہوگیا تھا اور اُن سے اندر دھوپ آتی تھی۔ چھت کھجور کی شاخوں اور پتیوں سے چھائی تھی۔ بارش سے بچنے کے لئے بال کے کمل لپیٹ دئے جاتے تھے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا ایک پٹ کا کنواڑ ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ باری باری سے ایک ایک شب ایک ایک حجرے میں بسر فرماتے تھے۔ دنکو عموماً اصحاب کی مجلس میں مسجد میں تشریف رکھتے جو گویا ان حجروں کا صحن یا گھر کی مردانہ نشستگاہ تھی۔

ان حجروں کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جسکو احادیث میں شربہ کہتے ہیں ۹ھ ہجری میں جب آپ نے ایلا کیا تھا اور تیز گھوڑے پر سے گر کر چوٹ کھائی تھی تو ایک مہینہ اسی پر اقامت فرمائی تھی۔ اس بالاخانہ پر سامان آرائش کیا تھا۔ ایک چٹائی کا بستر۔ چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ادھر اُدھر چند کھالیں لٹکی ہوئی تھیں"۔

شبلی صاحب نے یہ کیا کیا متروکات کی ذیل میں اُنکو بھی لکھدیا مصلحت اور ضرورت تو یہ تھی کہ انکا ذکر ہی نہیں فرماتے اور اُنکو نہ رسول کا بنوایا قرار دیتے اور نہ تیار کرایا بتلاتے۔ جب لکھدیا تو وہی حضرت عبداللہ بن عباس والے تعریضی شعر کی بحث چھڑ جائے گی۔

ولها التسع من الثمن وعلى الكل تصرفت

یعنے اُنکا حصّہ تو آٹھویں نواں تھا لیکن اُنھوں نے کل پر قبضہ کرلیا

آپ کے سلسلہ بیان سے یہ مکانات ازواج مطہرات بھی متروکات وتملیکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل تھے۔ بحمداللہ آپ نے ایک بہت بڑے مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ یہ آپ کی عدالت ہو یا وہی حقیقت جو نہ چھپائے چھپے۔ الحق یعلوا ولا یعلی۔

اس لئے آپ کی شہادت وتصدیق کی بنا پر یہ قطعیات خانہائے ازواج مطہرات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن تملیکی اراضیات میں شامل ہونا چاہیئے۔ جو مدینہ میں آپ کے

قبضہ و تصرف میں قائم تھیں جنکو آپ ان مختصرات میں بیان فرماتے ہیں ۔

زمین ۔ حضرت عمر بن حارث نے جس زمین کا ذکر کیا ہے ۔ وہ مدینہ خیبر اور فدک کے چند باغ تھے ۔ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد کی مراد ہے یا مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ سنہ ہجری میں (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیۃً ہبہ کر دئے تھے ۔ وہ مراد ہیں ۔ لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اُسیوقت مستحقین کو تقسیم کر دیے ۔ جلد دوم ص ۱۴۷

پھر چار سطروں کے بعد اسی صفحہ میں لکھا جاتا ہے کہ " بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص تھی "

ابھی ابھی آپ لکھ چکے ہیں کہ مدینہ کی جائداد سے بنو نضیر کی جائداد مراد ہے ۔ اور صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ باغ اُسی وقت مستحقین کو تقسیم کر دئے " تو پھر بنو نضیر کی وہ اور کونسی جائداد نکل آئی جسکی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص کی گئی تھی ۔ وہ جائداد تو بنو نضیر کے وہی نخلستان تھے ۔ جو بقول آپ کے اُسی وقت مستحقین پر تقسیم کر دیے گئے ۔

آپ نے بھی اسکو بے دیکھے نہیں لکھا ہے بلکہ بخاری باب فرض الخمس اور نیز بخاری ۔ باب المغازی ذکر نضیر سے نقل فرمایا ہے ۔ پھر بخاری کے اس اجمال بیان انکشاف کی غرض سے لکھا ہے کہ ان باغوں کی تفصیل کے لئے فتح الباری جلد ۶ ص ۱۴۰ دیکھو "

معلوم ہوا کہ یہ سب املاک رسول باغات ہی تھے ۔ تو اس بنا پر جائداد بنی نضیر بھی باغات ہی ہوں گے خیبر بہر حال مثمرہ ہوں یا غیر مثمرہ باغات ۔ اس سے بحث نہیں ۔ وہ تو بقول آپ کے اور نیز بقول بخاری اور ابن حجر صاحب کے سب کے سب صدقہ ہو گئے ۔ اور اُسی وقت مستحقین کو تقسیم بھی ہو گئے ۔ تو پھر رسول اللہ صلعم کے پاس آمدنی کس کی آتی تھی جو ناگہانی مصارف میں اُٹھائی جاتی تھی ۔ آپ نے ان دونوں مناقض و متضاد بیان کو ایک ساتھ لکھدیا ہے ۔ مشکل ہے کس کو صحیح مانا جائے اور کس کو غلط ۔ تا وقتیکہ آپ اپنی اس غلط نگاری کی یوں تاویل نہ فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف وہی چند باغ صدقے میں مستحقین کو تقسیم کئے تھے ۔ جو بقول آپ کے مخیریق نام ایک یہودی نے ۳ سنہ ہجری میں (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو وصیۃً ہبہ کر دیے تھے ۔ واقعیت اور اصلیت معلوم ہو نہیں سکتی ۔

لیکن افسوس ہے کہ آپ ایسی تاویل کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ آپ کا مقصود کا نورث ماترکناہ صدقۃ کو ثابت اور بنیاد خلافت کو قائم کرنا ہے پھر آپ کا قلم حقیقت نگاری کی طرف کیسے چل سکتا ہے۔ لیکن پھر ہم آپ کو بتلائے دیتے ہیں کہ آپ سے حقیقت چھپ بھی نہ سکی۔ آخر قدرت کے دست جبروت نے آپ سے لکھا ہی چھوڑا کہ بنی النضیر کی جائداد کی آمدنی (قبضہ رسول میں رکھ) ناگہانی مصارف میں اٹھائی جاتی تھی۔ یعنی نہ صدقہ ہوتی تھی اور نہ مستحقین پر تقسیم کی گئی تھی۔

اب اس بحث کو دوسرے پہلو سے بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ آپ کی اس عبارت سے کہ

مدینہ کی جائداد سے بنو النضیر کی جائداد مراد ہے۔ یا مخیریق نام ایک یہودی نے سنہ ۳ ہجری میں (غزوہ احد کے موقع پر) آنحضرت صلعم کو چند باغ وصیتہ ہبہ کر دئے تھے وہ مراد ہیں لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ اسی وقت مستحقین کو تقسیم کر دیے تھے۔

صاف ظاہر ہے کہ جو باغات کہ اسیوقت مستحقین پر تقسیم کر دیے گئے وہ وہی تھے جو اس یہودی نے آپ کے نام سے وصیت کر کے ہبہ کر دئے تھے جیسا کہ آپ کے آخر حصہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مشرک کا ہبہ قبول کرنا استغنائے رسالت کے خلاف ہے جیسا کہ آپ خود حکیم بن حزام کے جبہ والے واقعہ میں لکھکر اقرار کر چکے ہیں (سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۴۱) لیکن چونکہ یہ ہبہ وصیت کے ذریعہ سے کی گئی تھی اور کافر تک کی ادائے وصیت لازم و واجب ہے۔ اس لئے یہ ہبہ قبول تو کر لی گئی مگر شئے موہوبہ اسی وقت مستحقین پر تقسیم کر دی گئی۔ جیسا کہ آپ اپنی صحیح روایتوں کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

اس میں بنو نضیر کی جائداد کا تو شائبہ تک بھی کہیں ذکر نہیں ہے۔ شبلی صاحب خواہ مخواہ "یا" کا حرف مشترک فیہ بڑھا کر۔ یہودی کے ان باغات موہوبہ کے ساتھ۔ بنی نضیر کی جائداد کو بھی تقسیم علی المستحقین کے واقعہ میں شامل کئے دیتے ہیں حالانکہ اس قیاس و اشتباہ کا تصفیہ علامہ زرقانی کامل طور سے کر چکے ہیں۔ شرح زرقانی ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قال البغوی کان یزرع تحت النخل فی ارضهم فیدخر من ذلک قوت اهله وازواجه سنة وما فضل جعله فی الکراع والسلاح انتهی فهذا صریح فی انه لم یقسم الارض والنخل بین المهاجرین بل الدور

علامہ بغوی کہتے ہیں کہ ان باغات (بنو النضیر) میں کھیتی ہوتی تھی اسکی آمدنی سے آپ کے اہلبیت اور ازواج کے سال بھر کھانے پینے کا سامان ہوتا تھا جو فاضل ہوتا تھا وہ لشکر کشی اور اسلحہ کے مصارف میں لایا جاتا تھا زرقانی کہتے ہیں کہ اس سے صریح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی زمین (مستحقین پر)

والاسوال۔ مہاجرین تقسیم نہین ہائی تھی فقرا کے مال و گھر جو ستیاب ہوئے تھے۔ وہی تقسیم ہوئے تھے"

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے زرقانی کے اس صریح فیصلہ کے بعد بھی جائداد بنی نضیر کو بھی جائداد تقسیم شدہ کی فہرست مین داخل کر دیا۔ حالانکہ شرح زرقانی جیسا کہ معلوم ہوتا ہے۔ سیرۃ النبیؐ کی تالیف کے وقت۔ ہر وقت پیش نظر تھی۔ مگر ہم آپ کے تغافل مولفانہ کو تجاہل عارفانہ کے معنون نہین لینگے۔ اسلئے کہ ممکن نہین کہ زرقانی کی مرقومہ بالا عبارت آپ کی نظر سے نہ گذری ہو اور حقیقت حال آپ کو نہ معلوم ہوئی ہو لیکن مانتر کناہ صدق کی تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی تاکیدون نے آپ کو مجبور کر دیا اور آپ کسی طرح اسکے لکھنے پر قادر نہو سکے۔

صرف یہی نہین کہ آپ نے اسکو نہین لکھا۔ بلکہ بڑی دلیری سے اسکے مصارف کو بھی بدلدیا۔ زرقانی کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس (بنی نضیر کی) جائداد کی آمدنی سے پہلے ازواج اور اہلبیت کا سالانہ خرچ نکالا جاتا تھا اور جو اس سے بچتا تھا وہ ترتیب لشکر کی ضرورت اور خرید اسلحہ جات کے مصارف مین اٹھایا جاتا تھا۔ آپ کہتے ہین بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص تھی ـ۵ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ کہان اہلبیت اور اسکے بعد ترتیب لشکر کی ضرورت۔ کہان امور اتفاقیہ اور غیر متوقع ضرورتونکی صورت۔ کوئی صحیح الدماغ بتلا سکتا ہے کہ دونون مصارف ایک ہی تعریف کے اندر آتے ہین۔ لطف تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے اس بیان تحریری کیلئے کسی حوالہ ثبوت کا نمبر بھی نہین لگایا ہے۔ (ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۱۴۷) اس سے تو یہ مضمون طبع زاد خاص معلوم ہوتا ہے۔ الغرض بنی نضیر کی جائداد کا کسی عنوان سے تقسیم ہونا ثابت نہین ہوتا۔ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاص قبضہ و تصرف مین رہی اور آپ اسکو اپنی تجویز سے حسب ضرورت صرف فرماتے رہے۔

خیبر کی آمدنی کے مصارف مین بھی آپ نے تنہا ابوداؤد کی روایت پر اعتبار کیا ہے اور اسکی آمدنی مین جو غالب بیت المال کی رقم تھی۔ مصارف اہلبیت کو اس غرض خاص سے شامل کر دیا ہے کہ عامہ امت کے ساتھ انکی مساوات اور تعمیم ظاہر ہو۔ اور انکے لئے کسی رقم مخصوصہ کی تعیین قائم نہونے پائے۔ یہ سب فدک کی ضبطی کا دیباچہ ہے۔

بہرحال جب ابوداؤد کے اس قول پر جسکو آپ نے اپنا مختار بنایا ہے تحقیق کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کی جائداد اسیوقت عام مسلمین پر تقسیم ہو گئی۔ چنانچہ آپ خود جلد اول صفحہ ۴۵۰ مین بعد ذکر فتح خیبر لکھتے ہین:۔

> خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر تقسیم کر دی گئی۔ اسی مین آنحضرت صلعم کا خمس بھی تھا۔

باقی رہین وہ زمینین جو یہودیون کی خاص کاشت مین تھین انکی نسبت یہ قرار پایا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین۔

> فتح مکہ کے بعد زمین مفتوحہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ مین رہنے دی جائے۔

ہم پیداوار کا نصف حصہ ادا کیا کرینگے۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ بٹائی کا وقت آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلہ کو دو حصوں میں تقسیم کرکے یہود سے کہتے تھے کہ اسمیں سے جو حصہ چاہو لیلو ص ۳۵۰

خیبر کی جائداد میں نصف آمدنی تو قائم ہو گئی۔ اب اسکا خرچ دیکھنا ہے۔ جلد اوّل میں خرچ کی کوئی تفصیل نہیں۔ جلد دوم میں ابوداؤد کے حوالے سے یوں تفصیل کی گئی ہے۔

خیبر کی آمدنی کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ دو حصے مسلمانوں کے لئے تھے۔ اور ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ مصارف کے لئے ملتا تھا۔ اسمیں سے جو بچ جاتا تھا وہ غریب مہاجرین کے کام آتا تھا۔ ص ۱۴۷۔

مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آپ کی یہ رقم کردہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کسی کتاب میں پائی نہیں جاتی۔ زرقانی کی ایسی جامع اور بسیط شرح بھی آپکی تفصیل مرقومہ سے خالی ہے۔ وہ بھی انھیں ابوداؤد کے قول سے صرف تنصیف کی صورت حال لکھتے ہیں اور کچھ نہیں۔

اخرجہ ابوداؤد ان النبی صلعم لما قسم خیبر عزل نصفھا لنوائبہ وقسم نصفھا للمسلمین

آنحضرت صلعم نے نصف زمین خیبر اُنکے مالکوں کو چھوڑ دی اور نصف مسلمانوں پر تقسیم کر دی۔ زرقانی ص ۲۷۳ مصر

محدث شیرازی لکھتے ہیں:۔

منقول است کہ چون غدر یہود خیبر ظاہر شد پیغمبر صلعم ترک قتل منت نہاد بر ایشان۔ حکم فرمود از زمین خیبر بیرون روید۔ ایشان تضرع و زاری بسیار کردند و گفتند مسلمانان را بالضرورت حاجتی ست باید کہ درین باغات کار کنند و غمخواری آنہا نمایند۔ ما را بأجرت بگیرند تا باین خدمت قیام نمائیم و در اصل ملک ہیچ دخل نداشتہ باشیم حضرت منت نہادہ بر ایشان بر ان کار تعین نمود و فرمود کہ مادام ما خواہیم این کار می کنید و از ہرچہ حاصل شود نصفے باجرۃ العمل خویش بگیرید و نصف دیگر بہ بیت المال بسپارید و ہر سال عبداللہ بن رواحہ را میفرستاد تا حاصل باغات ایشان بنگرد و نصفے

جب یہود کی غداری ظاہر ہوئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی جان بخشی فرما کر حکم دیا کہ خیبر سے نکل جائیں۔ تمام یہود گریہ و زاری کرنے لگے اور بہ ہزار منت کہنے لگے کہ آخر مسلمانوں کو مزدوروں کی ضرورت ہو گی کہ اُنکے باغات میں کام کیا کریں تو ہمکو یہاں رہنے دیا جائے۔ ہم اُنکی مزدوری کیا کرینگے اور ہمکو ملک خاص میں کوئی دخل نہو گا۔ آنحضرت صلعم نے ازراہ احسان خاص اُنکی استدعا کو قبول فرما لیا۔ اور حکم کیا کہ جبتک ہم کو منظور رہے گا تم لوگ یہ کام کیا کرنا اور ان اراضیات کا نصف محاصل اپنی اُجرت میں لے لینا اور نصف محاصل بیت المال اسلامی کے لئے ادا کرتے رہنا۔ چنانچہ ہر سال عبداللہ بن رواحہ آتے تھے اُن کے محاصل باغات کا اندازہ کرتے

کہ تعلق بہ بیت المال داشت از ایشان میگرفت تھے اور بیت المال کا آدھا حصہ وصول کر لیتے تھے۔

روضۃ الاحباب ۳۹۲

اس عبارت سے بھی آپ کی رقم کردہ تفصیل خرچ نہ معلوم ہوئی۔

زرقانی نے ص ۲۸۲ میں محدثین کی ایک جماعت کثیر کے اقوال جمع کئے ہیں۔ مگر کسی قول سے آپ کی تفصیل نہیں ظاہر ہوتی۔ آپ نے بھی سوائے ابو داؤد کے اور کسی محدث کا اصحاب صحاح سے قول لکھا ہے نہ ارباب سنن سے۔ اس بنا پر آپ ہی کے مقرر کردہ اصول نقد روایات و نقل مرویات کے مطابق تو ابو داؤد کی اس روایت کو لکھنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ اسکی تفصیل کو نہ بخاری ہی نے لکھا ہے اور نہ مسلم نے۔

اصحاب حدیث کی تحقیق ہو چکی۔ اب ارباب تاریخ کی تصریح ملاحظہ فرمایئے۔ ابن ہشام اور طبری کے قدیم ماخذ بھی اس تفصیل سے خالی ہیں۔ لیکن ابو الفداء نے اس تمام بحث کا حسب ذیل فیصلہ کر دیا ہے۔

كان فتح خيبر في صفر سنة سبع للهجرة وسأل اهل خيبر رسول الله صلعم الصلح على ان يساقيهم على النصف من ثمارهم ويخرجهم متى شاء ففعل ذلك وفعل مثل ذلك اهل فدك وكانت خيبر للمسلمين وكانت فدك خاصة لرسول الله صلعم لانها فتحت بغير ايجاف الخيل۔

تاریخ احمدی صفحہ ۶۴

خیبر ماہ صفر ۷ھ ہجری میں فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ انکو انکے باغات کے نصف پھل ملا کریں اور آنحضرت صلعم جب چاہیں انکو خارج البلد کر دیں چنانچہ انکی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی عام مسلمانوں کے لئے تھی اور فدک کی خاص رسول اللہ صلعم کے لئے۔ اسلئے کہ وہ (فدک) بغیر حرب و ضرب کے فتح ہوا تھا۔

مرقومہ بالا عبارت میں کسی محدث و مورخ کے قول سے یہ تفصیل ظاہر نہیں ہوتی۔ جو آپنے تحریر فرمائی ہے اسلئے ابو داؤد کی یہ روایت یا تو متروک ہے یا بالکل منفرد و مشکل تو یہ ہے کہ آپ ایسی جھوٹی اور وضعی مرویات بے خوف و خطر لکھتے چلے جاتے ہیں اور اسکی صحت پر اصرار بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی جھوٹی روایت کے سلسلہ میں دوسری وضعی قصہ اور جھوٹے افسانہ کی کڑی ملاتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔

آخر میں حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے اصرار پر۔ مدینہ کی جائداد ان دونوں کی تولیت میں دیدی تھی۔ لیکن حضرت علیؓ نے اسپر قبضہ کر لیا تھا۔ ص ۱۴۷

اول تو آپ نے اس واقعہ ہی کو مبہم طریقہ سے لکھا ہے۔ تفصیل کچھ نہیں۔ اسلئے کہ اصل واقعہ کی حقیقت نہ معلوم ہو

اس واقعہ کی حقیقت ہی یہی ہے کہ یہ واقعہ کا واقعہ قصہ کا قصہ ہی بے اصل ہے اور اسکو آپ خود لکھکر تسلیم فرما چکے ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کے درمیان مشاجرت ثابت کرنے کی غرض خاص سے وضع کیا گیا ہے اور خاصکر معاویہ شاہی دار المصنفین کی صناعت ہے۔ اسکے ثبوت مین کہ حضرت علیؑ سے مسلمانون مین ایسی عام ناراضی اور نفرت پھیلی ہوئی تھی کہ اُنکے گھر والے تک اُن سے راضی وخوشنود نہین تھے مسلم نے غضب کیا کہ اسکو اپنی صحیح مین لکھدیا لیکن اُنکے شارحین نے فوراً اس روایت کی ردوقدح کردی چنانچہ خود اسکی نسبت دیباچہ ص ۴۵ مین لکھتے ہین۔

صحیح مسلم کتاب الجہاد۔ باب الفی مین روایت ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ۔ حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اقض بینی و بین ھذا الکاذب الاثم الغادر الخائن میرے اس جھوٹے مجرم دھوکے باز اور خائن کے درمیان فیصلہ کردیجئے" چونکہ حضرت علیؑ کی شان مین یہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نہین نکل سکتے۔ اس لئے بعض محدثین نے اپنے نسخے مین سے یہ الفاظ نکال ڈالے (بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم۔ ذکر حدیث مذکور)

علامہ مازری اس حدیث کی نسبت لکھتے ہین اذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها جب اس حدیث کے تاویل کے سب رستے بند ہوجائینگے تو ہم اسکے راویونکو جھوٹا کہینگے۔

(بحوالہ نووی شرح صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفئ) دیباچہ سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۴۵

افسوس ہے کہ شبلی صاحب یہ سب طومار لکھکر۔ اور ان مفتریات کی تنقید وتردید فرما کر بھی۔ ان موضوعات کیطرف بطور تصدیق تلمیح واشارت فرماتے ہین۔ گویا اپنے مسترد فیصلہ کو پھر اپنے ثبوت مین پیش کرتے ہین۔ یہ کس قدر مؤلف کی دیانت کے خلاف ہے۔

فدک کی آمدنی فدک کی آمدنی مسافرون کیلئے وقف تھی" آمدم برسر مطلب۔ اس تفصیل وطویل تصریح کی غرض یہی تھی کہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ کی بنیاد قائم ہوجائے سے دار یم روا چو او روا می دارد تو آبادی دیگران زبربادی ما۔

اچھا تھوڑی دیر کے لئے یون ہی سہی۔ فدک کی آمدنی مسافرون کے لئے وقف تھی لیکن شبلی صاحب سے اتنی عرض ہے کہ یہ کس حوالہ اور کس سند سے لکھا جاتا ہے۔ آپنے تو اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان بھی نہین لگایا ہے اور اسی طرح بنی نضیر کی جائداد کی تفصیل خرچ کو بھی بلا سند وحوالہ چھوڑ دیا ہے۔ تو ایسی حالت مین تحقیق کے متلاشی آپ کے اس قول کو طبع زاد خاص نہ سمجھین تو کیا کرین۔ اگر کوئی سند ہوتی۔ کوئی حوالہ دیا گیا ہوتا تو اُسکے معتمد

غیر معتمد مستند غیر مستند ہونے کی حقیقت معلوم کی جاتی۔ آپ نے تو عام مسلمانوں کو مرعوب بنانے کے لئے اپنا حکمانہ قول لکھکر تحقیق کا دروازہ ہی بند کردیا۔ حالانکہ اسوقت حدیث و تاریخ کی جتنی کتابیں میرے پیش نظر ہیں انمیں سے کسی ایک میں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ فدک کی آمدنی خاص مسافرون کے لئے وقف تھی "علی الاتفاق سبنے یہ لکھا ہے کہ خیبر کی فدک کے یہود سے بھی شرط تنصیف پر مصالحت کرلی گئی نصف محاصل یہودان فدک لیتے تھے اور نصف خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاتے تھے۔ اسلئے کہ فدک بغیر لڑے حاصل ہوا تھا جیسا کہ ابن ہشام اور طبری اور ابوالفدا وغیرہم کے اسناد سے اوپر لکھا گیا ہے۔

آپ خود اسکے مخالف لکھ چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ ۲۶۴ کی حسب ذیل عبارت

> رئیس فدک نے ایک دفعہ چار اونٹ پر غلہ بار کرکے خدمت نبوی میں بھیجا حضرت بلال نے بازار میں غلہ فروخت کرکے ایک یہودی کا قرض تھا وہ ادا کردیا۔ پھر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر اطلاع کی آپنے پوچھا کچھ بچ تو نہیں رہا بولے ہاں کچھ بچ رہا ہے۔ فرمایا جبتک کچھ باقی رہیگا میں گھر نہیں جاسکتا۔ حضرت بلال نے عرض کیا۔ (کی) میں کیا کرون۔ کوئی سائل نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم نے مسجد میں رات بسر کی۔ دوسرے دن بلال نے آکر کہا یا رسول اللہ خدا نے آپ کو سبکدوش کردیا یعنی جو کچھ تھا وہ بھی تقسیم کردیا گیا۔

حالانکہ یہ روایت بھی موضوع ہے۔ لیکن شبلی صاحب کی تصریح کی بھی مخالف ہے۔ اسلئے ہم صرف مخالفت مدعا کے ثبوت میں اسکو استدلالاً پیش کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ فدک کی آمدنی مخصوص مسافرون کے لئے وقف تھی۔ اور یہاں اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ کے ذاتی قرض کی ادائگی میں اُٹھائی گئی۔ جو بچ رہی وہ بلال نے اپنی تجویز و رائے سے بلا امتیاز مسافرین عام فقرا و محتاجین میں تقسیم کرکے رسول اللہ کو سبکدوش کردیا۔ اس روایت نے ثابت کردیا کہ محاصل فدک مسافرون کے لئے مخصوص نہیں تھے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی مصارف میں لائی جاتی تھی اور عام فقرا و محتاجین کو بھی دیجاتی تھی۔ شبلی صاحب۔ ذرا لکھتے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجئے۔

ہم کو بحث فدک لکھنا منظور نہیں۔ کیونکہ اس بحث کا یہ مقام نہیں ہے۔ ہمکو تو صرف آپ ہی کے بیان سے اس واقعہ کی حقیقت دکھلانی ہے۔

یہ امر تو گویا مسلم ہوچکا ہے کہ نظم خلافت کی ابتدا ہی سے فدک کی جائداد خاندان رسالت کے خالصہ سے نکل کر خلافت کے اموال جمال میں مل گئی تھی۔ بہتر یونہی سہی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قرارداد وقف اموال اور صدقہ عام کی حیثیت سے نکلکر پھر یہ جائداد خالصہ کی صورت میں کبھی آئی یا نہیں؟ اور کسی خلیفہ رسول نے اسپر سے اپنا متولیانہ قبضہ و تصرف کسی غیر خلیفہ شخص کو دیا یا نہیں؟

جب اسکی تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل دو ڈھائی برسوں کے بعد ہی جسطرح طریقۂ انتخاب بالاجماع کا اصول تعیین خلیفہ کے لئے استخلاف کے قاعدے پر بدل دیا گیا۔ اسی طرح تھوڑے ہی دنوں کے بعد خلیفہ نے ان جائداد کی متولیانہ قبضہ و تصرف میں تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ جیسا کہ جائداد بنی نضیر کو جو فدک ہی کی طرح ناگہانی ضرورتوں کے لئے مخصوص تھی بقول آپکے حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کو دیدی سنت رسول کی اتباع ہے خلیفہ رسول کا یہ اختلاف کیسا؟

شبلی صاحب خود اس بحث کے عنوان میں (ص ۱۴۷ ج ۲) بڑے شد و مد سے لکھ چکے ہیں۔

یہ اختلاف خود صحابہ کے وقت میں پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عباس آپ کے چچا۔ حضرت فاطمہ (آپ کی صاحبزادی) اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھیں کہ اس جائداد کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیئے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ نے کہا کہ یہ وقف عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی زندگی میں جس طرح اور جن مصارف میں انکی آمدنی صرف کرتے تھے۔ اس میں تغیر نہ ہوگا۔

تو جناب والا۔ عرض ہے کہ یہ تغیر کیسا؟ رسول اللہ صلعم نے تو اپنی مقدس حیات کے زمانہ میں اس کی تولیت نہ حضرت عباس ہی کو دی تھی نہ حضرت علیؑ کو عنایت فرمائی تھی۔ بلکہ بقول آپ کے متولیانہ حیثیت سے اپنی ہی ذات مبارک تک محدود و مخصوص رکھی۔ آپکے بعد حضرت ابوبکر بطور متولی قابض رہے۔ لیکن انکے بعد بقول آپکے حضرت عمر نے خلیفہ ہو کر۔ خلاف اتباع رسولؐ و تقلید حضرت صدیق۔ غیر خلیفہ اشخاص کو ان جائداد وقف مسلمین کا متولی کر دیا۔ پھر اس صورت میں خود بدولت کیا رہے؟ اور رہے بھی تو کس مصرف کے؟ تعجب ہے کہ صحابہ نے حضرت عمر کے اس فعل کو مستحسن سمجھکر کیسے قبول کر لیا۔

بہرحال۔ چونکہ ہم عباس اور علیؑ کی اس تولیت کے واقعہ کو افترائے محض ثابت کر چکے ہیں اس لئے ہم اسکی بحث میں زیادہ الجھنا نہیں چاہتے۔ شبلی صاحب اور انکے مؤید ہیں جو اس موضوع روایت کے قائل ہیں وہ حضرت عمر کے اس عمل خلاف سنت رسولؐ و عمل صدیق کے لئے جواب دہ ہیں۔ وہ جانیں اور حضرت عمر۔ حضرت عمر کے زمانہ میں تو اسکی تولیت کی تبدیلی کی یہ حالت دکھائی گئی۔ حضرت عثمان کے دوران خلافت میں تو یہ تولیت بالکل خالصہ شخصی کیا۔ ملکیت ذاتی کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور برابر تین پشت تک بطور وراثت منتقل ہوتی رہی۔ حضرت عثمان نے بڑی فیاضی اور کشادہ دلی سے فدک کو مروان کو عطا فرما دیا۔

ابن ابی شحنہ روضۃ المناظر میں لکھتے ہیں۔

وفی سنۃ اربع وثلثین اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدک

۳۴ھ ہجری میں عثمان بن عفان نے فدک کی جائداد مروان بن حکم کو عطا فرما دی۔

علامہ ابن عبد ربہ عقد الفرید میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومما نقم الناس علی عثمان انہ اوی طرید رسول اللہ صلعم الحکم بن ابی العاص ولم یؤدہ ابوبکر ولا عمر وسیر ابا ذر الی الربذۃ (الی ان قال) وتصدق رسول اللہ صلعم بمہزون موضع سوق المدینۃ علی المسلمین فاقطعہا لحارث بن الحکم اخا مروان واقطع فدک مروان

جن باتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عثمان کی جانب سے کینہ پیدا کر دیا اُن سے بعض یہ ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم بن عاص مردود بارگاہ نبوی کو اپنے ظل عاطفت میں پناہ دی جسکو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے بھی اپنے عہد میں پناہ نہیں دی تھی اور ابوذر غفاری کو صحرائے ربذہ میں نظر بند کیا۔ نیز موضع مہزون مدینہ میں ایک بازار تھا جسے رسول مقبولؐ نے مسلمانوں پر صدقہ کیا تھا، حارث بن حکم برادر مروان کو عطا فرما دیا۔ اور مروان کو فدک عطا کیا،

مورخ ابو الفدا لکھتے ہیں۔

ومما نقم الناس علیہ ردۃ الحکم بن العاص طرید رسول اللہ وطرید ابی بکر وعمر ایضا واعطاہ مروان بن الحکم خمس غنائم افریقیۃ وہو خمس مائۃ الف دینار (الی ان قال) واقطع مروان بن الحکم فدک

جن باتوں نے لوگوں کو حضرت عثمان پر برانگیختہ کیا وہ یہ ہیں کہ اُنھوں نے حکم بن عاص کو بلا لیا جسے حضرت رسول اللہؐ نے مردود کر کے نکلوا دیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے زمانہ میں بھی وہ مردود رہا نیز حضرت عثمان نے مروان کو خمس غنائم افریقیہ عطا کیا جسکی آمدنی پانچ لاکھ دینار تھی اور اسی (مروان) کو فدک بھی عنایت کیا۔

بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۱۴۴

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خالصہ کے بعد فدک پھر مروان کا خالصہ قرار پایا گویا ۳۴ برسوں کے بعد یہ پھر اپنی اصلی حالت پر بظاہر آیا۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ فدک حضرت عمر بن عبد العزیز کے وقت تک خلفاء کے قبضہ میں رہا۔ بالکل خلاف واقع ہے۔ اس لئے کہ حضرت عثمان کے وقت ہی سے یہ مروان کی ملک قرار پا گیا پھر مروانی خلفاء کے سلسلہ میں عمر ابن عبد العزیز تک خلافت کی رعایت سے نہ پہونچا بلکہ وراثت کے طریقہ سے۔ اتنے تغیرات کے بعد خلفائے سابقین کی تقلید رسولؐ میں وہ گرما گرمی اور پُرجوشی جو آپنے عنوان بحث میں تحریر فرمائی ہے۔ اُنکے مابعد کے طرز عمل سے آپ کہانتک صحیح اور سچی ثابت کر سکینگے۔ اسکا جواب شبلی صاحب کے ذمہ ہے۔

اگر حقیقتاً یہ جائداد یہ املاک خالصہ رسول اللہ صلعم نہیں تھی اور بقول آپ کے وقف تھی۔ صدقہ تھی۔ یا عام مسلمین کی حقوق قرار پا چکی تھی اور بقول آپکے جناب رسولخدا صلعم بھی اسکے محاصل کو اُنھیں مصارف میں اُٹھاتے تھے تو پھر آپ کے خلفا کو باین ادعای اتباع سنت رسولؐ اسمین ذاتی تصرف و تغیر کا کون حق حاصل تھا۔

اب رہا یہ امر کہ حضرت عمر نے جائداد مدینہ۔ بقول آپکے حضرت عباسؓ و حضرت علیؑ کو دیدی۔ یا عمر بن عبد العزیز نے سادات کو واپس دیدی تو اسکو یوں سمجھئے کہ یہ وہی حقیقت تھی جو نہ کسی سے چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے

حضرت عمر بن الخطاب ہوں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز حقیقت کو جان جان کر سب چھپاتے تھے لیکن یہ اسی حقیقت کا اثر تھا کہ معاندین کی عملیات و اعترافات سے ظاہر ہو جاتی تھی۔ اور کرشمہ قدرت پتھر سے روشنی نکال کر دنیا کی غافل نگاہوں میں انوار حقیقت کی جلوہ نمائی کرا دیتا تھا۔

شبلی صاحب نے بیان بھی ذکر اہلبیتؑ سے باز رہنے کیلئے اپنی حدود رجہ کی قلبی احتیاط دکھلائی ہے لکھا ہے۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باغ فدک سادات کو دے دیا تھا۔ حاشیہ ص ۴۷۱۔)

نہیں معلوم آپ نے باغ فدک کو فدک کے خرے سمجھا ہے یا کیا۔ کہ ٹوکرہ اُٹھایا اور سادات کو لٹا دیا۔ جناب۔ وہ اراضیات تھیں جنمیں نخلستان تھے۔ جنکی کافی محاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں آتی تھی جیسے آپ خود بلال والی روایت میں بیان کر چکے ہیں۔ وہ جائداد اگرچہ عموماً سادات ہی کے مصارف کیلئے واگذاشت کی گئی تھی۔ مگر اُن میں سے کسی بزرگوار کے انتظام و اہتمام میں دیگئی ہو گی۔ آپ اپنی سنن ابی داؤد کھولکر دیکھیں جنکو فدک کی جائداد واپس دی گئی تھی وہ راس الرئیس سادات و اہلبیت طاہر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔

ردشمس کا مشہور و معروف واقعہ

فدک کے حالات کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ خیبر اور مضافات وادی القریٰ کے معاملات کو بروایتے ایک مہینے کی مدت میں باطمینان تمام ختم فرما کر موکب رسالت معاودت فرمائے سمت مدینہ ہوا۔ منزل صہبا میں پہونچکر ردشمس کا مشہور و معروف واقعہ مشاہدہ میں آیا۔

شبلی صاحب ایسے کیا تھے جو اس واقعہ کو قابل ذکر سمجھتے۔ اور اپنی کتاب میں درج فرماتے۔ حالانکہ اس مشاہدہ قدیم سے اعلام نبوت کے آثار عظیم نمایاں ہوتے تھے جو سیرت نبویؐ کے لکھنے والے کیلئے خاصکر قابل الذکر تھا لیکن چونکہ آپ نے اپنی سیرت کو تاریخ کے فلسفیانہ اصول کے مطابق لکھنے کا انداز اختیار فرمایا ہے۔ اسلئے نبوت کے تصرفات روحانیہ اور تجلیات نورانیہ کی بحث و بیان کو آغاز ہی سے قلمزد فرما دیا ہے۔

یا تو اس وجہ خاص سے اس واقعہ کو نہیں لکھا۔ یا اس ضرورت خاص سے کہ اس واقعہ سے فضیلت و منزلت علیؑ کی ایک شان خاص نمایاں ہوتی تھی جو ابتدا ہی سے آپکے ناگوار طبع ہے۔ اسکو مرفوع القلم فرما دیا واللہ علم مگر میری عرض یہ ہے کہ چاہے جس سبب سے آپنے اسکی نقل و بیان کو متروک فرمایا ہو وہ آپ جانیں لیکن اسکے ترک کر دینے سے آپ نے اپنے بڑے اُصول مقرر کردہ کو ترک کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ

آپ نے اپنے دیباچہ میں ایک جگہ نہیں متواتر اور متعدد مقامات پر لکھکر ہدایت فرمائی ہے کہ مرویات حدیث کے مقابلہ میں مرویات سیر و تاریخ قابل استناد نہیں۔ اسلئے کہ اُنکے ذریعہ اسناد ضعیف ہوتے ہیں اور

"فروتر" اس تا پہ جہاں تک تحقیق کیجاتی ہے۔ اس واقعہ کو زیادہ تر ارباب حدیث ہی نے بیان کیا ہے۔ ارباب سیر و تاریخ نے کم۔ اس لئے شبلی صاحب کو اپنے معیار و مختار مرقومہ بالا کے مطابق اس واقعہ کو ضرور قابل الذکر قرار دیکر نقل کرنا تھا لیکن افسوس ایک اظہار فضیلت علیؑ کے خوف نے آپ کے تمام اصول مقررہ کو نسیاً منسیا کرادیا۔
۵ اللہ کرے اور بھی توفیق زیادہ۔

بہرحال۔ ہم سب سے پہلے اس واقعہ قدیم و عظیم کو کتاب مشکل الآثار امام طحاوی کی اصل عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عن اسماء بنت عميس ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم صلى الظهر بالصهباء ثم ارسل عليا في حاجة فرجع وقد صلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم العصر فوضع النبي صلعم راسه في حجر علي فلم يحركه حتى غابت الشمس فقال اللهم ان عبدك عليا احتبس بنفسه على نبيك فرد عليه شرقها قالت اسماء وطلعت الشمس حتى وقعت على الجبال و على الارض ثم قام علي فتوضأ وصلى العصر ثم غابت

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام صہبا میں پہونچکر نماز ظہر ادا فرمائی اسوقت حضرت علیؑ کو ایک ضرورت کے لئے بھیجا تھا جب وہ واپس آئے آنحضرت نماز عصر پڑھ چکے تھے اور حضرت علیؑ کے آتے ہی اُنکے زانو پر سر رکھکر آرام فرمانے لگے۔ تا اینکہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب رسول اللہ صلعم بیدار ہوئے اور اُنکو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے نماز نہیں پڑھی تو دعا کی کہ الٰہی تیرے عبد خاص علیؑ نے تیرے نبیؐ کے لئے ایثار نفس کیا اُسکے لئے آفتاب کو بار دیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ ناگہاں آفتاب نکلا اور اُسکی شعاع پہاڑوں اور زمین پر ضیا افگن ہوئی اور حضرت علیؑ نے وضو کرکے نماز عصر پڑھی اسکے بعد پھر آفتاب غروب ہوگیا۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں۔

عن اسماء بنت عميس ان النبي صلعم كان يوحى اليه وراسه في حجر علي فلم يصل العصر حتى غربت الشمس فقال النبي اصليت يا علي قال لا فقال اللهم انه كان في طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس قالت اسماء فرأيتها طلعت بعد ما غربت ووقفت على الجبال والارض وذلك بالصهباء من خيبر۔

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک حضرت علیؑ کے زانو پر تھا۔ اسی حالت میں رسول مقبول پر وحی کا نزول ہوا جسکی وجہ سے حضرت علیؑ نماز عصر نہ پڑھ سکے پس جب وہ حالت نزول وحی رفع ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر پڑھی ہے انھوں نے کہا کہ نہیں پڑھ سکا آنحضرت صلعم نے مناجات کی کہ خداوندا علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا اسکے لیے

تاریخ احمدی صفحہ ۶۴ آفتاب کو بادیگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہین کہ آگمان دیکھا نیسے کہ آفتاب نکل آیا جسکی شعاعین زمین اور پہاڑون پر پڑین اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو خیبر کی راہ مین ہے۔

اس واقعہ کو صرف امام طحاوی اور قاضی عیاض ہی نے نہین لکھا ہے۔ بلکہ علامہ ابن مغازلی۔ علامہ حموینی اور موفق ابن احمد خوارزمی نے بھی یونہین لکھا ہے اور کتاب الارشاد مین یہ واقعہ حضرت اُم سلمہ۔ اسماء بنت عمیس۔ جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدری وغیرہم اکثر صحابہ کی زبانی منقول ہے۔ بلکہ صاحب کتاب الارشاد نے تو حسان بن ثابت کی زبانی یہ اشعار بھی اس واقعہ کے متعلق نقل کئے ہین۔

یاقوم من مثل علی وقد ردت علیہ الشمس من غائب
کون شخص علیؑ کے مثل ہوسکتا ہے جس کے لئے آفتاب غروب ہو کر پھر طالع ہوا

اخو رسول اللہ وصھرہ والاخ لا یعدل بالصاحب
وہ رسول اللہ کے بھائی بھی ہین اور داماد بھی بھائی کا موازنہ دوستون کے ساتھ نہین ہوسکتا

آخر مین صاحب کتاب الارشاد امام طحاوی کی اس روایت کی تصدیق مین یہ قول لکھتے ہین۔

وھذا الحدیثان اعنی شق القمر ورد الشمس ثابتان ورواتھما ثقاۃ
یہ دونون حدیثین شق القمر اور رد الشمس ثابت ہین اور اُنکے رواۃ ثقاۃ ہین۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین۔

ومن کراماتہ الباھرۃ ان الشمس ردت الیہ لما کان راس النبی صلعم فی حجرہ والوحی ینزل علیہ وعلی لم یصل العصر وغربت الشمس فلما سری الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اللھم ان علیا فی طاعتک وطاعۃ نبیک فاردد علیہ الشمس فطلعت بعد ما غربت صححہ الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہ شیخ الاسلام ابو ذرعہ وتبعہ غیرہ

جناب علیؑ مرتضیٰ کی کرامات باہرہ مین سے آفتاب کی رجعت ہے اور اسکا واقعہ یون ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اُنکی گود مین تھا اور آپ پر نزول وحی کی حالت طاری تھی۔ اور حضرت علیؑ نے نماز عصر نہین پڑھی تھی اور آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ جب آنحضرت صلعم حالت وحی سے فارغ ہوئے تو آپنے خدا سے دعا فرمائی کہ الٰہی علیؑ تیری اور تیرے نبیؐ کی طاعت مین تھا تو اُسکے لئے آفتاب کو پھیر لا۔ تو آفتاب غروب ہونیکے بعد پھر طالع ہوگیا۔ اس حدیث کو طحاوی نے صحیح بتلایا ہے اور قاضی نے شفا مین بھی نقل کیا ہے اور شیخ الاسلام ابوذرعہ نے بھی اسکو حسن لکھا ہے اور بہت لوگون نے شیخ الاسلام کی اتباع مین اسکو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھو ینابیع المودۃ فی القربیٰ مطبوعہ بمبئی ص ۱۶۴)

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب نے بھی مدارج النبوۃ میں حرفوں بالا تصریح و تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدی ص ۱۱ لکھنؤ)

محدث شیرازی۔ حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی نے روضۃ الاحباب میں بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور نقل روایت کے بعد اسکی تصدیق و توثیق کی نسبت یہ محاکمہ فرمایا ہے۔

طحاوی کہ از اکابر علمای حنفیہ است در شرح آثار خویش گفتہ رواۃ این حدیث ثقاۃ اند و از احمد بن صالح نقل کردہ اہل علم را سزاوار نیست کہ تغافل کنند از حفظ این حدیث زیرا کہ از علامات نبوت است و قاضی عیاض حصبی مالکی در شفائے خویش این سخن از طحاوی نقل کردہ و شیخ ابو سعید گازرونی کہ از علمائے شافعیہ است نیز در منتقی خود آوردہ لیکن ذہبی در کتاب میزان الاعتدال تضعیف این حدیث نمودہ۔ بنا بر آنکہ بعضے از اہل حدیث عمارہ بن مطر راوی را کہ یکے از رواۃ این حدیث است تضعیف کردہ اند بنا بر آنکہ مرویست از ابوہریرہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود لم ترد الشمس الا علی یوشع بن نون

این فقیر حقیر عفی عنہ گوید عمارہ بن مطر را بعضے دیگر از اہل حدیث توثیق کردہ اند و بعضے وصف حفظ او کردہ اند۔ چنانچہ از کلام ذہبی نیز معلوم مے شود۔ پس ضعف او در آن مرتبہ نباشد کہ موجب رد حدیث او مطلقاً گردد۔ با آنکہ ائمہ مذکورین ایراد آن در کتاب خویش کردہ اند و اما حدیث ابوہریرہ احتمال دارد کہ مراد حضرت از ان این باشد کہ از جملہ انبیای ما تقدم برای غیر یوشع علیہ السلام آفتاب رد و گشتہ یا مراد آن حضرت از این قبل از واقعہ رد شمس بحضرت علی بودہ باشد (مطبوعہ لکھنؤ ج ۲ ص ۹۵)

طحاوی نے کہ اکابر علمائے حنفیہ میں سے ہیں اپنی کتاب شرح آثار میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور احمد بن صالح کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمام علما کو یہ حدیث خاص طور پر یاد کر لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ حدیث علامات نبوت میں داخل ہے اور قاضی عیاض حصبی مالکی اپنی کتاب شفا میں طحاوی کے یہ تمام اقوال لکھتے ہیں اور تضعیف نہیں کرتے اور شیخ ابوسعید گازرونی نے بھی جو علمائے شافعیہ میں ہیں۔ اس حدیث کو اپنی کتاب منتقی میں لکھا ہے۔ لیکن ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے اس وجہ سے کہ اس روایت کے ایک راوی عمارہ بن مطر رہاوی کو بعض علمائے حدیث نے ضعیف لکھا ہے اور نیز اس وجہ سے کہ ابوہریرہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ رجعت شمس کسی کے لئے سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے واقع نہیں ہوئی (فقیر حقیر محدث شیرازی) خدا اس کو معاف کرے کہتا ہے کہ عمارہ بن مطر کی بعض دوسرے ارباب حدیث نے توثیق بھی کی ہے اور بعض نے اس کو وصف حفظ حدیث کے ساتھ موصوف بتلایا ہے۔ جیسا کہ ذہبی کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ضعف اس درجہ کا

نہین ہے کہ اوس سے روایت نہ لیجائے - حالانکہ اوسکی مرویات مذکورہ بالا کو ائمان حدیث نے اپنی کتابون مین نقل کیا ہے - اب رہی ابوہریرہ کی حدیث - اوسمین یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہو کہ مخصوص طبقہ انبیا مین سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے اور کسی کے لئے رجعت شمس نہین ہوئی - یا آپنے یہ حدیث اس مشاہدہ کے وقوع سے پہلے بیان فرمائی ہو -

عمرۃ الصلح (سنہ ۷ ہجری)

صلح حدیبیہ کے شرائط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ حج نہ بجالائین سال آیندہ ادائے حج فرمائین -

چونکہ صلح کو سال بھر ہوچکا تھا اس لئے آپنے ادائے حج عمرہ کا قصد فرمایا اور حکم دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے موقع پر شریک تھے سب کے سب مناسک عمرہ بجالائین حکم کی دیر تھی - تمام لوگ آپ رسالت کے ہمرکاب تھے مدینہ کے انتظام حضرت ابوذر غفاریؓ کو سپرد ہوئے اور ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۷ ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کیطرف روانگی ہوئی ناجیہ اسلمی کو قربانی کے اونٹ جو شمار مین ساٹھ تھے یا ستر اور یا سو داری کے جانور سواری کے گھوڑے محمد بن مسلمہ کی محافظت مین اور اسلحہ جات وغیرہ بشر بن سعد کی سپردگی مین ایک روز قبل روانہ فرمادئے گئے - کم و بیش چھ سو مہاجر و انصار کی جمعیت آنحضرت صلعم کے ہمراہ روانہ ہوئی - منزل ذوالحلیفہ مین پہونچکر احرام باندھا گیا - اور وہین سے سلمانون کا یہ قافلہ لبیک لبیک کہتا ہوا آگے بڑھا -

خدا کے خالص بندون اور عقیدتمندون کی قلبی مسرت وجذبات کی کوئی حد نہ تھی قلب پر نور رسالت بھی ان محسوسات سے خالی نہین تھا - فیضان قدرت کے مشاہد پیش نظر تھے - جس آبائی مسکن و وطن سے ہجرت فرمانیکی مجبوری ہوئی تھی - اور جس شہر و مقام کیطرف ظاہری وقت کی شدت مخالفت کی وجہ سے معاودت ومراجعت فرمانا تو کیا - صرف قصد و ارادہ کرنا بھی خطرہ سے خالی نہین تھا - اوسی مقام اور اوسی شہر خاص مین آپ اسوقت بخوف وہراس اور بلا تامل وسواس اس شوکت واہتمام اور اطمینان و آرام سے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ تشریف لیجارہے ہین - آج النصر مفتاح الظفر (صبر کامیابی کی کنجی ہے) کا قدیم اور مشہور مقولہ اسی مبارک سفر پر پورے طور سے صادق آتا ہے - جسکی ایک ایک منزل گویا ایک ایک قدم اسلام کی فتح عظیم کا نقش کالحجر تھا -

قریش سے ملاقات نہ ہوئی

محمد بن مسلمہ کے ہمراہی جب منزل مرالظہران مین پہونچے - تو وہان کچھ قریش کے چند لوگ ملے - اونھون نے محمد بن مسلمہ کے ساتھ یہ سامان دیکھکر دریافت کیا اور حقیقت حال معلوم کرکے سیل بیابان کی طرح دوڑے اور قریش کو خبر کردی - مشرکین مین اب جان تو باقی نہین تھی - جو کچھ تھی وہ جہالت کی

اپنی تان کتھی۔ سب کے سب سطوت اسلام سے مرعوب ہو کر پہاڑون پر چلے گئے لیکن خلاف شرط معاہدہ۔ اسلحہ جات کا ہمراہ لانا سُنکر اونھون نے مکرز بن حفص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بغرض استفسار بھیجا۔ مکرز بن حفص راستہ پر کھڑا ہو گیا جب موکب رسالت اودھر سے گذرا تو مکرز نے حاضر ہو کر عرض کی ہتیارون کا لانا خلاف شرط ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمام شرائط معاہدہ پر ثابت قدم ہین۔ اور انشاءاللہ سرمو اوس سے تجاوز نہ کرینگے ہم نے ہتیار صرف راستہ کی محافظت کے خیال سے ہمراہ لیے ہین ان مین سے ایک حربہ بھی مکہ مین نہین جائیگا اور شہر سے منزل دو منزل آگے چھوڑ دیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مکرز بن حفص نے واپس آ کر قریش سے حضرت کا جواب کہدیا۔ وہ بھی سُنکر مطمئن ہو گئے۔

بطن یاجج مین سب اسلحات چھوڑ دیے گئے۔ اور دو سو مسلمانون کا دستہ اونکی حفاظت پر مقرر کر دیا گیا۔ اور قربانی کے اونٹ مقام ذی طوی مین بھیجدیے گئے۔ صرف ایک ایک تلوار وہ بھی نیام کے اندر حمائل کر کے مہاجر و انصار کا قافلہ جناب رسول اللہ صلعم کے ہمراہ آگے بڑھا۔ مقام حجون مین پہونچ کر آپ اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر لبیک گویان مکہ میں بکمال شوکت و جلال داخل مکہ ہوئے۔ عبداللہ بن رواحہ ناقہ کی مہار تھامے تھے اور یہ اشعار پڑہتے جاتے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	الیوم نضربکم علی تنزیلہ	مکہ مین موکب رسالت کا داخلہ
کافرو سامنے سے ہٹ جاؤ	آج جو تمنے اوترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کرینگے	
ضربا یزیل الہام عن مقیلہ	ویذہل الخلیل عن خلیلہ	
وہ وار جو سر کو خوابگاہ سے الگ کر دے	اور دوست کے دل سے دوست کا دل بُھلا دے	
یارب انی مومن بقیلہ	انی رایت الحق فی قبولہ	
خدایا ہم تحویل حکم قبلہ پر ایمان لائے ہین	اور قول رسول کو ہم حق تسلیم کر چکے ہین	

ان اشعار پڑہنے سے حضرت عمر کی ممانعت

امام قسطلانی لکھتے ہین کہ حضرت عمر نے عبداللہ بن رواحہ کو اس رجز کے پڑہنے سے منع کرنا چاہا یہ کہکر کہ خدمت رسول مین اشعار پڑہنا مناسب نہین ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُن لیا۔ ارشاد فرمایا۔ اے عمر مین خود سُنتا ہون۔ یہ ارشاد سُنکر حضرت عمر چپ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو حکم دیا کہ یہ اشعار پڑہو۔

لاالہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ

خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہین ہے اوسی نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اُسکے لشکر کو عزت دی

وھزم الاحزاب وحدہ اور اوسی کی وحدت نے جماعت کفار کو مار بھگایا۔ (زرقانی ص ۲۹۱ جلد ۲)

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ہمراہیوں کے ساتھ باطمینان و آرام تمام مناسکات حج ادا فرمائے۔

سنت رمل

مکہ والے مدینہ والوں کو عموماً کمزور اور ضعیف سمجھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ تمام مہاجرین کو بھی مدینہ کی بود و باش کی وجہ سے لاغر و ناتوان یقین کرنے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اونکے ان توہمات کی اصلاح کے خیال سے تمام مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین شوطوں (گشت) میں وہ اکڑتے ہوئے چلیں کہ تنگدل مخالفین کو اونکی کشادہ ہمتی کے مشاہدے ہو جائیں۔ عربی میں اس طریق سے چلنے کو رمل کہتے ہیں مسلمانوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بقول شبلی صاحب آجتک یہ سنت باقی ہے۔

کفار اس منظر کو کیا ٹھنڈے دل سے دیکھ سکتے تھے کبھی نہیں۔ وہ دل ہی دل میں اس فتح عظیم اسلام اور تکمیل بشارت حضرت خیر الانام علیہ وآلہ السلام کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ لیکن کر ہی کیا سکتے تھے۔ معاہدہ میں پکی شرط کر چکے تھے۔ اقرار سے انکار۔ اعتراف سے انحراف ممکن نہیں تھا۔ خون کے گھونٹ پی پی کر رہ گئے۔ تیسرا دن ہی تمام ہوا چند عمائد قریش حضرت علی مرتضیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ ایام شرط پورے ہو گئے۔ آپ آنحضرت صلعم سے کہدیں کہ شہر خالی کر دیں اور شرط معاہدہ کے موافق مدینہ واپس جائیں۔ حضرت علیؑ نے اونکا پیام خدمت رسالت میں پہونچایا۔ آپ نے اوسی وقت مراجعت کا قصد کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ بدعہدی اسلام کا شعار نہیں ہے۔

امامہ بنت حضرت حمزہ علیہ السلام

مکہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہؑ کی صغیر السن صاحبزادی جنکا نام امامہ تھا اور وہ اب تک مکہ ہی میں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چچا چچا کہتی ہوئی دوڑتی آئیں۔ اور عرض کرنے لگیں ہمیں بھی ساتھ لیتے چلیے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرط محبت سے گود میں اوٹھا لیا۔ اور بروایت قسطلانی و زرقانی۔ جناب سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی محمل کے پاس لا کر بچی کو اونکے سپرد فرما دیا۔ جب مدینہ میں پہونچے تو آنحضرت صلعم کی خدمت میں امامہ کی ولایت و کفالت کے تین برابر کے دعویدار حاضر ہوئے۔ ان میں ایک زید بن حارثہ تھے۔ دوسرے جعفر ابن ابیطالب۔ تیسرے علی ابن ابیطالب۔ زید کا دعوی تھا کہ عقد مواخاۃ کے رو سے حضرت حمزہ ہمارے بھائی تھے۔ چنانچہ شہادت کے وقت وہ مجھی کو اپنا وصی قرار دے چکے ہیں۔ اس بنا پر امامہ کی ولایت کا مجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ہو سکتا۔ حضرت جعفرؑ کا بیان تھا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے۔ لہذا مجھ سے بڑھکر نہ اس کا کوئی ولی ہو سکتا ہے اور نہ قریب تر خیر خواہ۔ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ آپ سب حضرات تو بیشک موجود تھے۔ لیکن یہ بچی سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے میری گود میں چلی آئی۔ گویا اس کے نزدیک مجھ سے بڑھکر کوئی اور اس کا ولی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اس وقت تک میرے پاس ہے۔ اس سے زیادہ اثبات استحقاق اور کیا ہوگا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوے سن کر امامہ بنت حضرت حمزہ کو

اسماء بنت عمیس کی گود میں دیدیا کہ وہ حقیقی خالہ تھین۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔ اسماء اوسوقت حضرت جعفر کے نکاح مین تھین (زرقانی از ص ۱۹۹۔ ۲۰۱)

عمر عاص اور خالد بن ولید کا اسلام

زرقانی اور روضۃ الاحباب مین ان دونون حضرات کے اسلام لانیکی کیفیت خود انکی زبانی یون مرقوم ہے۔

عمر عاص یون بیان کرتے ہین کہ غزوہ خندق کی شکست کے بعد سے مجھے یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کے امور ضرور بلند ہوتے جاینگے اور آپ اب کسی قوم وقبیلہ کی طاقت سے مغلوب نہین ہونگے۔ یہ سوچکر مین نے اپنے احباب سے مشورت کی۔ اور اون سے اپنی یہ تجویز بیان کی کہ مناسب یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائین۔ اور طرفین کے امور کا انتظار کرین۔ اگر ہماری قوم غالب ہوجائے تو ہم باطمینان تمام مکہ واپس آئین۔ اور اگر مسلمان غالب آئین تو ہم وہین پناہ گزین ہوجائین۔ میرے احباب نے میری تجویز کو بہت پسند کیا اور مین نجاشی بادشاہ حبشہ کے لئے بہت سے نفیس اور گرانبہا تحفے لیکر نجاشی کے پاس پہونچا۔ میرے پہونچنے سے پہلے عمر بن امیہ الضمیری نامہ رسالت لیکر نجاشی کے پاس پہونچ چکے تھے۔ اور بادشاہ نے بڑے اعزاز واکرام سے نامہ مقدس لے کر اون کو اپنا مہمان کیا تھا۔ مین نے نجاشی سے خلوت مین ملاقات کرکے کہا کہ عمر بن امیہ کو مجھے حوالہ کردیجیے کہ مین اوسے قتل کرڈالون اوس کے قتل کردینے سے قریش مین میری آبرو رہجائے گی۔ اور عزت بڑھ جائیگی۔ یہ سنکر نجاشی نے مارے غیرت کے اپنے موبنہ پر طمانچہ ماردیا اور کہا یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ مین کسی شخص کے ایلچی کو دشمن کے ہاتھ مین قتل کردینے کے لئے دیدون اور اپنے اباؤ اجداد پر یہ ننگ وعار قائم کرلون۔ اور پھر کس مقدس بزرگ کا ایلچی اور فرستادہ جس پر ناموس اکبر (جبرئیل) کا نزول ہوتا ہے۔ مین نے کہا۔ اے بادشاہ۔ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور آپ بھی اس پر اعتقاد رکھتے ہین۔ نجاشی بولا۔ حقیقۃ ہے۔ عمر عاص۔ تم قریب رہکر اسکو نہین جانتے مین تمہین آگاہ کئے دیتا ہون کہ وہ شخص نبی برحق ہے۔ اوسکی اطاعت اختیار کرو۔ اوسکی باتون کو سنو اور مانو۔ اور جان لو کہ اوس پر کوئی غالب نہین آسکتا۔ بلکہ وہی اپنے سب مخالفین پر غالب ہوکر رہیگا جیسا کہ موسیٰ۔ فرعون اور اوسکی تمام قوم پر غالب آئے۔ یہ سنکر مین نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور اسکے حبش سے واپس آیا۔

یہان تک لکھکر زرقانی بطور مطایبہ لکھتے ہین۔

و فی اسلام عمرو عاص علی ید النجاشی لطیفۃ	نجاشی کے ہاتھ پر عمر عاص کے مسلمان ہونے مین ایک خاص لطیفہ
هو صحابی اسلم علی ید تابعی ولا یعرف مثلہ	وہ یہ کہ صحابی تابعی کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے اور اس واقعہ
ص ۲۰۱ مصر	کی کوئی اور مثال مجھے معلوم نہین ہے۔ (مصر ص ۲۰۶)

عمرو عاص اپنی کیفیت آگے یون بیان کرتے ہین ۔

مین حبش سے لوٹ کر مکہ آیا اور اپنے مذہب اسلام کو تمام احباب سے چھپایا ۔ اور مدینہ کے قصد سے روانہ ہوا ۔ راستہ مین خالد ابن ولید ملے ۔ پوچھا کہان جاتے ہو ۔ بولے ۔ مدینہ جاتے ہین ۔ اسلیے کہ خدا کی قسم اب مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہین ۔ اب مجھپر صراط مستقیم ہویدا اور آشکارا ہو گئی ۔ اور اب مین رکنے کا نہین ۔ جاؤنگا اور اون پر ایمان لاؤنگا ۔ مین نے کہا سبحان اللہ ۔ مین بھی تو اسی قصد سے جاتا ہون غرضکہ ہم اور خالد دونون مدینہ پہونچکر خدمت رسالت مین حاضر ہوے اور شرف اسلام سے مشرف ہوے ۔ زرقانی ص ۷ ، ۳ ، روضۃ الاحباب ص ۴۰۳

اسلام خالد بن ولید

خالد بن ولید اپنے ایمان لانیکی کیفیت یون بیان کرتے ہین ۔

واقعہ حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز خوف پڑھ رہے تھے مین کمین گاہ مین تھا ۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر مین نے اپنے ہمراہی دستہ فوج کے ساتھ حملہ کرکے آپ کا دین خاتمہ کردینا چاہا ۔ مگر مین کامیاب نہو سکا اور آپ پر دسترس نہ پا سکا ۔ اسی وقت سے مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ئے برحق آپ کا نگہبان ہے اور آپ ضرور ہماری قوم پر غالب آئینگے ۔ اسکے بعد معاملات فیما بین مصالحت سے طے پا گئے ۔ اسکے ساتھ ہی مجھے یقین ہو گیا کہ قوم قریش مین نہ اب کوئی جاہ و قوت باقی ہے نہ شان و شوکت بہتر ہے کہ ہجرت وطن اختیار کرکے کسی اور ملک مین نکل جاؤن نجاشی کے پاس مجھے منظور نہین ۔ اسلیے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے ۔ اس سے بہتر ہے کہ ہرقل رومی کے پاس چلا جاؤن اور یہودی یا نصرانی ہو جاؤن ۔ لیکن پھر اس ارادے کو بھی فسخ کر دیا ۔

مین اسی حالت مین تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مین بغرض ادا ے عمرہ آمد آمد مشہور ہوئی مجھے اسکے سننے کی تاب نہ آئی ۔ مین عمداً مکہ سے باہر چلا گیا ۔ آپ تشریف لا کر مکہ مین تین دن تک مقیم رہے ۔ اسی اثنا مین میرا بھائی ولید بن ولید مشرف باسلام ہو گیا ۔ آنحضرت صلعم نے اُس سے میری نسبت دریافت کیا ۔ بھائی نے حقیقت عرض کر دی جب آپ تشریف لیگئے تو بھائی نے مجھے خط مین لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم تمہین پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خالد ایسا شخص نہین ہے کہ اُس سے اسلام کی حقیقت ابھی تک چھپی ہو ۔ اگر وہ مسلمان ہو کر مہاجرین و انصار کے ساتھ ہو کر جوہر شجاعت دکھلاے تو اُسکے لیے ہر طرح بہتر ہوگا ۔ مین تو خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہو گیا ۔ تعجب ہے کہ تم ابتک مسلمان نہین ہوے ۔

خالد کا بیان ہے کہ بھائی کا یہ خط پاکر مین کمال مسرور ہوا اور مکہ مین واپس آکر مدینہ جانے کا سامان کرنے لگا اور عثمان بن طلحہ عبدری کو جو میرا قدیم رفیق تھا اپنے ساتھ لیکر مدینہ روانہ ہو گیا جب منزل سدی پر پہونچا تو عمرو عاص سے ملاقات ہوئی باہم دونون مین اظہار خیالات ہوے اور یہان سے ہم تینون ملکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوے مدینہ

پہونچکر ہلوگون نے غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ خدمت نبویؐ مین حاضر ہوئے۔ جمال مبارک کو دیکھتے ہی عرض کی
السلام علیک یا رسول اللہ و اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ آپ نے متبسم ہو کر ارشاد فرمایا۔
الحمد للہ الذی ھدٰک الی الاسلام   اوس خدا کا شکر ہے جس نے تجھکو اسلام کی طرف ہدایت فرمائی

غزوۂ موتہ

(آغاز سال سنہ ۸ ہجری)

علاقہ شام مین شہر بلقاء سے پورب کی طرف ایک مقام کا نام موتہ ہے۔ جہان کی تلوارین عرب مین بہت مشہور تھین اسکے ثبوت مین عرب کے قدیم شاعر کثیر کا یہ مصرعہ موجود ہے۔

صوارم یجلوھا بموتۃ صیقل   وہ تلوارین جنکو موتہ مین صیقل گر جلا دیتا ہے۔

جلد دوم مین ارسال نامجات کے باب مین بیان ہو چکا ہے کہ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین ملکی و امراء و روسائے قبائل کے نام خط لکھے تھے۔ انھین مین شرحبیل بن عمر کے نام بھی نامہ رسالت حارث بن عمیر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ شرحبیل علاقہ حوران کا حکمران تھا۔ شہر بصرہ اسکا دارالحکومت تھا شرحبیل قیصر کا باجگزار اور زیر اقتدار رہتا تھا شرحبیل نے نامہ رسالت کے ساتھ بے ادبی کی اور عمیر کے ساتھ یہ بیداد کی کہ انکو فوراً قتل کر ڈالا۔

جناب رسولخدا صلعم نے ان کے خون ناحق کے قصاص و معاوضہ کی غرض خاص سے تین ہزار فوج طیار کی اور زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور تمام اکابر صحابہ کو سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے انکی ماتحتی مین روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمادی کہ اگر زید شہید ہو جائین تو حضرت جعفر بن ابیطالب امیر لشکر ہون۔ وہ بھی فائز بشہادت ہون تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر بنائے جائین۔

زید بن الحارثہ۔ آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ حالانکہ آزاد ہو چکے تھے اور مساوات اسلامی و صحبت نبوی کے فیوض سے ہر طرح ممدوح تھے لیکن تاہم بقول شبلی صاحب۔

حضرت جعفر طیار حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب خاص تھے عبداللہ ابن رواحہ معزز انصاری اور مشہور شاعر تھے۔ اس بنا پر لوگون کو تعجب ہوا کہ جعفر و عبداللہ کے ہوتے زید کو افسر کرنا کس بنا پر ہے۔ چنانچہ لوگون مین چرچے ہوئے۔ لیکن اسلام جس مساوات عام کے قائم کرنے کے لیے آیا تھا اس کے لیے اسی قسم کا ایثار درکار تھا۔ اسامہ کی مہم مین جسمین تمام مہاجرین کو شرکت کا حکم ہوا تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو فوج کا افسر مقرر کیا تھا اسوقت بھی لوگون مین چرچے ہوے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا تو خطبہ دیا اور فرمایا کہ تملوگون نے انکے باپ کی افسری پر بھی اعتراض کیا تھا حالانکہ یقیناً وہ افسری کے قابل تھے۔ چنانچہ صحیح البخاری باب المغازی مین بتفصیل یہ واقعہ مذکور ہے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول صـ ۳۷۱

بہر حال لشکر اسلام آراستہ ہوکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع کے مقام تک بالنفس النفیس لشکر اسلامی کی مشایعت فرمائی۔ اور شام کی طرف انکو رخصت فرماکر واپس آئے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے سواے قصاص حارث کے اسلام کی اور کوئی غرض نہین تھی لیکن چونکہ تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان اسکے ہر جزوی اور کلی امور مین داخل تھی اس لیے لشکر کو رخصت کرتے وقت امراء لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر نافذ فرماے گئے۔

امراء لشکر کو خاص احکام

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کرلین تو پھر مقابلہ و مقاتلہ کی مطلق ضرورت باقی نہین۔ (۲) اخوت اسلامی و محبت انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اوس مقام پر ضرور جانا جہان حارث ابن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے۔

شرحبیل کے جاسوس تمام لگے ہوے تھے لشکر اسلام کی منزل منزل کی خبر برابر پہونچاتے رہتے تھے لشکر اسلامی کی شوکت و سطوت نے شرحبیل کو اسقدر مرعوب بنا دیا تھا کہ بالآخر وہ قلعہ بند ہوگیا اور اس نے ہرقل رومی (قیصر) سے مدد مانگی۔ قیصر بیشمار فوج لیکر چلا۔ اور مقام مآب مین جو اضلاع جابلقا مین واقع ہے مقیم ہوا۔

زید بن حارثہ کو بھی غنیم کی خبر برابر ملتی رہتی تھی۔ مخالف کی طیاری اور کثرت تعداد معلوم کرکے زید نے دربار رسالت مین خبر دینا اور حکم ثانی تک انتظار کرنا چاہا لیکن عبداللہ بن رواحہ نے انکی تجویز سے اختلاف کرکے کہا کہ ہمارا مقصود نہ ملک گیری ہے اور نہ عیسائیون پر فتحیابی بلکہ قصاص حارث کی کوششون مین شرف شہادت سے بہرہ اندوزی ہمارا نصب العین ہے اور وہ ہمکو ہر وقت حاصل ہوسکتی ہے عبداللہ کی اس پُرجوشانہ اور مردانہ صلاح سے سب نے اتفاق کیا۔ اور اسلام کا یہ لشکر قلیل آگے بڑھا۔

غنیم سے مقابلہ زید کی شہادت

غنیم بھی اپنا ٹڈی دل لشکر عظیم لیے بڑھتا ہوا چلا آیا۔ اور شہر موتہ کے میدان مین طرفین کی فوجین مقابلہ پر طیار ہوگئین۔ غنیم اپنی ایک لاکھ فوج طیار لیکر اسلام کی مٹھی بھر جمعیت پر حملہ آور ہُوا۔ پہلے ہی حملہ مین زید بن حارثہ زخم سنان سے مجروح شہید ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

حضرت جعفر کی شہادت

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق۔ زید کی شہادت کے بعد

حضرت جعفرؓ علم لیکر آگے بڑھے۔ اور اظہار شجاعت میں مبارزان عرب کے قدیم دستور کے مطابق میدان میں پہونچتے ہی اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ گویا یہ اپنی ثابت قدمی کا ثبوت تھا کہ کوئی ذریعہ فرار بظاہر باقی نہ رہے اسکے بعد پیدل ہوکر غنیم سے دیر تک بڑی جگرداری اور پاداری کے ساتھ لڑتے رہے کسی کا ہاتھ انکے سیدھے ہاتھ پر پڑ گیا اور پورا پڑ گیا۔ فوراً ہاتھ کٹ کر زمین پر آ رہا حضرت جعفرؓ بکمال استقلال علم کو بائیں ہاتھ کی بغل میں دابکر لڑتے رہے اس اثنا میں بائیں ہاتھ پر بھی ویسی ہی ضرب پڑی اور وہ ہاتھ بھی شانہ سے جدا ہوگیا پھر غنیم نے انکو بے قابو پاکر ہتیاروں سے چور چور کر دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا چشم دید بیان لکھا ہے کہ میں نے اس روز جعفرؓ کی لاش کو دیکھا تو تلواروں اور برچھیوں کے نوے ۹۰ زخم لگے تھے لیکن سب کے سب سامنے کے جانب تھے۔ پشت نے یہ داغ نہیں اوٹھایا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ص ۳۷۱ ۔

عبداللہ بن رواحہ کی شہادت

حضرت جعفرؓ کے شہید ہو جانے کے بعد حسب الحکم رسالت عبداللہ بن رواحۃ الانصاری علم فوج لیکر آگے بڑھے ہے۔ روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن رواحہ نے طلب شہادت کے شوق میں تین روز کے نذر کے رکھے تھے۔ اور اس روز روزے پورے ہو چکے تھے۔ گویا یہ روز عید اور یوم افطار تھا دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا ہی چاہتے تھے۔ کہ میدان جنگ سے حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر آئی۔ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ اب جعفرؓ کے بعد نعمت دنیا سے لذت پذیر ہونا بیکار ہے۔ بھائی سامنے کھڑے تھے۔ ہر چند اونھوں نے کھانا کھا لینے کے لیے اصرار کیا لیکن یہ ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوے اور میدان جنگ میں آکر مشغول حرب و ضرب ہوئے اس اثنا میں انکی انگلی میں ضرب آئی اور وہ تیغ زنی میں حارج ہونے لگی عبداللہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑے اور مجروح انگلی کو پاؤں کے نیچے دابکر مقام جراحت سے فوراً جدا کر دیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوکر باستقلال تمام لڑتے رہے۔ شہادت میں جیوں جیوں دیر ہوتی تھی یہ اپنے دل میں کہتے جاتے تھے۔ کہ اگر میری روح اہل و عیال کے تعلقات کی وجہ سے جدا ہونا نہیں چاہتی تو میں نے اسی وقت بی بی کو طلاق دی اور بچوں سے افتراق اختیار کیا۔ اگر غلاموں کی محبت سے دنیا چھوڑی نہیں جاتی تو میں نے ان سب کو اسی وقت فی سبیل اللہ آزاد کر دیا اور اگر دولت و ملکیت کے سبب سے میری اجل نہیں آتی تو میں نے اپنی تمام دولت و ملکیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نذر کر دی۔ روضۃ الاحباب ص ۴۰۸ ۔

شہادت کا یہ خالص طلب گار، اسلام کا سچا جان نثار، دیر تک بکمال شجاعت و دلیری مصروف کارزار رہا بالآخر اپنی تمنا و آرزو کے موافق شاہد شہادت سے ہمکنار ہوا۔

خالد کی امارت غیر منصوص

چونکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر کردہ امیرانِ لشکر سب کے سب شہید ہو چکے تھے اس لیے ثابت ابن اقرم نے عبد اللہ بن رواحہ کے بعد علم فوج تو لے لیا لیکن لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگ جلد ایک امیر مقرر کر لیں ورنہ مخالف ہماری بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر ہم پر غالب آ جائے گا۔ لوگوں نے کہا ہم تمہیں کو امیر بناتے ہیں۔ ثابت نے کہا مجھ میں اسکی صلاحیت ہی نہیں۔ تب لوگوں نے خالد بن ولید کو جلدی سے علمدار فوج بنا کر بھیجا اور ثابت نے علم فوج اُنکے حوالے کر دیا۔ چنانچہ زرقانی جلد دوم میں ہے۔

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید　　پھر خالد ابن ولید نے علم لیا۔ وہ امیر مقرر شدہ نہیں تھے۔

ولم یکن من الامراء و هو امیر نفسه۔ ص ۳۱۷　　بلکہ انھوں نے اپنے جی سے امارت قبول کر لی تھی۔

تینوں امراء کے یکے بعد دیگرے شہید ہو جانیکے باعث لشکر اسلامی میں انتشار پیدا ہو گیا تھا اور ہر شخص فرار کرنے پر طیار ہو گیا تھا خالد نے میدان جنگ کا رنگ بے رنگ دیکھکر اکھڑی ہوئی فوج کو جما لینا چاہا اور قطبہ بن عامر نے جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہیں مبارزان اسلام کو بہت متنبہ کیا اور کہا کہ تم لوگوں کے ارادے کے خلاف میں تو گریز پائی کے شرم و عار اختیار کرنے سے میدان جنگ میں تمھارا پارہ پارہ ہو کر دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جانا کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔ خدا کی قسم میرے لیے تیغ و سنان کے زخم اہل مدینہ کی طعن زبان سے زیادہ خوشگوار ہیں جو گھر بھاگ کر مجھکو اور تمکو سننے پڑینگے۔

اس کلام و کلام میں شام ہو گئی۔ اور رات کی وجہ سے جانبین لڑائی موقوف کر کے اپنے اپنے فرودگاہ پر واپس گئے۔ اہل اسلام کی شجاعت و دلیری کا پردہ رہ گیا۔ خالد بن ولید کو فوج کی بیدلی کا اصلی سبب انکی قلت معلوم ہوئی۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ مخالف کی کثرت کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد کچھ بھی نہیں تھی۔ خالد اس اصلی راز کو سمجھ گئے۔ دوسرے دن صبح کو انھوں نے ایک خاص حیلہ سے کام لیا۔ فوج اسلامی کی قلیل تعداد کو معرکہ آرائی کے اصول پر مقدمہ ساقہ میمنہ اور میسرہ میں تقسیم کر کے غنیم کی نگاہ میں تھوڑی تعداد کو بہت دکھلایا۔ اس تدبیر کا یہ اثر ہوا کہ عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ مسلمانوں کی امدادی فوج آ گئی اس لیے روز گذشتہ کی ایسی ہمت اُن میں نہیں رہی۔ اور مسلمانوں کی فوج بھی خالد کی ماتحتی میں بڑی جگر داری سے لڑی خالد کا بیان ہے کہ اس روز یکے بعد دیگرے نو تلواریں میرے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں۔

یہ سب کچھ تو ہوا لیکن اسکا علاج کیا تھا کہ باوجود اسکے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کی جمعیت کثیر کو مقتول کیا۔ لیکن اونکی کثرت اتنی تھی کہ اونکی طرف کمی افراد ذرا بھی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ بخلاف انکے۔ اگرچہ مسلمان بہت کم شہید ہوئے تھے لیکن قلت تعداد کی وجہ سے اُن میں صاف صاف کمی ظاہر ہوتی تھی۔ ان امور پر

نظر کرکے خالد بن ولید نے عام مجاہدان اسلام کی دستصواب اسکے سے دشمنوں کے محاصرے سے فوج کا نکال لیجانا اور بخیر و خوبی باقیماندہ لوگوں کو واپس لیجانا مصلحت سمجھا شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت خالد سردار فوج تھے۔ نہایت بہادری سے لڑے۔ صحیح بخاری میں ہو کہ آٹھ تلواریں انکے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑیں لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ۔ بڑی کامیابی یہی تھی کہ فوجوں کو دشمن کی زد سے بچا لائے۔ جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی اور اہل شہر انکی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے اُن کے چہروں پر خاک پھینکتے تھے۔ کہ او فرارید تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔ سیرۃ النبی صـ ۳۷۲ جلد ۲۔

تھی تو حقیقت میں شکست لیکن خالد بن ولید کے مؤیدین نے اسکو اسلام کی فتح بتلایا ہے اور زمانہ حال کے محققین معتدلانہ طریقہ سے اسکو اسلام کی . . . . شاندار واپسی لکھتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہو لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا۔

حضرت جعفر (ذوالجناحین) طیّار کی شہادت پر آنحضرتؐ کا ملال۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ شہیدان معرکہ میں سب سے زیادہ حضرت جعفر کی مفارقت کا صدمہ آپ کو ہوا جب آپ کو خالد کی مراجعت کی خبر معلوم ہوئی تو آپ سوار ہوکر مدینہ سے نکلے بہت سے لڑکے اور اہل شہر آپکے ہمراہ ہوئے جب لشکر اسلامی قریب آگیا تو بہت بھیڑ ہوگئی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

عن عروۃ قال لمّا دنوا من المدینۃ تلقاھم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علے دابّۃ و المسلمون والصّبیات یشتدون فقال خذوا الصّبیان فاحملوھم واعطونی ابن جعفر فاتی بعبد اللہ فحملہ بین یدیہ۔ زرقانی ج صفحہ ۳۱۹۔ ابن ہشام ص ۱۲۱/۲

عروہ سے مروی ہے کہ جب خالد لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ سواری پر تھے اور کثرت سے مسلمان اور انکے لڑکے ہمراہ تھے آپنے فرمایا کہ بچوں کو سواریوں پر اٹھالو اور جعفر کے بیٹے کو مجھے دیدو چنانچہ لوگوں نے عبد اللہ بن جعفر کو اٹھاکر آپکی سواری پر دیدیا اور آپنے انکو لیکر اپنی گود میں اٹھا لیا

ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ زرقانی اور محدث شیرازی متفق اللفظ بیان کرتے ہیں۔

اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر کہتی ہیں کہ جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آپ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد سے اٹھکر میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے پوچھنے لگے جعفر کے لڑکے کہاں ہیں۔ میں لڑکوں کو لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوئی (اسوقت تک مجھے اس حادثہ کی خبر نہیں ہوئی تھی) آپنے بیقرار ہوکر بچوں کو گود میں اٹھالیا۔ پیار کیا۔ اُن کے گیسوؤں کو سونگھا۔ اور آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری ہوگئے۔ یہ عالم

دیکھکر مجھے جعفرؓ کی طرف سے دھڑکا ہوا۔ اور مین مضطرب ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگی کہ کیا جعفرؓ کی خبر آئی ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ ہان۔ اسماء وہ شہید ہوئے۔ یہ سنکر مین بیخود ہوگئی اور نالہ و فریاد کرنے لگی۔ اور زنان محلہ بھی میری آہ و زاری سنکر میرے پاس بغرض تعزیت جمع ہوگئین۔ آنحضرت صلعم نے بکمال دلجوئی مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے اسماء نالہ و فریاد نکرو۔ کلمات ناشائستہ زبان سے نہ نکالو۔ سر و سینہ نہ پیٹو۔

رسول کی طرف سے جعفرؑ کے گھر مین ارسال طعام تعزیت

یہ فرماکر آپ باچشم گریان وہان سے اُٹھے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر مین آئے۔ اونکو بھی واعماہ (ہائے چچا) کہہ کہکر روتے دیکھا ارشاد ہوا۔

علی مثل جعفر فلتبك الباكية (جعفر کی مثل اب کون اور ہوگا جسکے لئے رونیوالیان روئینگی)

یہ فرماکر آپنے ارشاد کیا فاطمہؑ۔ اولاد جعفرؓ کے لیے طعام تعزیت طیار کرو۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایسے بیحال ہو رہے ہین کہ خورد و نوش کا ہوش نہین رکھتے۔

زرقانی۔ زبیر بن بکار کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن جعفر کی زبانی لکھتے ہین۔

فعمدت سلمى مولاة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى شعير فطحنته ثم آدمته بزيت وجعلت عليه فلفلا قال عبد الله فاكلت منه وحبسني صلى الله عليه وآله وسلم مع اخوتي في بيته ثلاثة ايام۔

سلمی۔ خادمہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کا آٹا گوندھا۔ اوسکو خمیر کیا۔ پھر روغن زیتون ملاکر روٹیان پکائین اور اوس پر باقلہ کی پھلیان رکھکر لے آئین۔ اور ہم نے اوس مین سے کھایا۔ عبد اللہ بن جعفرؓ کہتے ہین کہ اسی طرح جناب رسالتمآب صلعم نے ہلوگون کو تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ زرقانی جلد دوم صفحہ ۳۱۹ مصر

زرقانی۔ طبرانی قسطلانی۔ امام احمد بن حنبل و امام نسائی کی سند صحیح کے حوالے سے لکھتے ہین۔

عن عبد الله ابن جعفر ثم امهل صلى الله عليه وآله وسلم آل جعفر ثلاثا ثم اتاهم فقال لا تبكوا على اخي بعد اليوم ثم قال ائتوني ببني اخي فجيئ بنا كانا افرخ فدعا الحلاق فحلق رؤسنا ثم قال اما محمد فشبيه عمنا ابي طالب واما عبد الله فشبيه خلقي وخلقي ثم دعا لهم۔ (زرقانی صفحہ ۳۱۶ جلد ۲ مصر)

عبد اللہ بن جعفر سے منقول ہو کہ حضرت جعفرؑ کی اولاد کو جناب رسولخدا صلعم نے تین روز تک اپنے گھر مین رکھا۔ پھر اونکو پاس بلاکر کہا کہ آج سے اب اپنے بھائی کے لیے نہ رونا۔ پھر آپنے فرمایا میرے بھتیجون کو میرے پاس لاؤ جب ہم آپکی خدمت مین لائے گئے تو آپ بکمال شفقت و دلجوئی ہم لوگون کو باہر لائے۔ حجام کو بلوایا اور ہماری حجامت بنوائی پھر میرے بھائی محمدؑ کی طرف دیکھکر لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا محمدؑ تو میرے چچا ابی طالبؑ سے مشابہ ہے اور عبد اللہ باعتبار ترکیب جسم و توصیف خلق مجھسے مشابہ ہے۔ یہ فرماکر آپنے ہمارے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جعفرؑ کے واقعہ میں اونکے اہل وعیال کی گریہ وزاری کی نسبت منع گریہ کی بھی حدیثیں آئی ہیں چنانچہ
زرقانی حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہیں۔

فجاء رجل فقال ان نساء جعفر وذكر
بكاءهن فامره صلعم ان ينهاهن فذهب ثم
اتى فقال قد نهيتهن وذكر انهن لم يطعنه
فامر ايضا فذهب ثم اتى فقال والله لقد غلبننا
قال فاحث في افواههن من التراب قالت عائشة
فقلت ارغم الله انفك فوالله ما انت تفعل
وما تركت رسول الله من العناء وعند ابن اسحق
قالت عائشة وعرفت انه لا يقدر ان يحثو
في افواههن التراب قالت ربما
ضر به التكلف
اهـ
(ص ۳۱۶ مصر)

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم محزون وملول بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا کہ جعفرؑ کی عورتیں شیون شین
اور بین کر رہی ہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ انھیں منع کر دو۔ وہ شخص گیا اور
لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے انھیں منع کیا وہ نہیں مانتیں پھر آپنے
وہی فرمایا۔ اور پھر وہ شخص گیا اور پھر ویسے ہی کہنے لگا کہ وہ اپنے شیون
وشین اور بین موقوف نہیں کرتیں اور میرا کہنا نہیں مانتیں آپنے فرمایا کہ
انکے منہ میں خاک جھونک دو۔ یہ سنکر میں نے (حضرت عائشہ نے) اس شخص سے
کہا کہ خدا تیری ناک لے۔ تو ایسا نہ کرنا اور جناب رسولخدا صلعم نے اپنا حزن
وملال نہیں ترک فرمایا تھا۔ اور ابن اسحاق نے اپنی روایت میں حضرت
عائشہ کا یہ قول لکھا ہے کہ میں آپکے کہنے پر جانتی تھی کہ وہ شخص
کبھی ان لوگوں کے منہ میں خاک جھونکنے پر قادر نہیں ہوسکتا
اس لئے کہ اس حرکت سے آپکے اہلبیت کو تکلیف پہونچے گی۔

اس روایت سے محدثین کے ایک گروہ خاص نے منع گریہ وبکا کے معنی لیے ہیں " اول تو اس حدیث کی صحت کا
حال معلوم نہیں۔ اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے جزع وفزع کے بجائے صبر ورضا اور سکون وسکوت کی تعلیم وہدایت مقصود
ہے نہ امتناع وحرمت۔ چنانچہ محدث شیرازی اس حدیث کے لکھنے کے بعد روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں۔

تنبیہ از ضمن خبر جعفرؑ وگریہ وحزن وملال رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بوت او معلوم میشود کہ شخصے در مصیبت بمجرد بکا وحزن
از دائرہ صابران وراضیان بقضاء حق تعالی بیرون نمیرود
مادام کہ دل مطمئن بود براں زیرا کہ آن حال اثریست
از آثار رحمت ورقتے کہ خداوند تعالی در دل بندہ مومن
ایجاد فرمودہ بلکہ توان گفت کہ شخصے اگر از مصیبت متاثر
گردد ومعالجہ بر نفس خویشتن بصبر ورضا کند رتبہ وے ارفع

جعفر کی شہادت کی مرویات اور انکی شہادت پر آنحضرت صلعم کی حزن
وملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت میں
گریہ وبکا کرنیکی وجہ سے صابروں اور راہ الٰہی کے رضامندوں کے
دائرہ سے باہر نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اوسکا قلب رضائے الٰہی
سے مطمئن ہے۔ کیونکہ مصیبت میں یہ حالت (گریہ وبکا)
اون رحمت ورقت کے آثار میں سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے
جو خدائے تعالی کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے دل میں ودیعت فرمائی

خواهد بود از کسے که باک ندارد از وقوع مصیبت و نجزع نگردد از آنکه زیرا که آن علامت از قساوت قلب است

گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس شخص پر مصیبت پڑے اور وہ اپنے دردِ دل کا علاج صبر و رضا سے کرے تو اوس کا مرتبہ اوس شخص سے جو مصیبت سے دردمند نہیں ہوتا اور رقتِ قلب سے گریہ نہیں کرتا۔ زیادہ بلند ہوگا۔ کیونکہ مصیبت میں دردمند ہونا اور گریہ و بکا نہ کرنا قساوتِ قلبی کی علامت ہے۔

اس بحث میں زرقانی نے بھی ابن حجر کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے۔ وھو ھذا۔

قال الحافظ اي لما جعل الله فيه الرحمة ولا ينافي ذلك الرضا بالقضاء ويؤخذ منه ان الانسان اذا اصيب بمصيبة فحزن لا يخرجه عن كونه صابرا راضيا اذا كان قلبه مطمئنا بل قد يقال ان من كان ينزعج بالمصيبة ويعالج نفسه على الصبر والرضا ارفع رتبة ممن لا يبالي بوقوع المصيبة اصلا اشار الى ذلك الطبري واطال في تقريره۔

صفحہ ۳۱۶

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس (گریہ و بکا) میں خدا نے اپنی رحمت ودیعت فرمائی ہے اور یہ امر راضی بقضائے الٰہی ہونیکا منافی نہیں ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اظہار حزن و ملال کرتا ہے اور اس عمل سے تاوقتیکہ اوس کا قلب مصیبت میں مطمئن ہے۔ دائرہ راضین و صابرین سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب نہیں ہو جاتا ہے اور اپنے دل دردمند کا علاج صبر و سکوت سے کرتا ہے اوس کا مرتبہ اوس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب ہو جاتا ہے۔ اسی قول کی طرف علامہ طبری نے بھی اشارہ کیا ہے اور اوس پر ایک طویل بحث کی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے۔ اور مرتبۂ اصطفاء پر فائز۔ اس بناء پر آپ نے بکمال استقلال بھائی کے واقعہ پر رضائے الٰہی پر صابر رہ کر صبر و سکوت اختیار فرمایا۔ لیکن رقتِ قلب و رحمدلی کے لحاظ سے جو عین ودیعت الٰہی بتلائی گئی ہے چشم پرنم فرمالی۔ لیکن حضرت جعفرؓ کے عیال تو معصوم نہیں تھے اور نہ محفوظ تھے۔ اس بنا پر عام فطرت انسانی کے موافق اونھوں نے اپنے سرپرست اور ولی النعم کی مفارقت میں جزع و فزع کی۔ تو بقول طبری۔ ابن حجر۔ زرقانی اور محدث شیرازی اس سے امتناع بکا کیونکر ثابت ہوئی۔

جعفر ذوالجناحین

طبرانی سالم ابن ابی الجعد کی زبانی لکھتے ہیں۔

قال رای صلی الله عليه وآله وسلم جعفرا ملكا ذا جناحين۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؑ کو ملائکہ کی شکل میں دو پروں کے ساتھ دیکھا۔ زرقانی ۳۱۶

زرقانی میں ہے کہ ابن سعد نے بھی اس کو ابوہریرہ کی سند سے لکھا ہے۔ اسکے بعد زرقانی لکھتے ہیں:۔

كان ابن عمر اذا سلم على عبد الله بن جعفر قال السلام عليك يا ابن ذو الجناحين كما في الصحيح ص ۳۱۶

(عبداللہ ابن عمر عبداللہ بن جعفرؓ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ سلام ہو تم پر اے دو پر والے کے بیٹے جیسا کہ صحیح میں وارد ہوا ہے۔

جعفر طیار

پھر اوسی کتاب میں ہے:۔

باسناد حسن حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ کی زبانی طبرانی میں مرقوم ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان جعفراً يطير مع جبريل وميكائيل له جناحان عوضه الله من يديه ـ

فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے کہ جعفرؓ جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ خداوند عالم نے اونکو اونکے ہاتھوں کے عوض میں دو پر عنایت کئے ہیں۔

ایضاً۔ عبداللہ بن جعفرؓ کی زبانی منقول ہے۔

قال قال لي رسول الله صلعم هنيئاً لك ابوك يطير مع الملائكة في السماء

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ تمکو مبارک ہو۔ تمہارے باپ ملائکہ آسمان کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔

حضرت کی فضیلت اور آپکا سن شریف

اس مرتبہ عالی کی خصوصیت سے جناب جعفرؓ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے اور انھیں خصائص علیہ کی بنا پر صحیح ترمذی اور صحیح نسائی میں حضرت ابوہریرہ کا یہ قول مذکور ہے۔

انه افضل الناس بعد المصطفى

جعفرؓ بعد رسول مقبول افضل الناس بزرگ ہیں۔

بخاری صاحب نے بھی اپنی صحیح میں یہی قول لکھا ہے۔ مگر تھوڑی ترمیم کے ساتھ۔ اسلئے کہ آپکے نزدیک افضل الناس کوئی اور بزرگ تھے چنانچہ لکھتے ہیں۔

كان جعفر خير الناس للمساكين

جعفر مساکین کے لئے سب آدمیوں سے اچھے تھے۔ زرقانی ص ۲۱۷

حضرت جعفرؓ کا سن مبارک وقت شہادت ۴۱ برس کا بتلایا گیا ہے۔ اقوال مختلفہ میں امام عبدالبر نے اسی کو صحیح بتلایا ہے۔ زید بن حارثہ۔ حضرت جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ انصاری۔ یہ تینوں شہدا ایک ہی قبر میں مدفون کر دیئے گئے۔ رضوان اللہ علیہم۔

فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

انا فتحنا لك فتحا مبينا وكان حقا علينا نصر المؤمنين

اے پیغمبر۔ ہم نے تم کو فتح مبین عطا فرمائی مومنین کی حمایت کرنا تو ہمارا حق ہے

منتظم قدرت اور مہتمم مشیت نے سلسلۂ ابراہیمی اور خانوادۂ اسماعیلی میں اس متمم رسالت کو جن منشا و مدعائے خاص کے لئے مبعوث فرمایا تھا اون میں بیت اللہ کعبہ کی جہالت وضلالت کی ظلمت اور فسق وکفر کی غلاظت سے صفائی بھی تھی۔

مصلائے ابراہیمی کو ایک زمانہ بیشمار کے بعد بت پرستی کے قبیح خانہ سے تکبیر و تہلیل کا تسبیح خانہ بنا دینا اوسکی رسالت کے خاص فرائض مین داخل تھا۔

بحکم اتیٰ امر اللہ فلا تستعجلوہ خدا کا حکم آنیوالا ہے۔ لوگ کیون جلدی کرتے ہین۔ وہ مدعائے قدرت اکیس ۲۱ برسون کے بعد آج اس حسن و خوبی سے جلوہ آرا ہوا کہ خیرہ ماند در آن دیدہ اولی الابصار۔ پیغمبر اسلام علیہ آلہ السلام نے کفار قریش کے بیشمار مصائب و مظالم اوٹھا کر بالتدریج تبلیغ دین۔ تعلیم اخلاق اور تاسیس ملک و قوم کے فرائض جس خموشی۔ آہستگی اور صلح جوئی سے ادا فرمائے تھے وہ اپنی آپ نظیر تھے اور شہنشاہ رسالت کے محاسن تدبیر۔ ہجرت کے بعد بھی آٹھ برس تک مشرکین قریش ۳۰۰ میل کی مسافت طے کرکے سلطان رسالت پر برابر جارحانہ حملے کرتے رہے اور جنگ احد سے لیکر جنگ خندق کے آخر معرکہ تک انہدام اسلام اور قتل و خون جناب سید الانام علیہ السلام کی مسلسل کوششین کرتے رہے لیکن کسی ایک مین بھی کامیاب نہ ہوئے۔ بالآخر مجبور ہوکر حدیبیہ مین صلح کی۔ اور محض عارضی طور پر شرائط صلح پر قائم رہے۔ اتنا ضرور ہوا کہ اس صلح کے دوسرے سال متمنیان اسلام سات برسون کی لگاتار محرومی کے بعد زیارت مسجد الحرام سے فائز المرام ہوئے لیکن کفار قریش اپنی کج فطرتی سے مجبور تھے۔ شرارت نفسی اونکو چین سے بیٹھنے نہین دیتی تھی۔ اس لئے پورے دو سال بھی صلح پر قائم نہ رہ سکے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ادائے حج عمرہ کے گزشتہ موقع پر وہ اہل اسلام کی موجودہ جمعیت اور شان و شوکت کو ٹھنڈی آنکھون سے نہ دیکھ سکے۔ دل ہی دل مین جل بھنکر خاک ہوگئے۔ حجاج کی واپسی پر فتنہ و فساد کی پھر آگ بھڑکا دی تفصیل یہ ہے،

صلح حدیبیہ کے شرائط مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہوگا جس سے چاہین معاہدہ کرین مشرکین سے یا مسلمین سے۔ اس بنا پر قبیلۂ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معاہدہ کرکے اسلام کے زیر حمایت آگئے تھے۔ اور بنو بکر قریش کے ہمعہد بنکر اون کے شریک بن گئے۔ یہ دونون قبیلے قدیم الایام سے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ظہور اسلام کے وقت سے آپس کے کشت و خون کا سلسلہ اسلئے منقطع کردیا گیا تھا کہ تمام عرب کی متحدہ قوت سے اسلام کا انہدام مقصود تھا مگر خدا کی شان عرب کی تمام متفقہ قوت مٹھی بھر مسلمانون سے سر نہ ہوسکی۔ اور بالآخر اونھین کے قدمون پر سر تسلیم خم کرنیلگی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

حدیبیہ کی صلح نے امن و امان کا اعلان کرکے تمام جنگجو قبائل و عشائر کو گھر بٹھلا دیا تھا۔ صورت تو خاموش لیکن فطرت اور سیرت تو خاموش رہنے والی نہین تھی۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ سے قتل و قصاص کی قدیم داستان پھر شروع کردی اور ایکبارگی بنو خزاعہ پر ٹوٹ پڑے۔ قریش مکہ نے بڑے بزدلانہ اور نامردانہ طریقہ سے بنو بکر کی حمایت کی کیونکہ وہ اونکے ہم عہد تھے لیکن اونکو اپنی حمایت کے ساتھ اسلام کی مخالفت کا بھی خوف لگا تھا کیونکہ اول تو بنو خزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے۔

اونکی حمایت و اعانت کا ڈر تھا۔ دوسرے یہ کہ صلحنامہ مین شرط تھی کہ قبائل عرب کے خاص معاملات مین جانبین کو مداخلت کا حق نہ ہوگا۔ اس بنا پر بخوف اسلام اپنی حمایت کو ظاہر کرنا بھی نہین چاہتے تھے۔ بالآخر مونھہ پر نقابین ڈالکر اور تبدیل لباس کرکے قریب قریب تمام عمائد و اکابر قریش بنی بکر کے قبیلہ کی طرف سے جنگ مین شریک ہوئے۔ جن مین خصوصیت کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان ابن امیّہ۔ سہیل ابن عمر۔ حویطب ابن عبد العزیٰ۔ اور مکرز بن حفص وغیرہم کے نام تمام سیر و تاریخ کی کتابون مین لکھے ہین۔

پہلے تو بنو بکر اور اونکے شرکا دجنگ نے بقول محدث شیرازی (روضۃ الاحباب ص ۱۴۱۶) بنو خزاعہ پر شبخون مارا صبح کو اونکے چشمہ آب پر جسکو وتیر کہتے تھے۔ فیما بین جنگ عظیم واقع ہوئی۔ بنو خزاعہ محض بے یار و مددگار تھے۔ اور بنو بکر کثیر التعداد اس لئے دم کے دم مین بنو بکر نے بنو خزاعہ کے بیس آدمی میدان جنگ مین گرادئیے۔ بنو خزاعہ قلت اعوان و انصار کی مجبوری سے تاب مقاومت نہ لائے۔ بنو بکر نے تعاقب کرکے بنو خزاعہ کے آدمیونکو یہان تک قتل کیا کہ بالآخر وہ حرم محترم مین آکر پناہ گزین ہوئے۔ اور نوفل بن معاویہ دُئلی سے جو بنو بکر کا سردار تھا گڑگڑاکر کہنے لگے۔

یا نوفل قد دخلنا حرم الٰهك فقال　　اے نوفل۔ خدا کیواسطے اب تو ہم تیرے خدا کے حرم مین چلے آئے

کلمۃ عظیمۃ انه لا الٰه له الیوم　طبری ص ۱۶۲۰　نوفل نے کہا یہ کلمہ عظیم تو ضرور ہے لیکن آج میرے لئے خدا نہین ہے۔

آخر کار بدیل بن ورقاء خزاعی نے بیچ مین پڑکر کسی نہ کسی طرح ان غریبونکی جان بچائی اور بقیۃ السیف مرد عورت اور بچون کو اپنے گھر لے گئے (روضۃ الاحباب ص ۱۴۱۶)

بارگاہ رسالت مین بنو خزاعہ کے فریادی

بنو خزاعہ کے چالیس مظلوم استغاثہ لیکر مدینہ پہونچے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم مسجد مین تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک طرف سے کئی لوگون کی ملکر یہ آواز گوش زد ہوئی۔

لاهمّ انی شاهد محمدا　　حلف ابینا وابیه الاتلدا

کوئی پروا نہین، ہم محمد صلعم کو وہ معاہدہ یاد دلا ئینگے　　جو ہمارے اونکے قدیم خاندان مین ہوا ہے

والدا کنا وکنت ولدا　　ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا

اس عہد پر ہم پیدا ہوئے ہین اور اسی پر ہماری اولاد بھی قائم رہے گی　　ہم اسکے بعد اسلام بھی لائے اور اب اس سے دستبردار نہین ہو سکتے

ان قریشا خلفوك الموعدا　　ونقضوا میثاقك المؤكدا

قریش نے آپکے معاہدے کے خلاف کیا　　اور آپ کے عہد تاکیدی کو توڑ ڈالا

هم بیتونا بالوتیر هجدا　　فقتلونا رکعا وسجدا

مخالف ہمارے گھر پر چڑھ دوڑ آئے　　اور ہم کو کھڑے بیٹھے قتل کر ڈالا

رسول اللہ نصراً اعتدا | وادع عباد اللہ یاتوا مدداً (طبری ۱۶۲۱)

اے پیغمبر خدا ہماری اعانت کر | اور خدا کے بندوں کو بلا۔ سب مدد کو حاضر ہونگے۔ روضۃ الاحباب ۴۱۷

دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بنو خزاعہ کے چالیس فریادی ہیں۔ بنو بکر کے مظالم کی فریاد لائے ہیں۔ یہ سنکر جناب رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ملال ہوا۔ مظلومین بنو خزاعہ کو بلوایا۔ وہ آئے تو بکمال اخلاق واشفاق پاس بٹھلایا۔ حالات پوچھے۔ غریبوں نے اپنی مصیبت کی کہانی اپنی ہی زبانی کہہ سنائی۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔

فرمود۔ حسبک یا عمرو (عمرو ابن سالم متکلم خزاعہ) و برخاست و رداے مبارک در زمین می کشید و می گفت نصرت داده نشوم اگر نصرت ندہم (بنو خزاعہ ہیں) بنی کعب را و بالشان باز گردید بدیار خویش بعون اللہ تعالےٰ۔ | آپ نے سنکر فرمایا۔ اے عمرو بن سالم بس کرو۔ یہ کہکر آپ زیادہ سننے کی تاب نہ لاکر اُٹھ کھڑے ہوئے اس حالت سے کہ ردائے مبارک زمین پر کھنچتی جاتی تھی اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر میں بنو خزاعہ میں بنی کعب کی مدد نہ کروں تو (خدا کی طرف سے) میری مدد نہ کیجائے یہ کہکر آپ نے اونلوگوں سے کہا کہ تم لوگ بعون وحفاظت الٰہی اپنے گھروں کو واپس جاؤ صفحہ ۴۱۷

قریش کے مظالم ہرگز التوا وتاخیر کے قابل نہیں تھے۔ لیکن رحمت عالمؐ نے خاص رعایت کے ساتھ تامل فرمایا مگر بقول شبلی صاحب۔ اوسی وقت قریش کے پاس قاصد بھیجا۔ اور تین شرطیں پیش کیں کہ انہیں سے کوئی منظور کیجائے (۱) مقتولین کا خونبہا دیدیا جائے (۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے علیحدہ ہو جائیں (۳) اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

ابوسفیان کی ناکامیاب سفارت

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ قریش میں اب نہ ہمت رہی تھی۔ نہ جان۔ جہالت کی شان البتہ باقی تھی اور غرور ونخوت کی تان۔ دربار نبوت کے موجودہ اعلان کو سنکر سب کے حواس باختہ ہوگئے۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اب کسی سے کچھ کئے دھرے بن نہیں پڑتا تھا! لاآخر اسلام ہی کے قدموں پر گر کر صلحنامہ حدیبیہ کی توسیع میعاد کرالینے کی تجویز ٹہرائی۔ تجویز بالاتفاق منظور ہو چکی تو پھر یہ سوال پیش ہوا کہ اسکی تعمیل کے لئے جائے کون؟ کیونکہ قریب قریب سب خلاف معاہدہ۔ بنو بکر کے طرفدار۔ حامی ومددگار بنو خزاعہ کی قتل وغارت میں شریک ہو چکے تھے۔ بالآخر سب نے ابوسفیان کے بھیجے جانے پر اتفاق کیا اس لئے کہ وہ اتفاق سے معرکہ بنو خزاعہ میں حاضر نہیں تھے۔ چنانچہ شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

قریش نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کرالائیں۔ ابوسفیان نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی۔ بارگاہ رسالت سے کچھ جواب نہ ملا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکر وعمر کو بیچ میں ڈالنا چاہا۔ لیکن سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا۔ ہر طرف سے مجبور ہو کر جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے

پاس آیا۔ امام حسن علیہ السلام پانچ برس کے بچے تھے۔ ابوسفیان نے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہدے کہ میں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا۔ تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائیگا۔ جناب سیدہ نے فرمایا بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل۔ بالآخر ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد نبوی میں جاکر اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ سیرۃ النبی ص ۴۷۴

اس عبارت میں دو امور کا انکشاف نہایت ضروری ہے۔ جن میں سے ایک امر کا تو شبلی صاحب نے ذکر ہی نہیں کیا حالانکہ تمام حدیث و تاریخ کے ماخذوں میں موجود ہے۔ دوسرے امر کو مبہم و مشتبہ چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ اونھیں ماخذوں میں اوسکی تصریح و توضیح بھی موجود ہے۔ بہرحال۔ وہ جانیں اور اونکا انداز تحریر۔

پہلا امر جو مدینہ میں سفارت ابوسفیان کے متعلق قلم زد فرما دیا گیا ہے وہ ام المومنین ام حبیبہ کی احتیاط اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ثبوت کامل ہے۔ جو اونھوں نے اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ اونکی آمد مدینہ کے موقع پر پیش کیا۔ ایسا مشہور و متواتر واقعہ جسکو تاریخ و سیرت کے تمام مولفین و مصنفین نے ابوسفیان کی سفارت کے متعلق سب سے پہلے لکھا ہے۔ نہیں معلوم شبلی صاحب نے کس مصلحت سے۔ مرفوع القلم فرما دیا۔ شاید اموی خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مورث اعلےٰ کا حفظ مراتب منظور ہو۔ کیونکہ آپ کو اس سلسلہ سے ہیروز آف اسلام (Heroes of Islam) میں انتخاب کی ضرورت پیش آنیوالی تھی۔

بہرحال ہم اسکو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

فدخل على بنته ام حبيبة فذهب ليجلس على فراش رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فطوته عنه قال يا بنية ما ادري رغبت بي عن هذا الفراش ام رغبت به عني قال بل هو فراش رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وانت رجل مشرك نجس ولم احب ان تجلس على فراشه صلى الله عليه وآله وسلم قال والله لقد اصابك يا بنية بعدي شر فقالت بل هداني الله تعالى للاسلام فانت يا ابت سيد قريش و كبيرها كيف يسقط عنك الدخول في الاسلام وانت تعبد حجرا لا يسمع ولا يبصر فقام من عندها جلد دوم ص ۳۲۷ مصر

ابوسفیان مدینہ پہونچے تو پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ہاں گئے اور چاہا کہ بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھیں تو ام حبیبہ نے جھپٹ کر اوس بستر کو اولٹ دیا۔ ابوسفیان بولے بیٹی۔ کیا تو نے میری وجہ سے بستر کو اولٹ دیا۔ ام حبیبہ نے کہا ہاں۔ اسلئے کہ تم مشرک ہو اور مشرک نجس ہوتے ہیں۔ اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ تم فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھو۔ ابوسفیان بولے کہ تم مجھ سے جدا ہوکر شر میں مبتلا ہوگئیں ام حبیبہ نے کہا نہیں۔ بلکہ خدائے سبحانہ نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت فرمائی۔ اے باپ تعجب ہے کہ تم سرداران قریش اور اکابر قریش میں شمار ہوتے ہو اور ابتک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور پتھروں کو پوجا کرتے ہو۔ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ یہ سنکر ابوسفیان وہاں سے اوٹھ آئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۱۱ مصر طبری ص ۱۶۲۳ ج ۳

دوسرا امر جو مبہم رہگیا ہے اور اس لئے تنقیح طلب ہے وہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی اس تحریر سے کہ ابوسفیان نے حضرت علیؑ کے ایما سے مسجد میں اعلان کردیا معلوم ہوتا ہے کہ بخلاف رضائے رسول و دیگر صحابہ مسلمین گویا حضرت علیؑ ہی نے ابوسفیان کو اس امر کی ترغیب جرأت دلائی - حالانکہ واقعیت اور حقیقت حال دونوں اسکے خلاف ہے - تاریخی مشاہد صاف صاف تبلا رہے ہیں کہ آپ نے اوسکی استدعا کے خلاف اوسکی سفارش اور مداخلت فی الامر کے کرنے سے قطعی انکار کردیا - پھر ابوسفیان کی شدید منت وسماجت پر آپ نے یہ صورت تبلائی - مگر اوسی وقت یہ بھی فرمادیا کہ مجھے امید نہیں ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول کرینگے لیکن اب تم کرہی کیا سکتے ہو - کیونکہ سوائے اسکے تمھارے لئے کوئی چارہ ہی نہیں ہے - اس سے حضرت علیؑ کی مشورت - رضا یا ایما کیسے ثابت ہوا -

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا اتنا فرما دینا بھی یا تو اسکے جلد دفع کردینے کی ضرورت سے تھا جو دیر سے سر کھائے جاتا تھا اور بیکار باتوں میں آپ کا وقت عزیز ضائع کررہا تھا - یا اون کریمانہ اخلاق واشفاق کا مقتضائے خاص تھا - جو اہلبیت علیہم السّلام کی فطرت صالحہ کے ساتھ خاص طور پر ودیعت فرمائے گئے تھے - اور جن کا اجرا و اظہار دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ کیا - اپنے قاتلوں کے ساتھ بھی ہمیشہ رفق و مدارا مختلف صورتوں میں مرتے دم تک کیا جاتا تھا جسکی معرفت شبلی صاحب کو مشکل سے ہوسکتی ہے -

اب میرے بیان کو زرقانی کے مفصلۂ ذیل مضامین عبارت سے ملا لیا جاوے -

ثم دخل علیؑ وعنده فاطمةؑ وحسنؑ غلام یدب بین یدیها فقال یا علی انك امسّ القوم لی رحما وانی جئت فی حاجة فلا ارجع کما جئت خائبا فاشفع لی فقال علی ویحك یا ابا سفیان والله لقد عزم صلی الله علیه وآله وسلم علی امر ما نستطیع ان نکلمه فیه -

جلد دوم صفحہ ۳۳۷ مصر

ابوسفیان پھر حضرت علی مرتضی کی خدمت میں آیا - اوسوقت جناب سیدہ پاس بیٹھی تھیں اور جناب امام حسن علیہ السّلام بچے تھے وہ آپکی گود میں تھے - اور وہ عرض کرنے لگا کہ آپ ہماری قوم میں باعتبار صلہ رحم کے مجھ سے قریب ہیں میں اسوقت ایک حاجت لیکر آیا ہوں اور اوس حاجت کو ناکام ہوکر آپکی طرف رجوع کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم سے میری سفارش فرمادیجئے - آپ نے کہا وائے ہو تجھ پر اے ابوسفیان خدا کی قسم - جب آنحضرت صلعم کسی امر کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو پھر کسی کو ادنی کلمہ وکلام کی گنجائش نہیں رہتی -

تب ابوسفیان نے کہا -

یا ابا حسن انی ارى الامر قد اشتدت علی فانصحنی قال والله ما اعلم شیئا یغنی عنك

اے ابوالحسنؑ - میں دیکھتا ہوں کہ میرے معاملات دشوار تر ہوگئے آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں - آپ نے فرمایا - خدا کی قسم میں کوئی ایسی شے

ولکنک سید بنی کنانۃ فاقم فاجر
بین الناس ثم الحق بارضک قال وتری
ذلک مغنیا عنی شیئا قال لا واللہ
ما اظنہ ولکن لا اجد غیر ذلک۔
ص ۳۳۸

نہیں جانتا جس سے تیرا اطمینان ہو جائے مگر تو قریش کا سردار ہے
اپنی طرف سے لوگوں میں اعلان صلح کرکے چلا جا۔ ابو سفیان بولا کیا
اس سے مجھے اطمینان کر لینا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ مجھے تو
اس سے یقین نہیں ہے کہ تجھے اس سے اطمینان کر لینا چاہیئے۔
مگر تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ تیرے لئے تو سوائے اسکے دوسرا چارہ ہی نہیں۔

زرقانی کی عبارت مندرجہ بالا پڑھکر ہر عقل سلیم اور دماغ صحیح رکھنے والا شخص سمجھ لیگا کہ اس کلام و گفتگو سے ایما و اجازت کہاں ثابت ہوتی ہے۔ صورت حال تو بتلا رہی ہے کہ ابو سفیان کے اول ہی سوال میں انکار قطعی کر دیا گیا کیونکہ اوسکے خود غرضانہ بار بار کے اصرار اور پھر لجاجتیانہ درخواست استفسار پر اول تو اوسکے دفعیہ کے خیال سے۔ دوسرے اس عادت سے کہ کسی سائل کے سوال کا رد کرنا آپکے خلاف اخلاق تھا۔ اوسکو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی التجا پیش کرکے چلا جائے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا اختیار ہے۔ چاہے قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ یہ بتلا کر بھی فوراً ارشاد ہوتا ہے کہ یقین نہیں کہ یہ شرکت بھی دربار رسالت میں تیرے لئے مفید کار ثابت ہو۔

تعجب ہے کہ ایسی صاف اور بے لوث رائے بتلا دینے کے بعد بھی شبلی صاحب اسکو حضرت علیؑ کا خاص ایما تحریر فرماتے ہیں۔ ایسے ہی مقام پر کہنا پڑتا ہے ۔ع۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔ ہم اونکو بتلائے دیتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کی تصدیق کہ اس پر بھی مجھے یقین نہیں کہ تو کامیاب ہو۔ کفار قریش نے بھی کر دی۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔

ابو سفیان نے مکہ میں جاکر یہ واقعہ بیان کیا تو سب نے کہا یہ تو نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں نہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جاوے۔ ص ۳۶۵

بہر حال ابو سفیان نے مسجد رسول میں جاکر باواز بلند اعلان کر دیا کہ ہم نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ ابو سفیان کی یہ آواز صدائے صحرا سے زیادہ نہیں تھی اوسکی طرف کسی نے اعتنا بھی نہیں کی ابو سفیان مکہ واپس گیا۔

حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کا افشاء راز کرنا اور معفو ہونا

ابو سفیان کے چلے جانیکے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کا قصد فرمایا۔ ہم معاہد قبائل کو طلبی کے خطوط لکھے گئے۔ سامان سفر درست ہونے لگے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت خاص کی بنا پر اپنے اس عزم کو عام شہرت سے مخفی رکھے جانیکا حکم دیا مگر بقول لیکہ ع۔ عرفی از دست خویشتن نالہ۔ ایک سیدھے سادھے صحابی نے محض نیک نیتی سے اسکا افشاء فرما دیا چنانچہ شبلی صاحب اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

حاطب ابن ابی بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ اونھوں نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوگئی۔ حضرت علیؑ کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائیں۔ خط آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہوا تو تمام لوگوں کو حاطب کے افشاء راز پر حیرت ہوئی حضرت عمر بیتاب ہوگئے۔ اور عرض کی حکم ہو تو انکی گردن اڑا دوں۔ لیکن جبین رحمت پر شکن نہیں تھی۔ ارشاد ہوا عمر تمکو کیا معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کرکے کہدیا ہو کہ تم سے کچھ مواخذہ نہیں ہے۔

شبلی صاحب کی دست تحقیق اور ہمت و توفیق اتنا ہی بیان کر سکی۔ وہ خط کیا تھا۔ اوسکے کیا مضمون تھے۔ کون قاصد تھا۔ کیسے گرفتار ہوا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل کے لئے جو وجہ آپ کو سد راہ ہوئی وہ صرف حضرت علیؑ کی خدمتوں کی تصریح تھی جن کے اظہار سے بمقابلہ دیگر صحابہ حضرت علیؑ کی منہ سے تصدیق رسالت اور معرفت نبوت ثابت ہوتی ہے جب یہ خلیج حائل تھی تو پھر اسکی تفصیل پر آپکا قدم ہی اوٹھ سکتا تھا اور نہ قلم اگرچہ کہا جاسکے کہ یہ تفصیل ضرورت زائد تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمر کی بیتابانہ درخواست قتل حاطب بھی تو اوسی زوائد کے شمار میں تھی۔ اوسکا خواہ مخواہ اظہار کیوں کیا گیا۔ حالانکہ آپکے اس اظہار سے حضرت عمر کے قول و رائے کی زبان رسالت سے تصدیق و تائید تو ہوئی نہیں بلکہ تردید و تکذیب ثابت ہوئی۔ اس طرح کہ جس صحابی کو یہ اپنے قیاس و وہم میں واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ وہ زبان رسالت سے معفو عند اللہ بتلایا گیا۔ افسوس۔ یہی حضرت عمر کی اصابت رائے ہے جسکی نسبت آجتک شبلی صاحب اور اونکے ہم طریق حضرات کا اعتقاد ہے کہ نعوذ باللہ انکی رائے کے مطابق وحی الٰہی کا نزول ہوتا تھا۔

بہرحال اب اس واقعہ کی تفصیلی حقیقت۔ ابن ہشام۔ طبری۔ مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارتوں میں ملاحظہ ہو۔

عن عروۃ بن الزبیر قال لما اجمع رسول اللہ المسیر الی مکۃ کتب حاطب بن ابی بلتعۃ کتابا الی قریش یخبرھم بالذی اجمع علیہ رسول اللہ من الامر فی المسیر الیھم ثم اعطاہ یزعم محمد بن جعفر انھا مزینۃ وزعم غیرہ انھا سارۃ مولاۃ لبعض بنو عبد المطلب وجعل لھا جعلا علی ان تبلغہ قریشا فجعلتہ فی راسھا ثم فتلت علیہ قرونھا ثم خرجت بہ واتی رسول اللہ

عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ جب رسالتمآبؐ مکہ کے قصد سے لشکر فرمانے لگے تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط میں آنحضرتؐ کے ارادہ اور جمعیت لشکر کی خبر لکھدی۔ محمد بن جعفر کے قول کے مطابق حاطب نے اپنے اس خط کو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو دیا تھا اور دوسرے لوگوں کی روایت کے موافق سارہ نامی ایک عورت کو سپرد کیا کہ اوس خط کو قریش تک پہونچا دے۔ یہ عورت قبیلہ بنو عبد المطلب میں کسی کی لونڈی تھی۔ اوس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں رکھ لیا اور اوپر سے چٹیاں گوندھ لیں اور خط لیکر چلدی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے حاطب کی اس حرکت کی خبر مل گئی۔

صلعم الخبر من السماء بما صنع حاطب فبعث
علی بن ابی طالب والزبیر بن العوام فقال ادرکا
امراۃ قد کتب معها حاطب بکتاب الی قریش
یحذرهم ما قد اجمعنا له فی امرهم فخرجا
حتی ادرکاها بالخلیفۃ ابن ابی احمد
فاستنزلاه فالتمسا فی رحلها فلم یجدا شیئاً
فقال لها علی بن ابی طالب انی احلف ما
کذب رسول الله ولا کذبنا ولتخرجن الی هذا
الکتاب او لنکشفنك فلما رأت الجدّ منه
قالت اعرض عنی فاعرض عنها فحلّت قرون راسها
فاخرجت الکتاب منه فدفعته الیه فجاء به
الی رسول الله صلعم فدعا رسول الله حاطبا
فقال یا حاطب ما حملك علی هذا فقال یا
رسول الله اما والله انی مؤمن بالله ورسوله
ما غیرت ولا بدّلت ولکنی کنت امرأ لیس
لی فی القوم اصل ولا عشیرۃ وکان لی
بین اظهرهم اهل وولد فصانعتهم علیه فقال
عمر بن الخطاب یا رسول الله دعنی فلاضرب
عنقه فان الرجل قد نافق فقال رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم وما یدریك یا عمر
لعل الله قد اطلع الی اصحاب بدر یوم بدر
فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فانزل
الله عزّ وجلّ فی حاطب یا ایها الذین آمنوا
لا تتخذوا عدوی وعدوکم الخ

پس آپ نے حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور زبیر بن العوام (و بقول
زرقانی باسناد صحیحین مقدادؓ اور باسناد عسقلانی عمار یاسرؓ) کو بلایا اور
حکم فرمایا کہ ایک عورت کو حاطب نے ہمارے حالات کی خبر لکھکر قریش
کے پاس بھیجدی۔ تملوگ اوسے تلاش کرکے لاؤ۔ یہ دونوں حسب حکم چلے
اور اوسکو (مقام) حلیفہ ابن ابی احمد میں پہونچکر گرفتار کرلیا اور
اوسکے سامان کی ہرچند تلاش کی مگر کچھ دستیاب ہوا۔ یہ حالت
دیکھکر جناب علی مرتضیؑ نے فرمایا کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ (نعوذ باللہ)
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے غلط ارشاد فرمایا ہملوگ جھوٹ
کہتے ہیں۔ ہم تو وہ خط اسی کے پاس سے ضرور نکالینگے۔ اور
اوس عورت سے کہا کہ وہ خط دیدے ورنہ تجھے برہنہ کردینگے۔
یہ ارشاد سنکر وہ عورت سخت خوف زدہ ہوکر کہنے لگی۔ آپ ہمیں
چھوڑ دیں۔ ہم وہ خط نکالے دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اوسے چھوڑ دیا۔
اوس نے اپنی چٹیوں کی گرہوں کو کھولا۔ اور وہ خط عقدہ کشا
کے سامنے رکھدیا۔ حضرت علیؑ پھر اوسکو مع خط کے آنحضرت صلعم
کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے حاطب کو بلایا اور اوس سے استفسار
فرمایا کہ کس باعث سے یہ خط تم نے لکھا تھا۔ حاطب نے عرض کی۔
خدا کی قسم۔ میں خدا و رسولؐ پر اتبک کامل ایمان رکھتا ہوں میرے
ایمان میں اتبک نہ کوئی تغیر واقع ہوا ہے اور نہ تبدل۔ لیکن بات یہ
کہ مشرکین مکہ کے درمیان مکہ میں میرے اہل و عیال بیکس
مقیم ہیں۔ نہ کوئی میرے قبیلہ کا وہاں انکا والی ہے۔ نہ نگہبان
ہے۔ اس لئے میں نے قریش کو اطلاعی خط لکھدیا کہ وہ میرے
عیال کے ساتھ رعایت کریں۔ یہ سنکر عمر بن الخطاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ حاطب نے نفاق کیا۔
آپ مجھے حکم دیں۔ میں انکی گردن ماردوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد کیا - اے عمر تم کیا نہیں جانتے ہو کہ اہل بدر[1] کے واسطے یہ حکم باری نازل ہو چکا ہے - تم جو چاہو کرو - میں نے تمہیں بخش دیا
ہے پھر حاطب کی خاص معافی میں یہ آیت نازل ہوئی - اے ایمان والو تم خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ الی آخر الآیہ (سورۂ ممتحنہ رکوع ۱ جزو ۲۸)

اس سے زیادہ صاف اور واضح تفصیل روضۃ الاحباب میں مندرج ہے وہو ہذا۔

چون سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات عزیمت
مکہ مصمم گردانید - حاطب بن ابی بلتعہ مکتوبے بقریش نوشت
مضمون مکتوب[2] آنکہ یا معشر قریش ان رسول اللہ
جاءکم بجیش کاللیل یسیر کالسیل وبخدا سوگند
کہ اگر تنہا ہم بمکہ آید - خدائے تعالے ویرا نصرت دہد وانجاز
وعدہ خویش نماید فکرے در کار خویش بکنید - والسلام -
ودر روایتے آنکہ نوشتہ بود کہ از حاطب بن ابی بلتعہ بسہیل
بن عمرو وصفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل نوشتہ
می شود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجہیز لشکرے می
کند ودر قبائل ندا در داد کہ بغزا می روم وگمان نمی
برم کہ بجائے دیگر غیر از شما خواہد رفت خواستم کہ مرا
بر شما حقے بود برائے آن اخبار نمودم والسلام - آن مکتو
ب زنے از قبیلہ مزنیہ کہ ویرا سارہ مولاۃ عمرو بروایتے
ام سارہ وبروایتے کنود می گفتند داد تا بقریش رساند
ودہ دینار زر سرخ وبردے جہت حق السعی وصول این
مکتوب بالیشان مقرر کرد - آن زن مکتوب حاطب را

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات نے مکہ کا قصد مصمم
کر لیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو اس مضمون کا خط لکھا - یا معشر قریش
رسول اللہ صلعم تم لوگوں پر لشکر گران مثل سیل رواں لیکر آتے ہیں اور
خدا کی قسم اگر وہ تنہا بھی مکہ میں چلے آئیں - تاہم تم پر فتحیاب ہو کر رہیں گے
خداوند عالم انکی نصرت فرمائے گا - اور اپنے وعدے کو ضرور پورا
کر دکھلائیگا - لہذا تم لوگ اپنی فکر کر لو والسلام اور ایک روایت کے
مطابق خط کا مضمون یہ تھا - حاطب کی طرف سے سہیل بن عمر صفوان
بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل کو یہ خط لکھا گیا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم
فوج کشی کا سامان کر رہے ہیں اور قبائل میں بھی اطلاع بھیج چکے ہیں
کہ ہم لڑائی پر جا رہے ہیں - میرا گمان ہے کہ آپ سوائے مکہ کے اور
کہیں نہ جائیں گے - میں نے تحقیق یہ خط اس لئے لکھ دیا ہے کہ میرا حق و
احسان تم لوگوں پر باقی رہے والسلام - اس خط کو قبیلہ مزینہ کی ایک
عورت کو حوالہ کیا جسکو سارہ کنیز عمر کہتے تھے اور ایک روایت میں اسکا
نام ام سارہ لکھا ہے اور دوسری روایت میں اسکا نام کنود بتلایا گیا
ہے عورت سے کہا گیا کہ یہ خط قریش کو پہنچا دے اور دس دینار سرخ
اور ایک چادر اسکی اجرت میں دی اس عورت نے وہ خط لے کر

---

[1] اہل بدر کی یہ قدر و منزلت اور فضل و مرتبت ثابت ہوتی ہے - لیکن امیر معاویہ کے وقت سے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک تقریباً سو برس تک فاتح بدر حضرت علی کی مسجدوں میں مذمت اور سب و شتم تمام اہل اسلام برابر سنتے رہے اور کسی کو اس حدیث رسول کی یاد دہانی پر جرأت نہ ہوئی - فاعتبروا -

[2] زرقانی میں ان خطوط کی عبارت یہ لکھی ہے - (۱) اما بعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلعم جاءکم بجیش عظیم یسیر کالسیل فواللہ لو جاءکم وحدہ لنصرہ اللہ وانجز لہ وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام (۲) الی سہیل بن عمرو وصفوان بن امیۃ وعکرمۃ بن ابی جہل ان رسول اللہ صلعم اذن فی الناس بالغزو ولا اراہ یرید غیرکم وقد احببت ان تکون لی عندکم ید - زرقانی جلد دوم ص ۲۹۳ مصر

در میان موئے خویش پنہان ساخت و موئے را بران تافت
و بجانب مکہ روان شد و از آسمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
را از این واقعہ خبر دادند پس علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و زبیر ابن
العوام و ابو مرثد غنوی و بروایتے بجائے ابو مرثد مقداد بن
اسود کندی و بروایتے عمار یاسر را بطلبید و فرمود بروید تا
بموضع خاخ برسید و در آنجا ہی یابید زنے را کہ با وے
مکتوب است آنرا از وے بگیرید و بیارید علیؑ مرتضیٰ
با یاران بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روان
شد و در موضع خاخ بآن زنے رسیدند و از وے تفحص
مکتوب نمودند۔ انکار کرد و رخت و بارہ او را باہتمام تمام بجا
بسیج یافتند قصد مراجعت نمودند علیؑ ابن ابیطالبؑ
گفت بخدا سوگند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بامن دروغ نگفتہ و از آسمان با وے دروغ نگفتند
اند۔ ص ۴۴۰ لکھنؤ

اپنے بالوں میں رکھ لیا اور اوپر سے پٹیاں گوندھ لیں اور مکہ
کی طرف روانہ ہو گئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
بذریعہ وحی اس واقعہ کی خبر کر دی گئی آپ نے علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ اور ابو مرثد غنوی۔ اور ایک روایت کے مطابق ابو مرثد
کی جگہ مقداد بن اسود کندی اور دوسری روایت کے موافق
عمار بن یاسرؓ کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ موضع خاخ تک چلے
جاؤ۔ وہاں پہنچ کر تمہیں ایک عورت ملے گی جس کے پاس
ایک خط ہے اوسے گرفتار کر لو اور میرے پاس لے آؤ۔ جناب
علیؑ مرتضیٰ حسب الارشاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مقام
خاخ میں پہونچے۔ وہ عورت ملی اوس سے اوس خط کی نسبت دریافت کیا گیا
اوس نے قطعی انکار کیا۔ لوگوں نے اوسکے تمام سامان کو ایک ایک کر کے خوب
ڈھونڈھ لیا لیکن کچھ نہ ملا۔ ہمراہیوں نے واپسی کا قصد کیا حضرت علیؑ ابن
ابیطالب نے فرمایا کہ خدا کی قسم۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جناب رسول خدا صلعم
نے ہم لوگوں کو غلط خبر دی ہو۔ یا خود آنحضرت صلعم کو آسمان سے غلط خبر پہونچائی گئی ہو۔

ہم نے عربی اور فارسی کے قدیم ماخذوں کے تاریخی اقتباسات دکھلائے۔ واقعات تاریخی کے بیان کے یہ
انداز ہوتے ہیں جن کا اصلی مقصود و مدعا۔ عام اطلاع و افہام ہوتی ہے۔ نہ اپنی خود غرضانہ ضرورت اور حاجت
روضۃ الاحباب کی عبارت ہم نے خاصکر اس لئے لکھی ہے کہ اس میں طبری ابن ہشام کی عبارتوں سے واقعہ کی زیادہ
تفصیل و وضاحت کے ساتھ قلمبند کی گئی ہے۔ اور حاطب ابن ابی بلتعہ کے اصلی خط کے مضامین دو مختلف راویوں سے
نقل کر دیے گئے ہیں۔ لیکن ان تفصیلات کے علاوہ میرا خاص مدعا تو جناب علیؑ مرتضیٰ کے محاسن ذات کی تفصیل
سے تھا۔ جنکی حقیقت۔ طبری۔ ابن ہشام۔ زرقانی اور محدث شیرازی کے متفقہ اور متواترہ عبارت سے دکھلا دی گئی اور
بتلا دی گئی کہ رسول کی تصدیق کی یہ شان ہوتی ہے اور معرفت خدا و رسول کی بے انتہا یہ عرفان ۔۔ جب ہی تو
ابن عساکر اپنی تاریخ اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور ابن مغازلی مناقب میں بزیر تفسیر آیہ الذی
جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المفلحون کے لکھتے ہیں۔

عن مجاهد الذين جاء بالصدق ۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیہ میں جاء بالصدق سے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصدق به قال علیؑ ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہین اور صدق بہ سے حضرت علیؑ

پھر اسی کی تفسیر مین ابن مردویہ مناقب مین اور سیوطی درمنثور مین تحریر کرتے ہین۔

عن ابی ھریرۃ والذی جآء بالصدق رسول اللہ صلعم وصدق به قال علیؑ ۔

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جاء بالصدق سے مراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور صدق بہ سے حضرت علیؑ مراد ہین۔

(بحوالہ سوانح حضرت علیؑ صفحہ ۶۶ لاہور)

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی

یکم رمضان سے دہم تک دس روز درستی فوج اور ترتیب سامان کی ضرورتوں مین صرف ہوئے۔ اس اثنا مین بیرونجات سے اتحادی قبائل قبیلہ اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ جہینہ اور بنی اشجع اپنی اپنی جمعیت لشکر لیکر۔ مدینہ پہونچ گئے۔ صرف بنی سلیم کا قبیلہ رہ گیا۔ وہ بھی منزل قدید مین آکر حاضر ہو گیا دسوین رمضان المبارک کو جناب ختمی مرتبت علیہ وآلہ السلام والتحیۃ۔ دس ہزار فوج جرار کے ساتھ بکمال عزم و وقار فتح مکہ اور ارتضیہ بیت اللہ معظم کے قصد سے روانہ ہوئے۔

سفر مین افطار صوم کا حکم

اس وقت تک آپ بھی روزہ سے تھے۔ اور تمام لشکر مسلمین بھی۔ مقام کراع غمیم مین پہونچکر آپ نے روزہ افطار فرمایا اور تمام لشکر کو افطار کا حکم دیا۔ صحیح مسلم مین ہے۔

عن جابر ابن عبد اللہ ان رسول اللہ صلعم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان[1] فبلغ کراع غمیم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعه حتی نظر الناس ثم شرب فقیل له بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ قاله

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ بزمان فتح مکہ ماہ رمضان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت صوم عازم مکہ ہوئے تھے کہ مقام کراع غمیم مین پہونچے۔ وہان آنحضرت صلعم نے قدح آب طلب فرمایا اور سب کو دکھلا کر روزہ افطار فرمایا۔ اس کے بعد لوگون نے عرض کی کہ بعض اشخاص نے روزہ نہین کھولا ہے۔ ارشاد کیا جنہون نے ایسا کیا وہ گنہگار اور نافرمان ہین۔ بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۶۶ لکھنؤ

ابوسفیان اور عبد اللہ بن امیہ سے ملاقات

صاحب رحمۃ للعالمین ۔ حافظ ابن القیم ۔ تلمیذ امام ابن تیمیہ کی کتاب زاد المعاد صفحہ ۴۱۲ جلد اول کے حوالے سے لکھتے ہین۔

مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو منزل چلے تھے کہ راہ مین ابوسفیان بن الحارث (بن عبد المطلب)

---

[1] لیکن امام المحدثین ابن تیمیہ صاحب نے صلاح الدین کی فوج مسلمین کو جنگ بیت المقدس مین جو اسی رمضان کے مہینہ مین واقع ہوئی تھی روزے رکھوا رکھوا کر لڑوایا۔ کیا اچھی تقلید رسول ہے۔　　المولف عفی عنہ

دو بھائیون سے راہ مین ملاقات اور عفو تقصیرات

اور عبداللہ بن امیہ (بن عاتکہ بنت عبدالمطلب) سے ملاقی ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھون نے نبی صلعم کو سخت ایذائین دی تھین اور اسلام کے مٹانے مین بڑی بڑی کوششین کی تھین آنحضرت صلعم نے اونھین دیکھا اور مونھ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبداللہ آپ کے حقیقی پھوپی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو رحمت سے محروم نہ رکھنے چاہئین۔

اسکے بعد حضرت علیؑ نے ان دونون کو یہ ترکیب بتلائی کہ جن الفاظ مین برادران یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین جا کر اونھین الفاظ مین استدعائے معافی کرو۔ نبی صلعم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤگے۔ اونھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی۔

تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین۔ — بخدا کچھ شک نہین کہ تم کو اللہ نے ہم پر برتری دی اور بیشک ہم قصوروار ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ — جاؤ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہین۔ خدا تم کو بخشدے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اوسوقت ابوسفیان (ابن الحارث بن عبدالمطلب) نے عجیب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرک انی حین احمل رایۃ لتغلب خیل اللات خیل محمد

قسم ہے جن دنون مین نشان اس لئے اوٹھایا کرتا تھا کہ لات کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے

لکالمدلج الحیران اظلم لیلہ فھذا اوانی حین اھدی فاھتدی

اُن دنون مین اُس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات مین ٹھوکرین کھاتا ہو اب وہ وقت آگیا کہ مین ہدایت پاؤن اور سیدھے راستہ پر آجاؤن۔

ھدانی ھاد غیر نفسی ودلنی الی اللہ من طردتہ کل مطرد

مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے اور خدا کا رستہ مجھے اوس شخص نے بتلایا ہے جسکو مین نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنکر فرمایا۔ ہان سچ تو ہے تم تو مجھے چھوڑ بیٹھے تھے۔ رحمۃ العالمین صـ۱۱۱

لشکر اسلامی مین ابوسفیان بن حرب کی آمد اور حضرت عمرؓ کا بیجا عتاب

دس ہزار اخلاصمندون کا طیار لشکر فتح و نصرت الٰہی کے کامل یقین و بشارت کے ساتھ منزلین طے کرتا ہوا۔ مرالظہران کے آخر منزل تک بخیر و خوبی پہونچ گیا یہ مقام۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل سے بھی کم کی مسافت پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لشکر کو یہین قیام اور صعوبت سفر سے آرام کرنے کے لئے ٹھہرنے کا حکم فرمایا حکم کی دیر تھی۔ دو میل کے مربع مین اوس آدمی کے چار دو طرف

لشکر اسلامی نے پڑاؤ ڈال دیئے۔ مہاجرین و انصار کے گروہ مخصوصین کے علاوہ عرب کے دوسرے ہمراہی قبیلوں نے خوب پھیل پھیل کر اپنے اپنے قبیلے کے ڈیرے خیمے لگائے گویا اس وسیع ریگستان میں چھوٹی چھوٹی بستیاں بسالیں۔ وہ خاک زار کوسوں تک مردم زار بن گیا۔ عجیب لطف انگیز منظر تھا اور مسرت خیز سماں۔ نہیں معلوم کے ہزار برسوں کے بعد اس ریگستان کو اپنے دامن میں انسانوں کی اتنی بڑی آبادی دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ یہ بھی اسلام کے قدموں کی برکت تھی۔ دن تو دن رات کا نظارہ اس سے بھی زیادہ دلکش و دلآویز تھا۔ لشکر اسلام کے جانفروشوں نے چاروں طرف کچھ تو اپنی خاص ضرورت اور زیادہ تر جانوران صحرائی سے محافظت کی غرض سے آگ جلا کر وادی پرخار کو رشک گلزار بنا رکھا تھا۔

قریش کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی آمد کی کچھ خبر لگ گئی تھی لیکن خبر تھوڑی پہونچی ہو یا بہت اب اون میں اسلام سے مقابلہ کی صلاحیت ہی باقی نہیں تھی۔ اسی بنا پر اونھوں نے۔ بدیل بن ورقا، حکیم بن حزام اور ابوسفیان بن حرب کو جاسوسی کی خدمت پر بھیجا اور تاکید کر دی کہ اگر رسول اللہ صلعم تشریف لائے ہوں اور اون سے شرف وا رست ہو تو معاہدہ حدیبیہ کی درخواست منظور کرا کے آپ کو راستہ ہی سے واپس کر دینا۔

چونکہ جاسوسی کی خدمت تھی اور یہ معلوم نہ تھا کہ آنحضرت صلعم کس راہ سے تشریف لا رہے ہیں۔ اسلئے تینوں نے تین راہیں پکڑیں۔ بدیل اور حکیم تو دوسرے راستوں سے گھوم کر پیچھے آئے لیکن ابوسفیان رات ہی کو سب سے پہلے لشکر اسلامی میں پہونچ گیا۔ خلاف معمول چاروں طرف میدان میں آگ روشن دیکھ کر اوسکے حواس باختہ ہو گئے۔ ابھی وہ اپنی اسی حیرت میں غلطاں پیچاں تھا کہ حسن اتفاق سے حضرت عباس ابن عبد المطلب اپنے خچر پر گزران نکلے۔ ابوسفیان کی آواز پہچانکر پکارے۔ ابن ہشام حضرت عباس کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

فقال یا ابا الفضل قلت نعم قال ما لك فداك امی وابی قال قلت ویحك یا ابا سفیان هذا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فی الناس واصباح قریش والله قال فما الحیلة فداك امی وابی قال قلت والله لئن ظفر بك لیضربن عنقك فارکب فی عجز هذه البغلة حتی آتی بك رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فاستامنه ۔	ابوسفیان نے کہا یا ابا الفضل۔ میں نے کہا ہاں۔ ابوسفیان بولا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یہ کیا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا لشکر ہے اور قریش کے لئے خدا کی قسم اب صبح ہے ابوسفیان بولا اب میرے بچنے کا کوئی حیلہ ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے کہا۔ یہ سمجھ لے کہ فتح ہوتے ہی تیری گردن ماری جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ میرے خچر کے پیچھے سوار ہو لے میں تجھے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں لیجا کے امان دلوا دوں۔

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو بھی چھوڑ دیا ہے اور سلسلۂ کلام ابوسفیان کی حاضری سے آغاز کیا ہے جو اس

واقعہ کے بعد تمام کتابوں میں مذکور ہے۔ نہیں معلوم شبلی صاحب نے اپنی کتاب اپنے معتقدین خاص کے لئے لکھی ہے یا عام مسلمانوں کی اطلاع و واقفیت کے لئے۔ بہرحال شبلی صاحب۔ آئندہ واقعات بڑی عبارت آرائی کے ساتھ۔ اختصار کے طریقہ خاص میں یوں زیب قرطاس فرماتے ہیں۔

حضرت عمر جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کرسکے۔ تیز قدمی سے آگے بڑھے۔ اور بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضرت عمر نے دوبارہ عرض کیا۔ حضرت عباس نے کہا۔ عمر۔ اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس قدر سخت دل نہ کرتے۔ حضرت عمر نے کہا۔ آپ یہ نہ فرمائیں آپ جس دن اسلام لائے۔ مجھکو جو مسرت ہوئی تھی۔ خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھکو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ صفحہ ۵۲۲

معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے طریقہ تحریر میں سلسلۂ بیان قائم رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت عباس سے ملاقات ہونے۔ باہم گفتگو کرنے۔ خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہمراہی حضرت عباس اور ابوسفیان کے آنے کے ذکر و حالات کی تفصیل و تصریح تو ندارد۔ حضرت عباس کی شفاعت اور حضرت عمر کی معارضت موجود۔ مبتدا تو غائب۔ خبر حاضر۔ کوئی بتلادے۔ یہ کیسا طرز کلام ہے۔ اور کیسا انداز بیان۔ اور اس سے کسی واقعہ کی حقیقت اور واقفیت کی اطلاع عام کیسے ہوسکتی ہے۔ اب ان حالات کی تفصیل کیوں نہ کی گئی۔ صرف اس لئے کہ ایک بزرگ بنی ہاشم (عباس بن عبدالمطلب) کے آگے ایک رئیس بنی اُمیّہ (ابوسفیان بن حرب) کی جو خوشامد تھی سے خلیفہ پنجم امیر معاویہ کے باپ تھے بیٹی ہوتی تھی اور آپ کو اپنے ہیروز آف اسلام Heroes of islam کے مورث اعلیٰ کی یہ توہین ذاتی کسی طرح گوارا نہیں تھی۔ اس لئے بنی ہاشم (حضرت عباس) کے اون اعلیٰ ترین محاسن اخلاق کو جو دشمنوں اور قاتلوں کے ساتھ بھی برتا جانا من جانب اللہ اونکی فطرت صالحہ میں ودیعت ہوا تھا۔ بالکل نسیاً منسیاً کردیا۔

لیکن اوسکی جگہ حضرت عمر کی گہرفشانی کو جو آخر میں محض فضول بیانی ثابت ہوتی ہے پوری تفصیل سے قلمبند فرمایا۔ وہ نہ زوائد کے شمار میں آیا۔ نہ خلاف موضوع قرار پایا۔ اور اختصار کے پیرایہ میں لایا گیا۔ کیوں؟ اسلئے کہ سیرۃ النبیؐ تو حقیقت میں سیرۃ الخلفا (خصوصاً حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کا مقدمہ ہے اور اسکا موضوع تو خاصکر الشیخین کے موضوع مفاخر و مناقب کی تجمیع۔ تاسیس اور تدوین خاص ہے۔ حالانکہ حضرت عمر کے ان کلمات تعریفی سے اگر موصوف کا استقلال فی الایمان دکھلانا منظور تھا تو وہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اگر آپ کی اصابت رائے کا اظہار مقصود تھا۔ تو وہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر خدمت رسول صلعم میں موصوف کا کمال رسوخ دکھانا مد نظر تھا تو وہ بھی حاصل نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر نے چاہے اپنے جس صف خاص کی وجہ سے خدمت رسول صلعم میں یہ عرض پیش کی ہو وہ قطعاً بلاتامل مسترد کردیگئی۔ بلکہ بجائے یا عمر کہکر آپ کی سرزنش کردی گئی تو پھر اوصاف اضافی کہاں باقی رہے۔

تجویز رسالت مین وہ اوصاف نقائص ثابت ہوئے پھر شبلی صاحب کو اونکے اظہار پر کیون اصرار رہا۔

اس واقعہ پر منحصر نہین ہم اکثر مقامات پر حضرت عمرؓ کی ایسی ہی نااندیشانہ تجویزین اور تعریضین نقل کر آئے ہین عبداللہ بن ابی ابن سلول کے قتل کی نسبت بھی آپنے ایسی ہی جرات بیجا دکھائی تھی بھی غریب حاطبؓ کے قتل کے لیے بھی رسول اللہ کی خدمت سے ایسی ہی اجازت چاہی۔ پھر ابوسفیان پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی ویسا ہی معروضہ پیش کیا لیکن جیسا کہ پہلے موقعون پر آپکی استدعا مسترد فرمائی گئی اسی طرح اب کی بار بھی تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ تیز قدمی اور جرأت مخالفین موجودین اور مجبورین حاضرین ہی تک محدود پائی جاتی ہے کسی معرکہ جنگ مقابلہ یا مقاتلہ کے موقع پر کسی مخالف کی گردن اوڑانے کسی کے سر کاٹنے۔ یا کم از کم کسی سے مقابلہ کرنے کے لئے آنحضرت صلعم سے حضرت عمرؓ کا اجازت مانگنے کا کوئی واقعہ شبلی صاحب اپنی کتاب مین نہین لکھتے۔ فافہم فتدبر۔

ابوسفیان کا بخوف جان ایمان لانا۔

اتنی تنقیدی عبارت لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اور شبلی صاحب ہی کی عبارت سے باقی حصہ واقعہ کو نقل کرتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے کہ گرفتار ہونے کے ساتھ ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا لیکن طبری وغیرہ مین اس اجمال کی تفصیل مین حسب ذیل مکالمہ لکھا ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ کیون ابوسفیان۔ کیا تمکو اب بھی یقین نہین آیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین؟

ابوسفیان۔ کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اللہ صلعم۔ کیا اس مین کچھ شک ہے کہ مین خدا کا پیغمبر ہون۔

ابوسفیان۔ اس مین تو ذرا شبہ ہے۔

بہر حال۔ ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اسوقت گو انکا ایمان متزلزل تھا لیکن مورخین لکھتے ہین کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے چنانچہ غزوہ طائف مین انکی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک مین وہ بھی جاتی رہی (خوب شد اسباب خودبینی شکست۔ مولف) سیرۃ النبیؐ جلد اول صـ ۳۷۷ ۔

اوّل تو بخاری صاحب کی تاریخ دانی پر تعجب ہے دوسرے شبلی صاحب کے آنکھ بند کر کے نقل فرما دینے پر۔ یہ ابوسفیان کی گرفتاری کا مضمون کہان سے نکالا گیا۔ آپ کی خود عبارت موجود ہے اس مین تو آپنے انکے گرفتاری کی حالت۔ انکے گرفتار کنندہ کا نام۔ گرفتاری کا مقام کچھ بھی نہین لکھا ہے اور آپ کیا منحصر ہے کسی تاریخ وحدیث کی کتاب مین اسکی خبر نہین۔ پھر حضرت عباس کی اس رہنمائی کو آپ یا آپکے بخاری صاحب گرفتار کیسے لکھتے ہین

شبلی صاحب کی نقل و ترجمہ مین کھلی تحریف۔ اصل ماخذ کی عبارت مین تحریف صاحبان تالیف کے لیے بڑی توہین و تضحیک کی

باعث ہوتی ہے خصوصاً شبلی صاحب کے ایسے ذیمقدار و ذی اعتبار بزرگ سے ایسی لغزش تو سخت تعجب انگیز ہے آپ نے ابوسفیان کے آخر وقت تک کفر و ضلالت کے ثبوت پر خواہ مخواہ پردہ ڈالنے کے لیے مکالمۂ مذکورہ کو اصل ماخذ کی عبارت مین ناتمام چھوڑکر فوراً لکھدیا کہ بہرحال ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا حالانکہ جس ماخذ کی عبارت آپ نقل کر رہے ہین وہ ابھی باقی ہے اور وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قبول نبوت اور اقرار رسالت مین قدرے شک بتلانے کے بعد جس شے نے ابوسفیان کو اسلام لانے پر قطعاً اور فوراً مجبور کردیا وہ خوف جان تھا جسکو پھر اسی بزرگ ہاشمی نے بتلایا اور سمجھایا جسکا نام لینا آپ نہین چاہتے۔ طبری مین اس مکالمہ کی وہ عبارت جس مین یہ واقعہ درج ہے اور جسکو آپ اس دلیری سے نقل و ترجمہ مین چھوڑ گئے ہین حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فقال العبّاس فقلت له ويلك تشهد شهادة الحق قبل والله ان تضرب عنقك قال فتشهد۔

(قبول نبوت مین کچھ شک سنکر) حضرت عباس بیان کرتے ہین کہ مین نے ابوسفیان سے کہا کہ وائے ہو تجھپر جلدی سے حق کا کلمۂ شہادت پڑھ ورنہ خدا کی قسم ابھی تیری گردن ماری جاتی ہے حضرت عباس کہتے ہین پس اوس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

طبری کا وہی صفحہ ۱۶۳۳ ملاحظہ ہو

اس عبارت آخری سے ثابت ہوگیا کہ محض خوف جان اور حضرت عباس کی تنبیہ و تہدید سے ابوسفیان نے (اٹکا بنیا سودا کرے) اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کی مقدار ایمان آپکے پیش کردہ ماخذ سے اتنے ہی ثابت ہوتی ہے۔ آپ حق ناحق اصل ماخذ مین شرمناک تحریف کرکے ابوسفیان کی عیب پوشی کرتے ہین اور اسکے ایمان کو صداقت و کمائیت کی معیار پر پورا اتارتے ہین۔ اس سے کیا فائدہ۔ خوش قسمتی سے آپکے پاس بھی تاریخ طبری کا وہی مطبوعہ جرمن نسخہ موجود ہے۔ جو بدقسمتی سے میرے پاس بھی حاضر ہے۔ اس سے تو آپ کی ان قلمکاریون کی حقیقت اسیطرح منکشف ہوتی ہے جسطرح اوپر نقل کی گئی۔ اگر اس پر بھی آپ کا اطمینان خاطر نہو تو مفصلۂ ذیل ورشواہد تاریخی بھی حاضر ہین ابن ہشام مرقومہ بالا مکالمت کی آخر عبارت یون لکھتے ہین۔

قال بو سفيان بابي انت وامي ما احلمك واكرمك واوصلك اما هذه والله فان في النفس منها حتى الآن شيئا فقال له العباس ويحك اسلم واشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله قبل ان تضرب عنقك قال فشهد شهادة الحق فاسلم

(اقرار نبوت کے ارشاد پر) ابوسفیان نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون۔ آپ سے بڑھکر میرے لئے کوئی حلیم تر کریم تر اور در قرابت مین قریب تر نہین ہے لیکن اس امر مین خدا کی قسم میرے دل مین ابھی شک ہے۔ یہ سنکر حضرت عباس نے کہا بلائے ہو تجھپر اے ابوسفیان جلد اسلام لا اور فوراً کلمہ شہادت لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله پڑھ لے قبل اسکے کہ تیری گردن اتاری جائے حضرت عباس کہتے ہین کہ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام لایا

ایک دوسری شہادت بھی سن لیجاوے۔ روضۃ المناظر تاریخ ابن ابی شحنہ مین ہی۔

قال اما هذه ففی نفسی منها شئ فقال
له العباس ویحك تشهد قبل ان تضرب عنقك
فشهد واسلم واسلم معه حكیم بن حزام
وبدیل بن ورقاء۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۶۶

ابوسفیان نے کہا کہ اس بات سے تو میرے دل مین کچھ کھٹک ہے یہ سنکر حضرت
عباس نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا وائے ہو تجھپر جلد تصدیق رسالت کر
قبل اسکے کہ تو قتل کیا جاوے پس ابوسفیان کلمہ شہادت پڑھکر اسلام لائے
اور اوس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا بھی۔

مواہب لدنیہ قسطلانی مین ہی۔

قال بوسفیان بابی انت وامی ما
احلمك واكرمك واوصلك اما هذه فالله
فان فی النفس منها شیئا حتی الآن فقال له
العباس ویحك اسلم واشهد ان لا اله الا الله
واشهد ان محمدا رسول الله قبل ان تضرب عنقك فاسلم وشهد
شهادة الحق۔

ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے آپ سے بڑھکر
کوئی حلیم تر۔ کریم تر اور در قرابت مین، قریب تر نہین ہی لیکن اس امر مین جلد الٰہی قسم
میرے دل مین ابھی تک شک ہے یہ سنکر حضرت عباس نے کہا وائے ہو تجھپر۔
جلد اسلام لا اور کلمہ شہادت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ
پڑھ لے قبل اسکے کہ تیری گردن ماری جائے پس اس نے کلمہ شہادت
پڑھکر اسلام قبول کیا زرقانی جلد دوم ص۳۳۶ مطبوعہ مصر

قریب قریب یہی عبارت ترجمہ تاریخ ابوالفدا اور روضۃ الاحباب ص۴۲۵ مین بھی مرقوم ہے۔

شبلی صاحب اور اونکے معتقدین نظر انصاف سے ملاحظہ فرمالین کہ آنکی حق پوشی سے کیا فائدہ ہوا جب انکی اس تحریفانہ کوشش کے انکشاف کرنیوالے دنیا مین اس کثرت سے موجود ہین۔

ابوسفیان کبھی سچے مسلمان نہین ہوے

بہر حال شبلی صاحب کی یہ سب کوششین صرف اس لئے تھین کہ ابوسفیان کی خالص الایمانی ثابت ہو کیونکہ آپ تو لکھ چکے کہ مورخین کہتے ہین کہ آخر وہ سچے مسلمان ہوگئے سوال یہ ہی کہ وہ کون مورخ ہی جسکی تاریخ مین آپنے انکی خالص الایمانی اور کامل الاسلامی کی شہادت دیکھی ہی۔ ذرا نام تو بتلائیے یہ باتی لفاظی و مغالطہ دہی سے کام نہین چلتا اگر آپ خود سچے تھے تو اوس مورخ اسکی تاریخ کا نام اوسکی عبارت لکھدی ہوتی شبلی صاحب یہ بھی آپ کی تحصیل حاصل ہی۔ ان کے اسلام لانیکے بعد ہی جو واقعہ زرقانی نے موسیٰ ابن عقبہ اور واقدی کے اسناد سے لکھا ہے اوس سے انکے تذبذب فی الایمان کی حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہی۔ ملاحظہ ہو زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت

قال بوسفیان وحكیم یا رسول الله جئت
باوباش الناس من یعرف ومن لا یعرف الی اهلك
وعشیرتك فقال صلی الله علیه وآله وسلم انتم اظلم و

اسکے اسلام لانیکے بعد ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے عرض کی یا رسول اللہ
آپ ایسے اوباش لوگون کی جمعیت لیکر آئے ہین جو آپکے قبیلہ اور عشیرے
والون کی کوئی حقیقت نہین سمجھتے آپنے ارشاد فرمایا تم تو خود ظالم ترین اور

افجر فقد غدرتم بالحدیبیة وظاھرتم علی بنی کعب بالاثم والعدوان فی حرم الله وامنه فقالا صدقت یارسول الله صلعم۔

فاجر ترین مردم ہو۔ اسلیے کہ تم نے معاہدہ صلح حدیبیہ کے خلاف ورزی اختیار کی اور بنی کعب پر حرم خدا اور امن آہی میں حملہ کر کے گنہگار اور ظالم ہوے۔ دونوں نے کہا صحیح ارشاد ہوتا ہے۔

ابوسفیان اسلام لانیکے بعد بھی زبان رسول سے ظالم ترین اور فاجر ترین ثابت ہوئے۔ اسی طرح محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم ص۵۸۱ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عباس سے ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انه رجل مستسلم ولا مسلم یہ شخص مسلم بنا لیا گیا ہے نہ مسلم ہے یعنی اس نے اسلام کو بتکلف ظاہر کیا ہے نہ برغبت وطیب خاطر سے واقدی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ترجمہ کامل الواقدی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص۲۰۳ جلد ۱۔

لشکر اسلامی کی شان وشوکت دیکھکر ابوسفیان کی حیرت

جناب رسولخدا صلعم سے ابوسفیان کی مکالمت کو تمام کر کے شبلی صاحب اپنے آیندہ سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں۔

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کر دو کہ افواج آلہی کا جلال آنکھوں سے دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد دریاے اسلام میں تلاطم پیدا ہوا قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھیں سب سے پہلا غفار کا پرچم نظر آیا پھر جہینہ ہذیم سلیم ہتیاروں میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے مارتے ہوے نکل گئے ابوسفیان ہر دفعہ مرعوب ہو جاتا تھا سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سر وسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ سیرۃ النبی ص۳۷۷

شبلی صاحب لکھنے کو تو سارا واقعہ لکھ گئے لیکن اپنی عادت سے مجبور تھے۔ چونکہ نقص اسلام ابوسفیان مفید مطلب مضمون نہیں تھا اسلیے اسکو قلم انداز فرما گئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت ومضمون شاید اصل ماخذ میں موجود ہی نہیں ہم آپ کو باور کراتے ہیں کہ آپکی ان مغویانہ تحریفات وترکیبات سے نہ ابوسفیان کے عیوب پر پردہ پڑا ہے اور نہ پڑ سکتا ہے اس لیے کہ اوسکے عیوب نقائص ایمانی جنکو آپ اپنی قلمکاریوں سے خلوص ورسوخ ایمانی بتلانا چاہتے ہیں۔ ایسے طشت از بام اور زبان زد خاص وعام ہیں کہ اون کے چھپانے میں سواے اپنی بدنامی ورناکامی کے آپکو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا

اب آپ اپنے حدیث وتاریخ کے قدیم ماخذوں کی متواتر روایات پر توجہ وغور کریں کہ لشکر اسلام کی پر عظمت وجلال شان وشوکت کو دیکھکر ابوسفیان کا حضرت عباس سے یہ متحیرانہ سوال تاریخ طبری ابن ہشام۔ ابوالفدا مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ۔

فقال ابوسفیان سبحان الله یا عباس

سب کے آخر میں آنحضرت صلعم کے ہمراہیوں کی شان کو دیکھکر ابوسفیان نے کہا

من هولاء قال قلت هذا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في المهاجرين والانصار قال ما لاحد بهولاء قبل ولا طاقة والله يا ابا الفضل لقد اصبح ملك ابن اخيك الغداة عظيما قال قلت يا ابا سفيان انها النبوة ـ ص ۲۱۵ جلد دوم

سبحان اللہ عباس۔ یہ کون لوگ ہین حضرت عباس کہتے ہین مین نے جواب دیا کہ یہ مہاجرین وانصار کے گروہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہی ہین ابوسفیان نے حیران ہو کر کہا کہ ایسی تو پہلے کسی کی بھی قوت وشان نہین تھی قسم خدا کی اے ابوالفضل آج تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہی حضرت عباس کہتے ہین مین نے جواب دیا دائے ہو تجھپر۔ یہ اقتدار نبوت ہے۔

قریب قریب یہی عبارت طبری ابوالفدا مواہب لدنیہ۔ زرقانی اور روضۃ الاحباب مین بھی درج ہی۔ آپنے بھی اپنی کتاب مین زیادہ تر انھین ماخذون سے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہی تو پھر اس عبارت ومضمون کو کیون نہ لکھا۔ خاص کر اسلیے کہ ابوسفیان حضرت امیر معویہ کی توہین ہوتی تھی۔ کیا شبلی صاحب کے ایسے فاضل محقق کے مولفانہ تدین کے خلاف نہین ہی آپنے اس واقعہ کو غالبًا طبری کی عبارت سے نقل فرمایا ہے دیکھیے اسکے اسی صفحہ ۱۶۳۳ مین یہی عبارت درج ہی اسکے بعد طبری لکھتے ہین کہ حضرت عباس کے اس ارشاد کا جواب ابوسفیان نے ان الفاظ مین دیا۔

فقال ابو سفيان نعم قلت الحق الان بقومك فاحذرهم فخرج سريعا حتى اتى مكة

جو آپنے کہا بجا ہے حضرت عباس فرماتے ہین پھر مین نے اس سے کہا کہ اب تیرا حق یہی ہے کہ تو اپنی قوم کے پاس جا — وہان سے ابوسفیان نہایت تیزی سے چلکر مکہ مین داخل ہوگیا۔

ابوسفیان کے ساتھ احسان جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہکر ابوسفیان کو لشکر اسلام کی جو سطوت دکھلائی تھی اوس سے اپنی شان وشوکت کا اظہار خودنمائی نہین منظور تھا بلکہ جبروت قدرت کا معائنہ اور کرشمہ مشیت کا مشاہدہ مقصود تھا جس کے خلاف خود ابوسفیان اور اسکے ایسے کتنے کفار قریش ومشرکین مکہ آٹھ برس تک ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے لیکن اپنی مسلسل ومطول کوششون کے بعد بھی جنمین انکی ہزارون جانین تلف ہوئین لاکھون روپے صرف ہوے۔ کچھ بھی مفید کار نہوا۔ آج وہی اسلام ہے اور وہی اسلامیون کی جمعیت جو اس شان وشوکت اور اجلال سطوت سے ان کی آنکھون کے سامنے انکے اسی شہر مین بلا خوف وہراس داخل ہو رہی ہی جسکو وہ آٹھ برس پہلے بڑی بیرحمی۔ بڑی بیدردی اور بڑی بیباکی سے باہر نکال کر آوارہ وطن کر چکے تھے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ ابوسفیان کے جرائم ومظالم کی کوئی حد انتہا نہین تھی یہ جناب سرورخدا صلعم کے محاسن اخلاق تھے اور مکارم اشفاق حقیقتًا یہ آپ ہی کی دریادلی تھی اور لا انتہا فیاضی کہ ابوسفیان کے ایسے دشمن جان کی جان بخشی فرمادی۔ اس بناپر شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہی کہ

ابوسفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے۔ اور ایک ایک چیز اسکے قتل کی دعویدار تھی۔ مدینہ پر بار بار حملہ قبائل عرب کا دکی، اشتعال۔ آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرنیکی سازش۔ ہر چیز اسکے خون کی قیمت ہو سکتی تھی لیکن ان سب سے

بالاتر ایک اور چیز عفو نبوی تھی اس نے آہستہ سے ابوسفیان کے کان میں کہا کہ خوف کا مقام نہیں سیرۃ النبی ص ۴۷۶

احسان کی دوسری مثال یوں تو مصالح نبوت کو جو عین مصالح قدرت ہوتے ہیں بالاتمام سمجھنا عام عقل و ادراک انسانی سے بعید ہی۔ لیکن ظاہر طور پر ابوسفیان کی رعایت و معافی کے معاملات میں تدبر رسالت نے ادنیٰ ترین اور اعلیٰ ترین کی طیار مثالیں دنیا کو دکھلا دیں اور بمصداق ع در عفو لذتے است کہ در انتقام نیست۔ بتلا دیا کہ خاصان الٰہی اپنے پورے اختیار و اقتدار کے وقت بھی اپنے دشمن جان اور قاتل کے ساتھ اس عجز و انکسار اور لطف ایثار سے پیش آتے ہیں اس بنا پر یہ بالکل صحیح ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوسفیان کے ساتھ غیر متوقع جان بخشی فرمانے کا احسان خاص فرمایا۔ یا آپکے عم نامدار حضرت عباس نے جو کچھ اسکے ساتھ رعایت کی وہ سب اخلاق بنی ہاشم کے خاص مآثر تھے اور جیسے جناب رسولخدا صلعم کے خلق عظیم بدرجہ اولیٰ شریک غالب تھے کچھ ان ہی مراعات و مرافقات پر منحصر نہیں حضرت عباس کی پھر دوسری تحریک پر تالیف قلوب کی غرض خاص سے ابوسفیان کو امتیاز خاص بھی عنایت فرمایا چنانچہ طبری میں ہے

عن ابن عباس فقلت یا رسول اللہ	حضرت عباس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم ابوسفیان ایک مفاخرت پسند
ان ابا سفیان رجل یحب الفخر فاجعل له	آدمی ہے۔ اوسکے لیے کوئی امتیاز خاص عنایت ہو جو اس کی قوم میں
شیئا یکون فی قومه ... نعم من دخل	اسکے امتیاز کا باعث ہو۔ آپنے فرمایا اچھا۔ پھر یوں اعلان فرمایا کہ
دار ابی سفیان فهو امن ومن دخل	جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا آئے گا وہ امان دیا جائیگا اور جو
مسجد فهو امن ومن اغلق بابه	مسجد الحرام میں چلا آئیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص اپنے گھر کے
فهو امن ۔	دروازے بند کرکے بیٹھ رہے گا وہ بھی مامون رہے گا ص ۱۶۳۳۔

یہ ایسا مشہور و معروف واقعہ ہے کہ تمام حدیث و تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے۔ حوالوں کی ضرورت نہیں۔ مگر افسوس کہ شبلی صاحب نے اسکو بھی اپنے مقام پر نہ رہنے دیا اور نہ اپنی حالت خاص میں۔ یہ واقعہ تاریخ طبری میں وسی عبارت کے ساتھ شامل ہی جسکو آپ ابوسفیان کے معائنہ لشکر والے واقعہ میں اسی طبری سے نقل کرچکے ہیں لیکن افسوس ہے کہ آپنے اسکو اپنے سلسلہ عبارت میں اصلی مقام پر نہیں لکھا۔ بلکہ علیحدہ اعلان عام کی صورت میں اس واقعہ کے بعد درج فرمایا اور وہ اندراج بھی آپ کی عادت قطع و برید اور قلمی تحریف سے خالی نہیں رہا اور وہ یہ کہ آپنے اسکی عبارت میں حضرت عباسؓ کی تحریک سے اسکے اس شرف امتیاز عطا کیے جانے کا ذکر بالکل محو کردیا گو یا طبری میں ان ابا سفیان رجل

شبلی صاحب کی دوسری تحریف یحب الفخر (ابوسفیان ایک مفاخرت پسند آدمی ہی) حضرت عباس کی زبانی تحریک ہی نہیں ہے۔ آپ کی یہ صریح تحریف آپکے تدین مؤلفانہ کو کسقدر رذیل و ضعیف ثابت کرتی ہی۔ یہ رسوائی صرف اس لیے اٹھائی گئی ہے کہ ابوسفیان کے ساتھ اس عطایاے نبوی میں کسی کی تحریک و شرکت نہ ثابت ہو۔ بلکہ یہ

سمجھا جاوے کہ خود رسول اللہ صلعم کی نگاہ مین ابوسفیان کا ذاتی اعزاز ایسا تھا کہ بلاتحریک احدے آپنے بالنفس النفیس انکو یہ امتیاز خاص عنایت فرمایا۔ یہ اصلیت و واقعیت کے سراسر خلاف ہے۔ جیسا کہ ثابت ہوا۔

ابوسفیان کا سلسلہ واستعجاب

اس کے آگے شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

ابوسفیان نے متحیر ہو کر پھر پوچھا اب یہ کون لشکر ہے حضرت عباس نے نام تبلایا دفعتًا سردار فوج حضرت سعید بن عبادہ ہاتھ مین علم لیے ہوے برابر سے گذرے اور ابوسفیان کو دیکھکر بول اٹھے۔

بحوالہ خاص صحیح بخاری	اليوم تستحل الكعبة	اليوم يوم الملحمة
	آج کعبہ حلال کردیا جاے گا	آج گھسان کا دن ہے

سب سے آخر مین کوکبہ نبوی نمایان ہوا جس کے پرتو سے سطح خاک تک نور کا فرش بچھتا جاتا تھا حضرت زبیر ابن العوام علم بردار تھے ابوسفیان کی نظر جمال مبارک پر پڑی تو پکار اٹھے کہ حضور نے سنا سعد بن عبادہ کیا کہتے ہین ارشاد ہوا سعد بن عبادہ نے غلط کہا آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ یہ کہکر حکم دیا کہ فوج کا علم سعد سے لیکر ان کے بیٹے کو دیدیا جاوے۔ سیرۃ النبی

بخاری صاحب اور شبلی صاحب کی کھلی تحدیفین۔

تفحص حالات اور تحقیق واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی صاحب نے ان واقعات کے لکھنے کے قبل یہ ارادہ کرلیا ہے کہ کسی واقعہ کو اسکی اصلیت کے ساتھ کبھی نہین لکھین گے بلکہ اپنے مفید مطلب اسکے تمام مقامات مین قطع و برید کرتے جائین گے۔ کیون؟ اسلیے کہ ہر واقعہ مین کہین نہ کہین حضرت علیؑ کی خصوصیت کا ذکر آجاتا ہے اور کہین کہین آپکے ممدوحین خاص کی بیجا شرارت و مداخلت ثابت ہو جاتی ہے اور فطرتًا یہ دونون باتین آپکے لیے سخت دشوار اور ناگوار ثابت ہوتی ہین۔ اسلیے سواے اسکے کہ یہ باتین مرفوع القلم کردیجائین اور کوئی چارہ باقی نہین رہا۔ آپ کرین تو کیا کرین۔ لہذا ایسے مقامات خاص مین صاحبان حدیث کا عموماً اور بخاری صاحب کا دامن پکڑنا ہوتا ہے چنانچہ تمام حدیث و سیر و تاریخ کی مرویات کثیرہ سے قطع نظر کرکے آپنے اس واقعہ کو صرف بخاری کی روایت سے لکھا کیونکہ وہ آپسے زیادہ ان مرویات کی قطع و برید اور تضیع و ترکیب کے مشتاق اور موقع شناس تھے! اب سو واقعہ مین آپنے اور آپکے بخاری صاحب نے جو جو محرفانہ قلمکاریان کی ہین وہ مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ فرمائی جائین۔

بخاری صاحب نے سعد ابن عبادہ کے یہ تعریضی الفاظ لکھے ہین۔ الیوم یوم الملحمۃ۔ الیوم تستحل الکعبۃ حالانکہ ابن ہشام۔ علامہ طبری اور محدث شیرازی۔ بیک لفظ وزبان صرف کلمہ الیوم یوم الملحمۃ کو لکھتے ہین الیوم تستحل الکعبۃ خاص بخاری صاحب کی ایجاد بندہ ہے۔ حالانکہ ابن ہشام اور طبری دونون بحیثیت مورخ و زمانہ بخاری سے مقدم اور مرجح ہین بخاری صاحب اور آپ دونون لکھتے ہین کہ ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی اس تعریض کی آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ لیکن ابن ہشام لکھتے ہین کہ حضرت عمر بن خطاب نے سعد بن عبادہ کی شکایت کی۔

قال بن هشام وهو عمر ابن الخطاب فقال یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اسمعها قال سعد بن عبادة

ابن ہشام کہتے ہین یہ عمر بن خطاب تھے جنھون نے حضرت رسولخدا صلعم سے شکایت کی اور کہا یا رسول اللہ آپنے سُنا جو سعد بن عبادہ نے کہا

آپ بخاری صاحب کی زبانی لکھتے ہین کہ یہ سنکر آپنے حکم دیا کہ فوج کا علم عبادہ سے (سعد سے) لیکر اونکے بیٹے (قیس) کو دیدیا جاوے۔ حالانکہ ابن ہشام۔ طبری اور محدث شیرازی بالاتفاق لکھتے ہین۔

فقال رسول الله صلعم لعلی ابن ابیطالب ادرکه فخذ الرایة منه فکن انت الذی تدخل بها۔

پھر جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب سے فرمایا کہ فوج کا علم سعد بن عبادہ سے لیلو اور اوس علم کو لیکر شہر مین داخل ہو۔ ابن ہشام ۲۱۷ طبری ۱۶۳۶ روضۃ الاحباب ۴۲۶۔

حقیقت تو یہ ہے کہ علی کا نام ہی لینا بخاری اور شبلی صاحب کے نزدیک گناہ ہے اور ذکر کرنا تو سخت معصیت پھر وہ ذکر جسمین کسی فضیلت وخصوصیت کا اظہار ہو! اب ذرا دیکھیے حضرت علی مرتضی علیہ التحیۃ والثنا کی اس خصوصیت کے مٹانے۔ چھپانے اور گھٹانے مین بخاری صاحب اور اونکے مؤیدین نے کیا کیا قلمکاریان کی ہین! اور حضرت علی کی اس خصوصیت مین کتنے لوگون کو داخل کردیا ہے۔ اسکی تفصیل مین محدث شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو جو انھون نے اس روایت کی تحقیق وتنقید مین زیب قلم فرمائی ہے۔

علی مرتضیؑ را گفت که برو وعلم را از سعد بستان وبرفق ورافت درمکه درآئی۔ ودر روایتے آنکه علم را از سعد گرفت وبه زبیر ابن العوام داد ولولے خاص رسولؐ زبیر داشت۔ چنانچه صاحب اللوائین بمکه درآمد۔ وجمع میان این روایات مختلفه باین طریق حاصل میشود که گوئیم اوّل حکم کرده باشد علی را که علم از وے بستاند وبمکه درآید وبعد از ان بجهت استمالت خاطر سعد به پسرش تفویض فرموده باشد وسعد بجهت آنکه مبادا از پسر وے حرکتے صادر بشود که چنان نباید التماس کرده باشد که علم از وے باز گیرند بنا برین زبیر را فرموده باشد که علم از قیس بستاند وببعضے از روایات صحیحه مؤید این

حضرت علی مرتضی کو حکم فرمایا کہ جاؤ سعد سے علم لیلو اور رعایت اور نرمی کے ساتھ شہر مین داخل ہو اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعد سے علم لیکر اُنکے صاحبزادے کو دیدیا اور دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ علم آن (سعد) سے لیکر زبیر کو سپرد کیا اور آنحضرت صلعم کا علم خاص بھی زبیر کے پاس تھا چنانچہ زبیر صاحب اللوائین دونو علمون کو لیے ہوے مکہ مین داخل ہوئے! ان روایات مختلفہ مین میرے نزدیک جمع اقوال اس طریقہ سے ہوسکتی ہے کہ میری تحقیق مین پہلے علم حضرت علی مرتضی کو حوالہ فرمایا گیا اور وہ علم لیے مکہ مین داخل ہوے لیکن مکہ مین آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے محض سعد ابن عبادہ کی دلجوئی کے لحاظ سے انکے بیٹے قیس کو علم دلوادیا مگر سعد نے یہ خیال کرکے کہ لڑکے سے شاید کوئی حرکت ناشائستہ ہوجائے خدمت نبوی مین عرض کی کہ قیس سے علم لیکر کسی دوسرے صاحب کو عطا فرمادیا جاوے تو آپنے سعد کے التماس پر قیس سے علم لیکر

صحیح است (روضۃ الاحباب صفحہ ۳۲۶)

زبیر ابن العوام کو تفویض فرمایا ہوگا اور بعض روایات صحیحہ اسی طریقہ تجمیع مرویات مختلفہ کی تائید کرتی ہین ۔

حافظ جمال الدین شیرازی کی مرقومہ بالا عبارت پڑھکر بخاری اور شبلی صاحب سمجھ لین کہ کسی واقعہ کی اصلیت وحقیقت بدلنے مین اتنے انچ پیچ اور ایر پھیر سے کام لینا ہوتا ہے مگر تاہم حقیقت نہین چھپتی ہے اور اصلیت ظاہر ہی ہو جاتی ہے ۔ کما لا یخفی علی المتدبر ۔

ابوسفیان کا مکہ مین داخلہ مناسبت مقام مجبور کرتی ہے کہ مکہ مین لشکر اسلام کے داخلہ سے پہلے شبلی صاحب کے سچے مسلمان ابوسفیان کے داخلہ کی کیفیت لکھی جاوے ۔ چنانچہ محدث شیرازی کی زبانی حسب ذیل عرض ہے ۔

چون تمام لشکر بر ابوسفیان گذشتند عباس با ابوسفیان گفت زود در مکہ رو و ایشان را بترسان کہ فکرے در کار خویش بکنند و مسلمان بشوند تا خلاصی بیابند و الا ہلاک خواہند شد ۔ ابوسفیان تاختہ بمکہ در آمد و لشکر اسلام چون بذی طوی رسید توقف نمود تا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایشان رسید و در آن روز چندان گرد و غبار برخاستہ بود کہ بہ سر کوہہا می رسید و قریش از آمدن آنحضرت صلعم خبر نبود چون ابوسفیان را از دور دیدند کہ تعجیل می آید ویرا استقبال کردند و گفتند از عقب تو چیست و این غبار چیست گفت واے برشما محمد با لشکرے غرق آہن و فولاد رسید و اکثر سواران دلاور بہ نیکو کہ ہیچکس طاقت مقاومت با ایشان ندارد و گفتہ کہ ہر کہ در خانہ من در آید در امان باشد و ہر کہ سلاح بیندازد نیز در امان باشد و ہر کہ در خانہ خویش ببندد ہم در امان باشد و ہر کہ بمسجد الحرام رود در امان باشد گفتند قبحک اللہ این چہ خبر است کہ برائے ما آوردہ و ہند زوجہ وے ہم برائے استقبال او بیرون آمدہ بود ۔

جب تمام لشکر اسلام کو ابوسفیان دیکھ چکا تو حضرت عباس نے ابوسفیان سے کہا جلد مکہ مین چلے جاؤ اور لوگون کو تہدید کرو کہ وہ اپنی فکر کرین اور مسلمان ہو جائین کہ اونکی نجات ہوئے ورنہ سب ہلاک ہو جائینگے ابوسفیان دوڑتا ہوا مکہ مین آیا اور لشکر اسلام مقام ذی طوی تک پہونچکر ٹھہر گیا اس لیے کہ آنحضرت صلعم ان آکر مل جائین اسدن بہت گرد و غبار تھا کہ تمام پہاڑ کی چوٹیان گرد سے بھر گئی تھین اور اس وقت تک کفار کو آنحضرت صلعم کی آمد کی کچھ خبر نہین تھی جب لوگون نے ابوسفیان کو جلد جلد آتے دیکھا تو اوسکے استقبال کو آگے بڑھے اور اوس سے پوچھا تمہارے پیچھے کون ہے اور یہ غبار کیسا ہے ابوسفیان نے کہا کہ محمد صلعم کا لشکر ہے جو تعداد کثیر مین غرق آہن و فولاد چلا آتا ہے اور نہایت بہادران جنگ ہین جن سے کسی کو تاب مقابلت و محاربت نہین ہو سکتی ۔ محمد صلعم نے مجھسے کہا ہے کہ جو شخص میرے مکان مین آجائیگا وہ امان مین رہیگا اور جو اپنے ہتھیار ڈالدیگا وہ بھی امان مین رہیگا اور جو شخص گھر مین بیٹھکر دروازہ بند کر لیگا وہ بھی امان پائیگا اور جو شخص مسجد الحرام مین جائیگا وہ بھی امان پائیگا یہ سنکر سب نے کہا خدا تجھے ذلیل کرے کیسی خبر لو لایا ہے ۔ ہند ابوسفیان کی زوجہ بھی شوہر کے استقبال کو آئی تھی شوہر کی ان باتون کلام کو سنکر بیتاب ہو گئی شوہر کی داڑھی پکڑ لی اور اوسکی ٹھڑی لت کی

شنید کہ شوہرش این نوع کلام می اندحمل نیاورد و ریش شوہر را
بگرفت و بروے خواری بسیار کرد و گفت یا آل غالب بکشید این احمق را
تا این سخنان نگوید ابوسفیان گفت ہر خواری کہ خواہی بکن
سوگند میخورم کہ اگر مسلمان نشوی گردنت بخواہند زد پس در خانہ
خویش درآئی و در را در بند ص۴۲۷

اور پھر چلا کر کہنے لگی اے آل غالب اس بوڑھے احمق کو مار ڈالو کہ پھر
ایسے احمقانہ کلام نکرے۔ ابوسفیان نے جواب دیا میری جو ذلت چاہو کرو
مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو مسلمان نہوجاے تو تیری گردن کاٹ
لیجائیگی۔ جلد اپنے مکان میں چلی جا اور دروازے بند کرکے
بیٹھ رہ ص۴۲۷ -

مکہ معظمہ میں آنحضرت صلعم کا فاتحانہ لیکن بالکل نخونریزانہ داخلہ

کوکبۂ رسالت مہاجر و انصار کی جمعیت کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ داخلہ سے پہلے
شہر میں جانے کا یہ انتظام فرمایا گیا کہ چند ممتازین کی ماتحتی میں مختلف قبائل کی جماعتیں
سپرد کرکے متفرق راستوں سے شہر میں انکو داخل ہونیکا حکم دیا گیا حفظ ماتقدم کی یہ اعلی تدبیر تھی اسلیے کہ
اگرچہ قریش میں اب کوئی جان باقی نہیں تھی لیکن دشمن تو کسی حالت میں ہو بہرکیف دشمن ہے دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد
چنانچہ خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ اسلام کے ساتھ جہاں قریش نے ایک حرکت مذبوحی دکھلاہی دی -
جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے -

خالد بن ولید کے دستہ فوج کا مقابلہ و مقاتلہ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حفظ ماتقدم کے لحاظ سے لشکر اسلامی کے متفرق دستے مختلف
راستوں سے شہر میں بھیجے گئے تھے اور علی العموم انکو ابتداءً قتال و کشت و خون سے
تا وقتیکہ مدافعانہ طور پر حفاظت جان کی ضرورت نہ واقع ہووے سخت تاکید کے ساتھ منع کردیا گیا تھا لیکن تاہم
خالد بن ولید والے ماتحتی دستۂ فوج کو دست بقبضہ ہونے کی ضرورت پیش آ ہی گئی شبلی صاحب ان الفاظ
مختصرہ میں حقیقت حال بیان فرماتے ہیں -

قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا قصد کیا اور خالد کی فوج پر تیر برسائے چنانچہ دو صاحب کرز بن جابر فہری
اور حبیش بن اشعر نے شہادت پائی حضرت خالد نے مجبور ہو کر حملہ کیا۔ یہ لوگ ۱۳ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلواروں کا چمکنا دیکھا تو خالد سے باز پرس کی لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ
ابتدا مخالفین نے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قضاے الہی یونہی تھی ص۴۲۷ -

شبلی صاحب تو اشاروں میں باتیں کر گئے اور تفصیل ہمارے لیے چھوڑ گئے۔ روضۃ الاحباب میں
محدث شیرازی لکھتے ہیں -

ہمہ طوائف را آنحضرت گفت باید کہ ہیچکس مقابلہ
و محاربہ نکند مگر آنکس خیرگی نماید و باشما مقابلہ و محاربہ کنند

آنحضرت صلعم نے ہر دستہ فوج کو حکم تاکیدی فرما دیا تھا کہ کسی سے
مقابلہ و محاربہ نکیا جاوے سواے اس شخص کے جو تم سے بدی کرے

عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو جماعتے از بنی بکر و
بنی حارث بن عبد مناف و گروہے از ہذیل احابیش
سر راہ خالد گرفتند دور موضعے کہ آن را خندمہ
می گفتند با وے محاربہ آغاز کردند خالد بضرورت
با ایشان مقاتلہ نمود و جنگ عظیم واقع شد چنانچہ
بحزورہ کہ نزدیک باب مسجد الحرام است رسیدند و بست
مرد از بنی بکر و چہار مرد از ہذیل بکشتند و از فوج خالد
دو کس بقتل آمدند یکے حبیش بن الاشعری و دیگر
کرز بن جابر بود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از دور شعاع
شمشیر و نیزہ بدید و پرسید کہ این چیست . نہ نہی کردہ
بودم از قتال بعرض رسانیدند کہ گمان می بریم کہ جماعتے
با خالد بجنگ بیرون آمدہ باشند و خالد را ضرورت
شدہ باشد کہ با ایشان مقاتلہ نماید چون آن فتنہ تسکین
یافت حضرت با خالد گفت چون نہی کردہ بودم چرا
جنگ کردی خالد جواب داد کہ ایشان ابتدا نمودند
بقتال و ما را بضرورت دفع بایست کرد۔ فرمود
قضاء اللہ خیرًا و طبرانی بطریق ابن عباس روایت آورد
میکند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چون بمکہ
درآمد گفتند یا رسول اللہ این خالد بن ولید
است کہ شمشیر کشید و اہل مکہ را می کشد آن
سرور یکے از اصحاب را فرستاد تا خالد را
گوید ارفع عنہم السیف یعنی شمشیر از
ایشان بردار و کیان را کشتن آمرد نیزد خالد آمد
و گفت پیغمبر صلعم میگوید صنع فیہم السیف یعنی شمشیر در ایشان بنہ و بر ہر کہ دست یابی بکش پس خالد ہفتاد کس را در آن روز بکشت[۴۲۷]

مقابلہ اور مقاتلہ کرے۔ عکرمہ بن ابی جہل سہیل بن عمرو بنی بکر۔
بنی حارث بن عبد مناف۔ بنی ہذیل اور احابیش مکہ کی جماعتین
لیکر خالد کی راہ روکنے آئے اور مقام خندمہ پر خالد کے ہمراہیون
حائل ہوئے اس ضرورت و مجبوری سے خالد نے اُن پر تلوار کھینچی۔ بڑی
لڑائی ہوئی اور ایسی کہ فرورہ۔ باب کعبہ کے قریبی مقام تک لوگ پہونچ گئے
بنی بکر کے بیس آدمی۔ بنی ہذیل کے چار آدمی مارے گئے اور خالد کی فوج سے
دو آدمی کام آئے ایک حبیش بن الاشعری اور ایک کرز بن جابر۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تلوار و نیزہ کی چمک دیکھی تو پوچھا کیا ہے
کیا مین نے جدال و قتال سے منع کر دیا تھا لوگون نے عرض کی ہمارا گمان
یہ ہے کہ کوئی جماعت خالد سے برسر راہ ہوئی ہوگی سلیے خالد کو ان سے
مقابلہ کی ضرورت ہوئی ہوگی جب یہ فتنہ فرو ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے
خالد سے پوچھا کہ جب ہم نے تمھین کشت و خون سے منع کر دیا تھا
تو تم کیون لڑے خالد نے جواب دیا کہ انھین لوگون نے
جنگ کی ابتدا کر دی تو ہمکو بھی مدافعت کی ضرورت سے
لڑنا پڑا۔ یہ سُنکر آپنے فرمایا۔ خیر مرضی خدا ایسی تھی۔
طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس کے طریق سے لکھتے ہین
کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مین
داخل ہوئے تو آپ سے لوگون نے عرض کی کہ خالد
تلوار کھینچ کر مکہ والون کو مارے ڈالتے ہین۔ یہ سنکر
آپنے ایک صحابی کو بھیجکر خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ
اون پر سے تلوار اٹھا لو۔ انھون نے جا کر کہا کہ
اون کو تلوارون کے نیچے رکھ لو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
خالد نے اوس دن ستر آدمیون کی جان لے لی۔

تفصیلی حقیقت یہ تھی جو محدث شیرازی کی زبانی لکھکر دکھلادی گئی اب تحقیق طلب اور انصاف پسند حضرات خود سمجھ لیں کہ وہ شبلی صاحب کے مرقومہ بالا اختصارات سے کہاں تک حقیقت حال معلوم کر سکتے تھے اور اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیا جائے گا کہ شبلی صاحب کو اس کوتہ رقمی اور قصیر القلمی کی کون سی مجبوری تھی یہی نہ کہ حضرت خالد کی عجلت فی القتال اور ایک دوسرے صحابی صاحب کی غایت درجہ کی خوش فہمی اور عقلمندی ثابت ہو جائے۔

اسکے بعد شبلی صاحب داخلہ اور قیام مکہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

عقیل بن ابیطالب پر بیجا الزام

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور قیام کہاں فرمائیں گے کیا اپنے قدیم مکان میں؟ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ابوطالب آنحضرت صلعم کے چچا نے انتقال کیا تو انکے صاحبزادے عقیل اسوقت کافر تھے اسلیے وہی وارث ہوئے انھوں نے یہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے اس بنا پر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا جہاں اتروں۔ اسلیے مقام خیف میں ٹھیروں گا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں قریش نے ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم اور خاندان بنی ہاشم کو مکہ سے نکالکر محصور کر دیا تھا۔ ص ۳۲۵۔

ابن ہشام طبری اور ابوالفدا وغیرہ نے اس واقعہ کی تصریح نہیں کی ہے۔ ان بخاری صاحب یا ان کے بعد کے محدثین نے لکھا ہے۔ اس بنا پر اسکی صحت معیار تاریخی تک کامل نہیں اور قرین ہے کہ بخاری ہی صاحب نے اسکو حضرت ابوطالب و عقیل کے اظہار کفر کی ضرورت سے اس کا اضافہ فرمایا ہو اور تقلید اسلاف کی مجبوری سے شبلی صاحب نے بھی نقل کر دیا ہو۔

بہرحال اگر یہ صحیح بھی مان لیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا استفسار کیا گیا اور آپ نے تعریضاً عقیل کے تصرف بالبیع کی طرف یہ اشارت بھی فرمائی تو بالکل صحیح ارشاد ہوا جبکہ حضرت ابوطالب کے انتقال کیوقت طالب و عقیل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے اور اُن کے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی۔ اسی طرح جعفر اور علی مرتضیٰ آنحضرت صلعم کے ہمراہ مدینہ میں تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ عقیل و طالب یہاں موجود تھے تو باقی مکانات مکہ پر قابض و متصرف ہوئے۔ جب طالب جنگ بدر کے بعد مفقود الخبر ہو گئے تو عقیل نے اپنی ضرورت سے اسکو بیچ ڈالا۔ اس موقع پر مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی لکھتے ہیں۔

وکان عقیل ورث ابا طالب ہو و طالب ولم یرث جعفر ولا علی شیئا لانہما کانا مسلمین۔

ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے لیا۔ اس میں حضرت جعفر اور حضرت علی کو کچھ بھی نہیں ملا کیونکہ یہ دونوں بزرگوار مسلمان ہو چکے تھے۔

زرقانی اسکی شرح میں حافظ ابن حجر کا یہ قول لکھتے ہیں۔

قال الحافظ هذا یدل علی تقدم هذا الحکم من اوائل الاسلام لموت ابی طالب قبل الهجرة فلما هاجر استولی عقیل وطالب علی الدار کلها باعتبار ما ورثاه وباعتبار ترکه صلی الله علیه وآله وسلم لحقه منها بالهجرة وفقد طالب ببدر فباع عقیل الدار کلها واختلف فی تقریره علیه الصلوٰة والسلام عقیلا علی ما یخصه فقیل ترک له ذلک تفضلا علیه وقیل استمالة وتالیفا وقیل تصحیحا لتصرفات الجاهلیة کما تصحح انکحتهم قال الخطابی انما لم ینزل فیها لانها دور هجروها لله فلم یرجعوا فیما ترکوه وتعقب بان سیاق الحدیث یقتضی ان عقیلا باعها ومفهومه انه لو ترکها لنزلها

حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم قدیم اوائل اسلام سے جاری ہے کیونکہ حضرت ابیطالب کی موت ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے جب آنحضرت صلعم ہجرت کر گئے تو ان مکانات پر عقیل اور طالب قابض ہو گئے دونوں اعتبار سے باعتبار وراثت بھی اور باعتبار اسکے کہ آنحضرت صلعم خود اسکو چھوڑ کر چلے گئے جب طالب جنگ بدر میں مفقود الخبر ہو گئے تو عقیل نے ان مکانوں کو بیچ ڈالا آنحضرت صلعم کے اس تقریر میں عقیل کو مخصوص فرمانیکے متعلق بہت مختلف اقوال آئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے تفضل خاص سے اپنا ترکہ انہیں چھوڑ دیا بعض کہتے ہیں آنکی دلجوئی اور تالیف کی غرض سے ایسا فرمایا گیا اور بعضوں کا قول ہے کہ اس دستور جاہلیت کی تصحیح کرنیکے خیال سے ایسا کیا گیا جیسا کہ جاہلیت کے نکاح بھی سب صحیح و درست قرار دیئے گئے۔ سیاق حدیث سے بھی یہ مترشح ہوتا ہے کہ عقیل ان مکانات کو بیچ چکے تھے اور مفہوم حدیث یہ بتاتا ہے کہ اگر عقیل انہیں نہ بیچے ہوتے تو آنحضرت صلعم انہیں مکانات میں ٹھہرتے

اس عبارت کے نقل کرنے سے میرا مقصود صرف اتنا تھا کہ جس غرض سے شبلی صاحب اور بخاری صاحب نے اس واقعہ کو بخلاف ارباب سیر و تاریخ مشتہر کرنا چاہا تھا وہ یعنی کہ عقیل کا غصب اور تصرف غیر جائز ان کا ثابت ہو ان کے کفر کا اعلان ہو اور اخلاق بنی ہاشم کی توہین ظاہر ہو۔ وہ ایک بھی ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ بخلاف اس کے جو فعل عقیل نے کیا وہ آنحضرت صلعم کے نزدیک صحیح و درست تھا۔ بلکہ ان تمام امور میں عقیل کے ساتھ تفضلات و مراعات خاص عمل میں لائے گئے۔

اس کے بعد شبلی صاحب داخلہ بیت الحرام اور انہدام اصنام کی کیفیت لکھتے ہیں اور بیچ کے تمام واقعات و حالات مرفوع القلم فرما دیتے ہیں۔ اس لیے کہ انمیں بدقسمتی سے اہلبیت اور بنی ہاشم کا ذکر خصوصیت سے ہے ہم اسکو

له حافظ ابن حجر کی اس عبارت سے رسول اللہ صلعم کے ترکہ کا وجود تو ثابت ہوا عام اس سے کہ آپکی حیات تک وہ کسی بابین قائم کیا جائے اور حدیث تو آپکے وجود ترکہ ہی کو غائب کر دیا تھا۔ انصاف یہ ہے حضرت خود سمجھ لیں کہ آپ ایک زمانہ حیات تک ترکہ چھوڑ سکتے تھے اور دوسرے حصہ میں نہیں کیا یہ تکریب عقل ہے؟ (المؤلف عفی عنہ)

تاریخ طبری ابن ہشام۔ روضۃ الاحباب اور شرح زرقانی سے ترجمہ کرکے ذیل مین لکھتے ہین ۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام خیف مین جو شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا مقام حجون مین آپکے لیے خیمہ نصب فرمایا گیا۔ آپ خیمہ مین تشریف لائے۔ گرد وغبار سے جسم ولباس مبارک بالکل آلودہ ہو رہا تھا۔ فوراً غسل کا تہیہ فرمایا خیمہ مین بروایتے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اور بروایتے حضرت ابوذر غفاری رضی نے چادر کا پردہ کھینچ دیا اور آپ اوس پردہ کے اندر جاکر غسل فرمانے لگے ۔

حضرت ام ہانی کا مکان دار الامان قرار دیا

غسل سے فارغ ہوکر کپڑے بدل رہے تھے کہ اس اثنا مین حضرت ام ہانی بنت ابیطالب خیمہ اقدس مین آئین۔ جناب سیدہ سے آنحضرت صلعم کو پوچھا معلوم ہوا کہ غسل فرما رہے ہین اتنے مین آپ حجاب سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اهلا و مرحبا یا ام هانی ما جاء بك اهلاً و مرحبا اے ام ہانی کہو کیون آئی ہو۔ ام ہانی نے عرض کی کہ میرے گھر مین میرے شوہر کے دو عزیز آکر چھپے ہین میرے بھائی علی مرتضیٰ نے اونھین دیکھ پایا ہے انکو قتل کرنا چاہتے ہین۔ آپ میری خاطر انکی جان بخشی فرمادین۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا قد اجرنا من اجرت یا ام هانی جا اے ام ہانی جسکو تم نے امان دی اوسکو مین نے بھی امان دی۔

ام ہانی کے گھر مین رسول اللہ کی ضیافت

اسکے بعد پھر آپ ام ہانی کے گھر مین تشریف لائے اور ارشاد کیا کچھ کھانیکو لاؤ۔ ام ہانی نے عرض کی بجز نان وسرکہ کے اور کچھ بھی نہین ہے اور مین حضور کے سامنے اوس کے پیش کرنے سے شرماتی ہون ارشاد ہوا۔

هاتی بين فكسرهن في	لاؤ۔ روٹی کے ٹکڑے کرڈالو۔ اور پانی مین اونکو بھگو کر اوپر
ماء وجائنی بملح	نمک چھڑک دو۔

سبحان اللہ وبحمدہ۔ روز فتح یہ کھانا فاتح اعظم کا ناشتہ ہے صلوا علیہ وآلہ ۔

ام ہانی کا بیان ہے۔

فالقیه فصبه على الطعام واكل	پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھانا کھالیا اوس کے بعد
منه ثم حمد الله تعالى ثم قال نعم الادم	خدا کا شکر ادا کیا اور مجھے ارشاد فرمایا اے ام ہانی سب سے بہتر
الخل يا ام هانی لا يقفر بيت فيه خل ۔	دسترخوان ہی جس پر سرکہ موجود رہو۔ اور اوس گھر مین فقر نہین آتا
زرقانی باسناد طبرانی ص۳۷۵ مصر	جس گھر مین سرکہ موجود ہوتا ہی۔

بروایت روضۃ الاحباب خانہ ام ہانی مین آٹھ رکعت نماز دو دو رکعت کرکے صوت خفی کے ساتھ پڑھی گئی اسکے بعد آپ وہان سے برآمد ہوئے تو مہاجر وانصار کی مسلح جماعت دروازے پر منتظر کھڑی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بھی سلاح حربی زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔

حرم محترم مین داخلہ

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروایتے شعب ابیطالب سے بروایتے خانہ ام ہانی سے مسلح ہوکر برآمد ہوئے۔ جہان قاروں نے ہاتھون ہاتھ لیا اور پروانہ وار شمع رسالت کے گرد و پیش ہو گئے۔ چونکہ بیرون شہر سے مسجد الحرام تک ایک گونہ مسافت تھی اسلیے آپنے ناقہ پر جلوس فرمایا اور اخلاص مندون کا گروہ آراستہ ہوکر خرامان خرامان ہمراہ چلا۔

کرشمۂ قدرت کا پورا نظارہ تھا اور تصرفات مشیت کا کامل مشاہدہ جس مقام مین تین برس تک یہ مقدس ہستی محصور کی گئی تھی جسکے لیے آب و دانہ کا فرق تھا آمد و رفت مسدود۔ خرید و فروخت ممنوع تھی جس سے تعلقات قومی و مالی اور توسلات حسبی و نسبی مقطوع کر دیے گئے تھے۔ گویا اسی جس بیجا کی ضیق النفسی مین اسکے لیے دم بھر کی زندگی بھی ناممکن ٹھہرا دی گئی تھی۔ آج اسی مقام۔ اسی مکان اور اسی زمین سے وہ پیکر مطہر۔ وہ مقدس ہستی وہ وجود ذیجود انکا تاجدار۔ انکا حکمران اور انکا سردار بنکر کامل فتح و کامرانی کے ساتھ اون پر حکمرانی کرنیکے لیے تشریف فرما ہورہا ہے تمام عمائد۔ انکا برادر سرداران قریش کی گردنین اطاعت کے لیے خم ہین اور سرہاے نیاز افگندہ ہین۔ سرمستان تمرد و جہالت اور سرگشتگان کفر و ضلالت کی جوق جوق جماعت دروازۂ شہر سے لیکر باب بیت اللہ معظم تک ہزار حسرت و عبرت کے ساتھ کوکبۂ رسالت کی موجودہ شان و شوکت کو دیکھ رہی ہے اور دیوار کی صورت خاموش کھڑی ہے انکے دورویہ قطار کے درمیان سے مہاجر و انصار اور عقیدتمندان جان نثار کی جماعت تکبیرون کے نعرے لگاتی ہوئی اور خود زبان اقدس رسالت آیہ۔ فتحنا لک فتحا مبینا کی تلاوت فرماتی ہوئی خرامان خرامان گزر رہی ہے شہنشاہ رسالت کے خاص جذبات کی یہ حالت ہے کہ آپ بار بار شکریۂ الٰہی مین خم ہو جاتے ہین اور ارشاد فرماتے ہین

پروردگار۔ اصل کامرانی عاقبت کی کامرانی ہے

کس قدر معرفت اور حقیقت مین ڈوبا ہوا کلمہ ہے۔ جو باوجود ان تمام سامان و اسباب ظاہر کے مجاز کے کسی شائبہ اظہار کو پاس نہین آنے دیتا اسی سے قلب منور کے جذبات صحیحہ کا پتا چل جاتا ہے چنانچہ اسی کیفیات خاص کے متعلق امام قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

انه صلی الله علیه واله وسلم وضع راسه تواضعا لله لما رای ما اکرمه الله به من الفتح حتے ان راسه لتکاد تمس

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرق مبارک اٹھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اظہار تواضع کی غرض سے فرق مبارک جھکا دیا تھا اسلیے کہ فتح مکہ کے موجودہ مشاہدہ سے جو خدا نے مکرمت آپکو عطا فرمائی تھی وہ آپکے پیش نظر تھی تا آپنے اس عطیۂ الٰہی کے

سجدہ شکر ادا و خضوعا — شکریہ مین اور عظمت خداوندی کے اظہار مین اسقدر فرق مبارک کو

عظمتہ — زرقانی مصر ص ۳۶۹ — جھکا دیا تھا کہ پالان شتر سے ملحق ہونیکے قریب پہنچ گیا تھا۔ زرقانی مصر ص ۳۶۹

احکام امن۔ انھین جذبات نورانی کا تقاضہ تھا کہ داخلہ شہر سے پہلے تمام لشکر اسلام مین حکم عام دیا گیا تھا

(۱) جو شخص ہتھیار رکھدے۔ اسے قتل مکرو۔

(۲) جو شخص خانہ کعبہ مین پناہ لے قتل نہ کیا جاوے۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کرکے بیٹھ رہے قتل نکیا جاوے۔

(۴) جو شخص ابو سفیان کے گھر مین چھپ رہے اسکو امان دیجاوے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر مین چھپ رہے اوسکو امان دیجاوے۔

(۶) بھاگنے والون کا تعاقب نکیا جاوے۔

(۷) زخمیون کو نہ قتل کرو۔

(۸) قیدیون کو نہ قتل کرو۔

مخالفین اسلام حضرت موسیٰ کے داخلہ مدین اور بنی اسرائیل اور روم کے قتل عام اور اونکے ساتھ بدانتقام کے احکام توریت مین پڑھین اور زمانہ حال کے عیسائی متعصبین شاہ قسطنطنیہ کا شہر قسطنطنیہ مین داخلہ اور رعایا مفتوحہ کے قتل عام کی سرگزشت اپنی تاریخ قدیم مین دیکھین۔ پھر ان داخلون کے حالات و واقعات کو پیغمبر عرب اور فاتح مکہ کے حالات فتوحات سے مقابلہ و موازنہ کرکے خود بتلائین کہ رحمت عالم اور خلق مجسم کی یہ شان ہوتی ہے صلی اللہ علیہ و آلہ۔

افسوس ہے شبلی صاحب نے ان تمام حالات کی تفصیل سے بے درد چشم پوشی اختیار فرمائی ہے جو حقیقتاً حق پوشی اور حق فراموشی ہے۔

حضرت عمر کی نسبت بت شکنی کا غلط دعویٰ

شبلی صاحب اسکے آگے بیان فرماتے ہین۔

خدا کی شان! حرم محترم جو خلیل بت شکن کی یادگار تھا۔ اوسکی آغوش مین ۳۶۰ بت جاگزین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے جنکو قریش خدا مانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کعبہ مین داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب نکلوا دیئے جائین حضرت عمر نے اندر جا کر جسقدر تصویرین تھین

وہ بھی مٹا دین ۔ حرم ان آلائشون سے پاک ہو چکا تو آپنے عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے ۔ کنجی
طلب کی اور دروازہ کھلوایا آپ حضرت بلال اور طلحہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی بخاری کی
روایت مین ہو کہ کعبہ کے اندر تکبیرین کہین ۔ نماز نہین ادا کی ص ۳۷۹

شبلی صاحب کے یہی مختصرات ہین جو ان واقعات کی تفصیل مین حوالہ قلم فرمائے گئے ہین لیکن آپکی
موقع شناسی البتہ قابل داد ہے کہ اس مختصر پسندی اور زود نویسی مین حضرت عمر کی خصوصیت یاد رہی ۔ (کاش
دوسرونکی خصوصیتین بھی یونہین یاد رکھی جاتین) ۔ اگرچہ تحقیق سے وہ کیسی ہی ثابت نہ ہوتی ہو ۔

شبلی صاحب اور واقعہ بت شکنی کا استخفاف

بہر حال حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ اور اسکی اصلیت کیا ہو اور اسکا موقع
کون ہو ۔ اسکو تو ہم پیچھے بیان کرینگے پہلے ہم شبلی صاحب کی اُن قلمکاریون کی حقیقت کا انکشاف
کرتے ہین جو آپنے محض بیوقت بے موقع اور بے محل حضرت عمر کی مداخلت فی الکعبہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہو اور
خلاف واقع ہونیکی وجہ سے آپکے اس بے موقع بیان مصنوعی مین جو اشکال واقع ہوئے ہین وہ یہ ہین ۔

(۱) اوّل تو حضرت عمر کے تصویرون کے مٹانے کے واقعہ کو ارباب تاریخ و سیر اور اصحاب حدیث وغیرہ نے
بہت کم لکھا ہے اور لکھا بھی ہے تو واقعہ بت شکنی کے بعد ۔ ملاحظہ ہو شرح زرقانی ۔

(۲) آپنے واقعہ بت شکنی کو کلیۃً مرفوع القلم فرمادیا محض اس خوف سے کہ اوس مین خواہ مخواہ حضرت علی
کی بت شکنی کا ذکر ضرور کرنا ہوگا ۔ صرف اتنا لکھدیا کہ آنحضرت صلعم ہر ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے
جاء الحق الخ اس ترکیب تلخیص و تلمیح سے تمام واقعہ کو ناقص و ناکامل چھوڑ دیا ۔

(۳) آپنے اس واقعہ کو دخول کعبہ سے پہلے بتلایا جس سے معلوم ہوا کہ آپکے ٹھوکے دینے سے جو بت ٹوٹے
تھے ۔ وہ وہی تھے جو خانہ کعبہ کے باہر رکھے ہوئے تھے ۔ یا باہر نصب تھے ۔ کیونکہ ابھی تک دروازہ مقفل تھا ۔ نہ
کلید بردار آیا تھا ۔ نہ کنجی لی گئی تھی ۔ نہ دروازہ کھلا تھا عثمان بن طلحہ سے کنجی منگانے اور طلحہ و بلال کے ساتھ کعبہ کے
اندر جانیکے حالات تو آپنے پیچھے لکھے ہین ۔

(۴) بتون کے ٹھوکے دینے کے بعد ہی آپنے حضرت عمر کے تصویرین مٹانے کا واقعہ لکھا ہو ۔ تو پہلے بتون
کی طرح معلوم ہوتا ہے یہ تصویرین بھی باہر کی دیوارون پر منقوش تھین جن کو حضرت عمر نے مٹایا ۔ اور یہ بھی
دخول بیت اللہ سے قبل واقع ہوا ۔

لیکن مشکل یہ پڑتی ہے کہ آپ تصویر مٹانے کے واقعات کو بھی خانہ کعبہ کے اندر بتلاتے ہین ۔ جیسا کہ لکھا گیا ہو
کہ حضرت عمر نے اندر جاکر تصویرین مٹادین ،، سوال یہ ہے کہ ابھی تو نہ کنجی آئی ۔ نہ کلید بردار حاضر ہوا ۔ پھر حضرت عمر

بقول آپکے اندر چلے کیسے گئے جب آپکے کلید بردار وا پے بعد کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ قبل کا واقعہ ہی تو آپکا یہ لکھنا کہ حضرت عمر نے اندر جا کر تصویرین مٹادین کیسے صحیح ہوسکتا ہی۔ بالآخر یہ کہنا پڑیگا کہ آپکے بیان مین تاخیر و تقدیم کا تناقض پیدا ہو گیا ہی اور حضرت عمر کی صرف خصوصیت کے غیر متحمل اشتیاق مین زود نویسی کی وجہ سے آپکو پس و پیش کا بھی خیال نہین رہا حقیقت یہ ہی کہ کعبہ کے اندر جانیکا واقعہ دروازہ کھلنے کے بعد کا ہی لیکن آپنے بلا خیال تقدیم و تاخیر اسکو کلید بردار کے آنے سے پہلے لکھدیا ہے اسلیے مبہم بھی ہو گیا ہی اور غلط بھی۔ اگر ہم اسکی تفصیلی حقیقت یہین لکھدین تو پھر ہمارے سلسلہ کلام مین بھی وہی عیب تناقض پیدا ہو جاے گا۔ اسلیے ہم اسکی حقیقت کو اسکے مقام پر لکھین گے پہلے ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بت شکنی کی تفصیل عرض کرتے ہین مواہب لدنیہ مین امام قسطلانی لکھتے ہین

حضرت علی در بت شکنی کی خدمت

وبقی صنم خزاعة فوق الکعبة وکان من قوارير صفر فقال یا علی ارم به فحمله علیہ السلام حتی صعد ورمی به وکسره فجعل اهل مکة یتعجبون ـ

خزاعہ کے بت باقی رہگئے تھے جو کعبہ معظمہ کی چھت پر نصب تھے اور سیسہ کی بنی ہوئی شکلین قارورے کی طرح مدور اور خرطومی تھین۔ آپنے حضرت علی سے ارشاد فرمایا کہ انھین توڑ ڈالو یہ کہکر آپنے انکو اٹھایا یہان تک کہ آپ (حضرت علی) اسیطرح اوپر چڑھ گئے۔ اور انکو نیچے گرا کر چور چور کر دیا اور اہل مکہ تعجب سے دیکھنے لگے۔

اسکی شرح مین زرقانی لکھتے ہین۔

انتهی کلام ابن نقیب فی سیاقه فی هذه القصة الاخیر اختصار فقد روٰه ابن ابی شیبة والحاکم عن علی قال انطلق رسول الله صلعم حتی اتی الی الکعبة فقال اجلس فجلست الی جنب الکعبة فصعد علی منکبی ثم قال انهض فنهضت فلما رای ضعفی تحته قال اجلس فجلست ثم قال یا علی اصعد علی منکبی ففعلت فلما نهض لی نیل لی لو شئت قلت افق السماء

زرقانی لکھتے ہین کہ صاحب مواہب لدنیہ نے ابن نقیب کا کلام یہان تک لکھکر تمام کر دیا ہی لیکن ابن نقیب نے اس قصہ کے سیاق عبارت مین اختصار اختیار کیا ہی اور ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت علی سے اس واقعہ کی تفصیل یون بیان کی ہی کہ حضرت علی بیان کرتے ہین کہ جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے پاس آے اور مین بھی کعبہ سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھسے ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ مین کعبہ کے پہلو مین بیٹھ گیا تو آپ میرے کاندھے پر سوار ہو گئے۔ اور مجھسے ارشاد کیا کھڑے ہو جاؤ مین حسب الحکم اٹھ کھڑا ہوا لیکن آپنے میرے ضعف جسمانی کو دیکھا تو پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مین ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تو مجھسے ارشاد ہوا اے علی تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ مینے اتنا لا للامر ایسے ہی تعمیل کی۔

فصعدت فوق الکعبۃ وتنحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الق صنمہم الاکبر وکان من نحاس موتد باوتاد من حدید الی الارض فقال علیہ السلام عالجہ و یقول لی ایہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ولم ازل اعالجہ حتی استمکنت منہ۔ (ص ۳۸۷ جلد دوم مطبوعہ مصر)

جب میں آپکے دوش مبارک پر چڑھا تو مجھے اسوقت خیال آیا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں تک پہونچ جاؤں پھر میں بیت اللہ پر چڑھ گیا۔ اوسپر کانسہ کی مورت رکھی تھی اور وہ تانبے کی اور لوہے کی میخوں سے جڑی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اس بڑی مورت کو اکھاڑ کر پھینکدو اور آیہ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا پڑھتے رہے یہانتک کہ میں نے اوسکو ہلا ہلا کر اسپر پورا قابو پالیا۔

زرقانی نے امام حاکم کی بھی یہی عبارت لکھی ہے جسکا آخر فقرہ یہ ہے۔

فَقَالَ لِیْ اَقْذِفْهُ فَقَذَفْتُهُ پھر آپنے مجھے حکم دیا کہ اُس کو پھینکدو۔ پس میں نے اسے نیچے پھینکدیا۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند و مناقب میں اور امام نسائی خصائص میں بھی اس روایت کو لکھتے ہیں اور آخر میں اتنا اضافہ فرماتے ہیں۔

صعدت علی البیت وعلیہ تمثال صفر اونحاس فجعلہ ازالہ عن یمینہ وشمالہ ومن بین یدیہ ومن خلفہ حتی اذا استمکنت منہ قال لی رسول اللہ اقذف بہ فقذفت بہ فتکسر کما تتکسر القواریر ثم نزلت فانطلقت انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نستبق حتی توارینا بالبیوت خشیۃ ان یلقانا احد من الناس (رجح المطالب ص ۲۶۷)

(سلسلہ روایت میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں) میں بیت اللہ پر چڑھ گیا اوس پر کانسے یا تانبے کی مورت تھی میں اسے داہنے بائیں آگے پیچھے سے ہلانے لگا جب میں نے اُس پر قابو پالیا تو آنحضرت صلعم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسے پھینکدو۔ میں نے اُسے اٹھا کر پھینکدیا وہ مورت کانچ کی طرح سے ٹوٹ گئی۔ پھر میں اتر آیا اور جناب سرور کائنات صلعم کے ساتھ دوڑ کر گھر میں چھپ رہا تاکہ کوئی آدمی مجھے (کافروں میں سے) دیکھ نہ لے۔

تفسیر نیشاپوری میں بھی۔ زیر تفسیر آیہ جاء الحق وزہق الباطل ایسے ہی لیکن مختصر الفاظ میں یہ واقعہ تحریر ہے۔ حافظ جمال الدین محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہیں۔

چند بت بزرگ در موضع بلند نہادہ بودند چنانکہ دست آن نبی رسید علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بعرض رسانید کہ یارسول اللہ پاے مبارک بر کف من نہ و این اصنام را فرود آر۔ آنسرور فرمود۔ یا علیؑ ترا طاقت ثقل نبوت نیست

چند بت بڑے بڑے ایسے مقام بلند پر رکھے تھے کہ آنحضرت صلعم کے دست مبارک اُن تک نہیں پہونچ سکتے تھے یہ دیکھ کر جناب علی مرتضیٰ نے عرض کی یارسول اللہ صلعم آپ میرے کندھے پر پائے مبارک رکھکر چڑھجائیں اور ان بتوں کو

تو پاے خود برکتف من نہ واین کار بکن حضرت علیہ
اتثالاً للامر پاے برکتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نہاد وآنہارا فرد گرفت دراین حالت
حضرت از وے پرسید کہ خود راچگونہ می یابی گفت
یارسول اللہ صلعم چنان می بینم کہ حجت مکشوف شدہ
وگوئیا سرمن بساق عرش رسیدہ وبہرچہ دست دراز
میکنم بدست می آید حضرت فرمود اے علی خوشا وقت
توکہ کارحق میکنی وحبذا حال من کہ بارحق می کشم وروایتے
آنکہ فرمود یا علی رسیدی انچہ می خواستی علی درجواب گفت
آرے بخدا ئیکہ ترا براستی مبعوث فرمودہ کہ چنان می بینم
خود راکہ اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید پس
بتان را بزمین انداخت وقطعہ قطعہ ساخت واز
نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیند اخت ازجہت ادب
وشفقت برآنحضرت صلعم وچون بزمین رسید تبسّمے فرمودہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از وے پرسید کہ
چہ چیز ترا بخندہ آورد گفت خود را از چنین جائے بلند
انداختم وہیچ المےبمن نرسید آن سرور فرمود چگونہ یا علی
المے بتو برسد حالانکہ ترا محمد صلعم برداشتہ بود وجبرئیل ترا
فرود آوردہ وگویند یکے از شعراے عرب اشارتے باین قصہ
کردہ دراین ابیات کہ -

قِيلَ لِي قُلْ لِعَلِيٍّ مِدْحًا ذِكْرُهُ يُخْمِدُ نَارًا مُوصَدَةً
گفتی مراکہ مدح علی گوئی اے رہے کز آن نمیرد آتش آندلکہ بےضیاست
قُلْتُ لَا أُقْدِمُ فِي مَدْحِ امْرِءٍ ضَلَّ ذُو اللُّبِّ إِلَى أَنْ عَبَدَهٗ
اقدام چون کنم بمدح کسے کز او درگمرہی فتادہ گروہے کہ او خدا است

توڑ ڈالین آپنے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم مین بار نبوت کے
اوٹھانیکی طاقت نہین ہے تم البتہ میرے کندھے پر چڑھجاؤ
اور اُنکے کام تمام کردو حضرت علی الامر فوق الادب کے
اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر
پاؤن رکھکر چڑھ گئے اور بتون کو توڑنے لگے عین اسی حالت
مین آنحضرت صلعم نے پوچھا اے علیؑ بتلاؤ تم اپنے کو باعتبار
رفعت کے کتنا اور کیسا پاتے ہو حضرت علی نے عرض کی
یارسول اللہ صلعم مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ میری آنکھون کے
آگے سے حجاب اٹھادیے گئے اور گویا میرا سر ساق عرش تک
جا لگا اور مین جس چیز کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤن وہ گویا
مجھے دستیاب ہوجائے گی حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت علی سے ارشاد کیا خوشا وقت تمھارا یا علیؑ کہ تم اسوقت حق کا
کام کررہے ہو اور خوشا حال ہمارا کہ ہم اسوقت حق کا بار اوٹھائے
ہین اور ایک روایت مین یون آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ
سے پوچھا کہ اب تو تم اپنے مقاصد تک پہونچ گئے - عرض کی
جی ہان - اوس خدا کی قسم جسنے حضور کو براستی مبعوث
فرمایا ہے مین تو اپنے آپ کو ایسی حالت مین پاتا ہون کہ
اگر چاہون تو اپنے ہاتھ آسمان تک پہونچا دون اسکے بعد
حضرت علیؑ نے بتون کو زمین پر پھینکدیا اور اُنکے ٹکڑے ٹکڑے
کرڈالے اور پھر میزاب کعبہ کو پکڑ کر سقف کعبہ سے زمین پر کود پڑے اسلیے
بار دیگر دوش رسالت پر چڑھکر اوترنا خلاف ادب سمجھا جب حضرت علیؑ
زمین پر آگئے تو متبسم ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا
کس وجہ سے تم تبسم کرتے ہو حضرت علی نے گزارش کی میرے تبسم کا باعث
یہ ہے کہ مین اتنے مقام بلند سے نیچے کودا اور تاہم مجھے کوئی صدمہ نہ پہونچا

نہ پہونچی ارشاد ہوا یا علیؑ کیونکر تمھین کوئی صدمہ پہونچتا محمد صلعم نے تمھین چڑھایا اور جبرئیل نے تمھین اُتارا عرب کے ایک شاعر نے اس واقعہ کی مفصلہ ذیل ابیات مین اشارت کی ہے۔ تو مجھسے کہتا ہے کہ مین علیؑ کی مدح کرون اسلیے کہ مین اُنکے نور اُنکی آگ سے بیچارہ ہون مین ایسے شخص کی مدح پر کیسے جرأت کرون جسکو ایک گروہ خدا کہکر گمراہ ہو چکا ہے۔ بقدرت حضرت مصطفی صلعم کے دوش مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ چکا ہے۔ اس قول کی موافقت خود حضرت مصطفی صلعم کے قول سے پائی جاتی ہے۔ تو اس بنا پر جس جگہ خدا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا اسی جائے محترم پر مرتضی کے پاؤن رکھے گئے ہین تو رادیے ان اشعار مین سچی حدیث بیان کی لیکن جو خارجی اس سچی حدیث کو سنیگا حسد و رشک سے مرجائیگا۔

وَالنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی قَالَ لَنَا　　لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَعِدَا
برکتف مصطفی ید قدرت نہادہ است　　شام وصال این سخن از قول مصطفیٰ است
وَضَعَ اللّٰہُ بِظَہْرِیْ یَدَہٗ　　فَاَحَسَّ الْقَلْبُ اَنْ قَدْ بَرَدَا
جائیکہ حق بران ید قدرت نہادہ بود　　از روئے احترام بران پائے مرتضیٰ است
وَعَلِیٌّ وَاضِعٌ اَقْدَامَہٗ　　فِیْ مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰہُ یَدَہٗ
گفتم حدیث راست شدے میرد از حسد　　ہر خارجی کہ بشنود از من حدیث راست

روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ
صفحہ ۱۴۳ مع حاشیہ

اس موقع پر زرقانی نے ایک دوسرے عقیدتمند شاعر عرب کے مفصلہ ذیل اشعار نقل کئے ہین۔

یارب بالقدم التی اوطانھا　　من قاب قوسین المحل الاعظما
اون قدمون کیواسطے سے پروردگار جو قاب قوسین　　کے ایسے اعظم ترین مقام پر پہونچ چکے ہین

وبحرمۃ القدم التی جعلت لھا　　کتف المؤید بالرسالۃ سلما
اور نیز اون قدمون کی برکت کے لیے جن کے لیے　　رسالت کا دوش موید جھک چکا ہے

ثبت علی متن الصراط تکرما　　قدمی وکن لی منقذا و مسلما
میرے قدمون کو صراط کے خط پر ان قدمون کی حرمت سے　　ثابت رکھ۔ اور اونکو میرا مقصود بنا اور اسلام پر قائم رکھ

واجعلھما ذخری فمن کانا لہ　　ذخرا فلیس یخاف قط جھنما
ان دونون بزرگوار دن کے قدمونکی برکت کو میرے لیے　　ذخیرۂ آخرت قرار دے اسلیے کہ جسکے پاس یہ ذخیرہ ہو

اوسکو خوف جہنم مطلق نہین ہے۔ شرح زرقانی مطبوعہ مصر ص ۳۸۷

عرب پر موقوف نہین۔ تمام دنیائے اسلام مین اس واقعہ کی نسبت اسلامی ادبا اور نامی شعرا نے بڑی خوش عقیدگی کے ساتھ اوسوقت سے لیکر اسوقت تک بڑی بڑی طبع آزمائیان کی ہین۔ جو تمام چھوٹی بڑی اسلامی کتابون مین آجتک محفوظ اور قائم ہین۔ حکیم ہند مولانا فیضی علیہ الرحمہ کا یہ شعر واقعہ کی حقیقت اور انکی عقیدت کا آئینہ ہے ؎ خوشا نقش پائیکہ بر دوش احمدؐ × زمہر نبوت مقدم نشیند۔

لکھنؤ کے فصیح اللسان شاعر۔ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم فرماتے ہین ؎

علیؑ کے زیر پا ہے نردبان دوش پیمبر کی شکست بُت سے آتی ہے صدا اللہ اکبر کی

تعجب ہے کہ اتنے بڑے مشہور و معروف عالم واقعہ کے نقل و بیان سے شبلی صاحب ساہمہ دان خموش رہجائے ۔ مگر نہین ۔
ہم کو آپ کی خموشی کی حقیقت معلوم ہے ۔ خموشی معنی دارد کہ درگفتن نمی آید ۔

بیت اللہ کا فتح الباب

ہم اپنی تنقیدی تفصیل کو تمام کرکے اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہین ۔
باہر اوپر اور ادھر ادھر کے تمام رکھے ہوئے بت ٹوٹ چکے ۔ اور خدائے واحد کا گھر بیرونی اور خارجی آلائشون سے پاک وصاف ہوگیا ۔ لیکن خانہ کعبہ کے اندر کی غلاظت و کثافت ابھی ویسی ہی تھی ۔ بیت اللہ بند تھا اور کلید بردار ابھی تک نمدار و اندر کی صفائی کیسے ہوتی ۔
شبلی صاحب کو تو خیریت سے کسی واقعہ کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے اور نہ عادت صرف اتنا بلاخیال تقدیم و تاخیر لکھدیا کہ عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے کنجی طلب کی دروازہ کھلا یا ختم شد ۔ ناظرین لاحظہ فرمالین کہ شبلی صاحب کے اس مختصرہ کے خلاف در کعبہ کھلنے کے متعلق کیا کیا واقعات پیش آئے کنجی آنے اور قفل کھلنے مین کتنے اور کیسے پیچ پر پیچ پڑے ۔ ہم شروع سے مفصل عرض کرتے ہین ۔ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین ۔
ابتدائے ایام ہجرت مین ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھولدو ۔ اُسنے انکار کیا ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ مین ہوگی ورمین جسے چاہون گا اُسے عطا کردونگا ۔ عثمان نے جوابدیا تھا کہ کیا اوس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہوجائینگے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا کہ وہ اوسدن بڑی زیادہ عزت و اقبال سے ہونگے ۔ ص۱۲۱ ۔ اس واقعہ کو باختلاف خفیفہ زرقانی بھی اپنی شرح کی جلد دوم ص۳۸۹ مین لکھا ہے ۔
اس وقت وہی عثمان قدرت کے مناظر کو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے تھے ۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو اگر اوسوقت نہین تو اسوقت پوری ہوتے ہوئے یقین کررہے تھے ۔ کعبہ کی کلید برداری کا منصب قریش مین بڑا اعزازی اور امتیازی منصب تھا ۔ اور خدمات کعبہ کے سلسلہ مین سقایہ رفادہ وغیرہ مناصب مقرر رہے کبھی کم نہین تھا اور قصیٰ کے وقت سے اون کے بیٹے عبدالدار کی ورثہ شاخ مین چلا آتا تھا جسمین عثمان بن طلحہ اجل تھے پھر اس منصب کی عظمت کے ساتھ جہالت کی یہ عقیدت بھی شامل ہوگئی تھی کہ نہ قریش کے ہاتھ سے کوئی کعبہ لے سکتا ہے اور نہ قریش عثمان کے خاندان سے کعبہ کی کنجی لے سکتے ہین ۔ دعوے پر دلیل یہ تھی کہ جب ابرہۃ الاشرم کی کوششین فتح بیت اللہ کی نسبت بیکار گئین تو پھر اوس سے بڑھکر فوج و قوت والا ۔ مال و دولت والا اور جاہ و حشمت والا دوسرا کون ہوسکتا ہے ۔

لیکن اُن کوتہ چشموں کو یہ نہ سوجھتا تھا کہ ابرہتہ الاشرم کی مثال مقابلہ بالکل بیکار ہے۔ ابرہہ ایک سلطان جبار تھا۔ اور رسول مختار۔ ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے خاص وارث و باعث افتخار۔ کعبہ کی فتح آپکے لیے ارث آبائی اور ترکہ پدری پر قبضہ و تصرف تھا۔ اور یہ حیثیت و صورت میں حق بحقدار کا خاص مقتضا۔

کنجی کے دینے میں عثمان کی ماں کی جہالت

یہ جاہلانہ خیالات تھے اور مجنونانہ توہمات۔ جو تمام قریش کے دل و دماغ میں پیچیدہ ہو رہے تھے صلح حدیبیہ کے واقعات نے اُنکے جنون میں کچھ سکون پیدا کر دیا تھا اور تجدید معاہدہ حدیبیہ میں ابوسفیان کے ناکامیاب واپسی نے اونکی پُرجوشیوں کو اور بھی دھیما کر دیا تھا! ور اب تو مکہ معظمہ کے پُرشان و شوکت داخلہ کے مشاہدات نے بالکل مایوس بنا دیا تھا۔ اور گھروں میں بٹھلا دیا تھا۔ گویا گردنیں اطاعت اسلام میں جھک چکی تھیں قلوب رجوع ہو چکے تھے۔ صرف جہالت کی ندامت۔ کفر و ضلالت کی خجالت سد راہ تھی خیریت تھی کہ عثمان بن طلحہ ورود مکہ کے وقت ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان سے کنجی منگا بھیجی۔ محدث شیرازی لکھتے ہیں

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در گوشہ از مسجد الحرام بنشست و بلال را فرمود تا عثمان بن طلحہ حجبی را گوید کہ کلید خانہ کعبہ بیارد و کلید پیش مادر عثمان بن طلحہ۔ سلافہ بنت سعد بود عثمان نزد مادر خویش رفت تا از وے کلید بستاند و دیر می آمد حضرت انتظار می کشید و عرق از رخسار انورش روان بود فرمود عثمان چرا دیر می آید سلافہ کلید را نمی داد و می گفت کہ اگر از شما بگیرند بشما دیگر نمیدہند۔ عثمان گفت اے مادر کلید را بدہ تا نزد رسول اللہ صلعم برم و الا دیگرے خواہد آمد و از تو خواہد گرفت ایشان در این سخن بودند کہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بر در سرائے سلافہ آمدند عمر بآواز بلند گفت بیرون آئی کہ رسول خدا انتظار تو می کشد سلافہ گفت اے پسر کلید را ببر و بدرستیکہ اگر تو از من بستانی بہتر است ازان نزد من کہ تیم و عدی بگیرند از من

روضتہ الاحباب صفحہ ۱۲۳

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد الحرام کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور بلال کو بھیجا عثمان بن طلحہ سے کہلا بھیجا کہ خانہ کعبہ کی کنجی لا دے۔ کنجی عثمان کی ماں سلافہ بنت سعد کے پاس تھی عثمان ماں کے پاس کنجی لانے گئے اس میں دیر لگی دہوپ کی تمازت سے آنحضرت صلعم کا پسینہ رخسار مبارک پر جاری ہو گیا۔ آپنے حاضرین سے کہا عثمان کو کیوں دیر ہوئی وہاں ماں کعبہ کی کنجی بیٹے کو نہیں دیتی تھی کہتی تھی کہ جب کنجی تم سے لے لینگے تو پھر تمکو نہ دینگے عثمان کہتے تھے تم کنجی مجھے دیدو میں خود آنحضرت رسول اللہ صلعم کے پاس لیجاؤں نہیں تو کوئی دوسرا آئیگا اور تمسے کنجی لیجائے گا۔ ماں بیٹے میں یہ بات ہو رہی تھی کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سلافہ کے دروازے پر آپہونچے اور عمر نے بآواز بلند پکارا۔ عثمان باہر آؤ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سنکر سلافہ نے کنجی بیٹے کو دیکر کہا کہ بیٹا یہ کنجی لیجا میرے نزدیک تیرا کنجی مجھسے لے لینا اس سے بہتر ہے کہ تیم اور عدی کے لوگ اسکو مجھسے لے لیں۔

حرم محترم کے اندر داخلہ

الغرض اتنے اینچ پینچ کے بعد کعبہ کا دروازہ کھلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باواز بلند تکبیر فرماتے ہوئے کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اب ہم یہاں شبلی صاحب کو بتلا دیتے ہین کہ آپکے تحریر کردہ حضرت عمر کے تصویرون کے مٹانے کے واقعہ کا یہ موقع خاص ہے۔ آپنے خواہ مخواہ اُسے جلدی کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر والے بتون کے توڑنیکے ساتھ مخلوط کر دیا اور لکھدیا کہ حضرت عمر نے اندر جاکر جتنی تصویرین تھین مٹا دین۔ واقعات دیکھیے، پڑھیے، غور کیجیے اور سمجھیے کہ ابھی رسول اللہ تو اندر گئے نہین کنجی آئی نہین دروازہ کھلا نہین حضرت عمر کیونکر اندر پہونچ گئے اور تصویرین مٹا دین۔ کہئے کسقدر مہمل ہے۔ اب قانی کی زبانی اصل حقیقت سن لیجیے۔

فی حدیث جابر عند ابن سعد وابی داؤد انہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امر عمر بن الخطاب وھو بالبطحا ان یاتی الکعبۃ فامحوا کل صورۃ فیھا فلم یدخلھا حتے محیت الصّور وعند الواقدی فی حدیث جابر کان عمر قد ترک صورۃ ابراھیم فلمّا دخل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم راھا فقال یا عمر الم امرک ان لا تدع فیھا صورۃ قاتلھم اللہ جعلوہ شیخا یستقسم با لازلام ثم رای صورۃ مریم فقال امسحوا ما فیھا من الصور قاتل اللہ قوما یصورون ما لا یخلقون وعن اسامۃ انہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب بہ علے الصّور ویقول قاتل اللہ قوما یصوّرون ما لا یخلقون۔ ص ۳۶۶

ابن سعد اور ابوداؤد نے جابر کی سناد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر حکم دیا اور وہ اُسوقت بطحا مین تھے کہ کعبہ کے اندر جاکر تمام تصویرون کو مٹا دو اور جبتک یہ تمام تصویرین نہ مٹلین اندر تشریف نہین لے گیے۔ اور واقدی نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابراہیم کی تصویر کو چھوڑ دیا جب جناب رسولخدا صلعم کعبہ کے اندر داخل ہوے تو آپنے اُس تصویر کو دیکھا حضرت عمر سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ کیا مین نے تم سے نہین کہدیا تھا کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑنا۔ خدا اون کو غارت کرے جنھون نے اس بزرگ کو تقسیم سہام قماربازی کے ساتھ نسبت دی ہے۔ پھر آپنے حضرت مریم کی تصویر مشاہدہ کی ارشاد فرمایا کہ جو تصویرین اندر بچگئی ہین سب کو مٹا دو۔ خدا اون کو غارت کرے جو اون اشیار کی تصویرین بناتے ہین جنکو وہ خود پیدا نہین کرسکتے اور اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے پانی مانگا۔ مین ایک ڈول پانی لے آیا آپنے کپڑا پانی مین تر کرکے وہ تمام تصویرین مٹا ڈالین اور ارشاد فرمایا خدا انکو غارت کرے جو اون اشیار کی تصویرین بناتے ہین جنھین وہ پیدا کرنیکی قدرت نہین رکھتے۔

بجنسہ یہی واقعات روضۃ الاحباب صفحہ ۴۳۲ مین بھی درج ہین۔

اس عبارت سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے داخلہ مسجد الحرام کے وقت حضرت عمر کی ہمراہی بھی ثابت نہین ہوتی ہے - بلکہ وہ تو بطحا مین تھے - کعبہ کے اندر داخل ہونیکے وقت بلائے جاتے ہین - گویا کلید بردار کعبہ کی طلبی کے وقت یہ بھی آجاتے ہین اور روضۃ الاحباب کی روایت کے مطابق کنجی لانیکے لئے پہلے بلال بھیجے گئے اُنکے آنے اور جواب لانے مین دیر ہوئی تو پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھیجے گیے - تو گویا بلال کے جانے کے بعد حضرت عمر آنحضرت صلعم کی طلبی پر - بقول زرقانی بطحا سے حاضر ہو گئے - اور پھر حضرت ابوبکر کے ہمراہ عثمان بن طلحہ کے پاس کنجی لانے گئے

اب شبلی صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو ان عبارتون سے مقابل کیا جاوے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ آپ اپنے مطلب کی دُھن مین قبل از وقت کہان کا واقعہ کہان لکھ جاتے ہین اور پس و پیش کا کچھ بھی خیال نہین فرماتے اور مجبوراً افسوس کے ساتھ پھر لکھنا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی بت شکنی کے ایسے متواتر مشہور اور معروف واقعات کو تو آپ اس دلیری سے چھپاتے ہین اور حضرت عمر کی ایسی خفیف خدمت کو جو ناکارہ ناقص اور ادھوری رہگئی - جسے دیکھکر رسول اللہ صلعم نے حضرت عمر سے بازپرس فرمائی - خواہ مخواہ موقع بے موقع داخل کیے جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اس سے حضرت عمر کی مدح سرائی ہو گی - باریک بین اور نکتہ شناس حضرات تو آپکی اس مدح سرائی کو ہجو ملیح اور عیب نمائی سے تعبیر کرینگے اس لیے کہ حضرت عمر نے اپنی قدیم عادت کے مطابق حکم رسولؐ مین قیاس کو داخل کیا اور حضرت ابراہیم و مریم علیہما السلام کی تصویرون کو قابل عزت و احترام سمجھکر چھوڑ دیا - آپ کا یہی قیاس آخر مین آنحضرت صلعم کی ناگواری طبع کا باعث ہوا - آپ سے کیفیت طلب ہوئی - پھر عملاً پانی منگا کر آپ کا وہ قیاسی اعزاز و احترام دھو ڈالا گیا - افسوس ہم پھر اپنے سلسلہ بیان مین حضرت عمر کی قیاسی قوال آرا کے تمام ضعف و اضمحلال کو دکھلاتے آئے ہین - اور یہان بھی اوسکا صاف صاف انکشاف کیا گیا ہے - لیکن اتنے کثیر التعداد امثالات و شواہد کے بعد بھی حضرت عمر کی اصابت رائے کا اعتقاد پڑھے لکھے مسلمانون مین آجتک باقی ہے فاعتبروا -

حرم محترم مین خطبہ نبویؐ

اس تنقیدی تفصیل کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین - جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب کعبے کے اندرونی آلائشون کی بھی کامل شست و شو فرما چکے تو آپنے بروایت محدث شیرازی - اژدحام و ہجوم عام ہوجانے کے خیال سے دروازے کعبے کے بند کروا دیے اور بقول امام بخاری صرف تکبیرین کہین - نماز نہین پڑھی - اور دیگر علمائے محدثین کے مطابق نماز بھی پڑھی اور تکبیرین بھی کہین - اسکے بعد دروازے کھلوا دیے اور باہر تشریف لائے -

تمام صحن مسجد الحرام آدمیون کے ہجوم عام سے بھرا تھا اور وہ کثرت تھی کہ زمین پر تِل دھرنے کی جگہ باقی نہین تھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوسوقت مجمع عام مین یہ مختصر لیکن نہایت ہی مناسب وقت

اور پر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ الا کل ماثرۃ ودم ومال یدعی فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحاج یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء الناس من آدم وآدم من تراب

ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہین ہو، اسکا کوئی شریک نہین ہے اُس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھون کو تنہا چھوڑ دیا۔ ہان تمام مفاخر، تمام انتقامات خونہاے قدیم، تمام خون بہا سب میرے قدمون کے نیچے ہین۔ اے قوم قریش! اب تمھارا جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہین اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

پھر قرآن مجید کی یہہ آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

لوگو، مین نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے کہ ایک دوسرے سے پہچان لیا جائے لیکن خدا کے نزدیک شریف تر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو خدا بڑا دانا اور واقف کار ہے۔

وَإِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ۔

خدا اور اس کے رسولؐ نے شراب کی خرید و فروخت حرام کردی۔

سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۳۲۷

اس کے آگے شبلی صاحب نے نہایت وضاحت سے اس خطبہ کی مفصلہ ذیل تشریح فرمائی ہے

تمام عقاید اور اعمال کا اصل الاصول اور دعوت اسلام کا اصل پیغام توحید ہے اسلیے سب سے پہلے اسی کی تجدید فرمائی عرب مین دستور تھا کوئی شخص کسی کو قتل کردیتا تھا تو اسکے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پاجاتا تھا یعنی اگر اسوقت قاتل ہاتھ نہ آتا تھا تو خاندانی دفتر مین مقتول کا نام لکھ لیا جاتا تھا اور سیکڑون برس گزر جانے کے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مرچکا ہے تو اُسکے خاندان یا قبیلے کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اسطرح خونبہا کا مطالبہ بھی ابًا عن جدٍ چلا آتا تھا۔ یہ خون کا انتقام عرب مین سب سے بڑے فخر کی بات تھی۔ اسی طرح اور بہت سی لغو باتین تھین جو مفاخر قومی مین داخل ہو گئی تھین۔ اسلام ان سب کے مٹانے کے لئے آیا تھا اور آپنے اس بنا پر انتقام اور خون بہا اور نیز اور تمام غلط مفاخرت کی نسبت فرمایا کہ مین نے اون کو

پاؤن سے کچل دیا[۱]۔ اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اوس نے تمام دنیا پر کیا مساوات کا قائم کرنا تھا یعنی عرب و عجم شریف و رذیل۔ شاہ و گدا سب برابر ہین ہر شخص ترقی کرکے ہر انتہائی درجہ تک پہونچ سکتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت پڑھی اور توضیح فرمائی کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے[۲]

ظالمین و مشرکین قریش کی عام معافی

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے ان مین وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے مین سب سے پیش رو تھے وہ بھی تھے جنکی زبانین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر گالیون کے بادل برسایا کرتی تھین۔ وہ بھی تھے جن کے تیغ و سنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیان کی تھین وہ بھی تھے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستہ مین کانٹے بچھائے تھے وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت صلعم کی ایڑیون کو لہو لہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنکی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہین سکتی تھین وہ بھی تھے جن کے حملون کا سیلاب مدینہ کی دیوارون سے آ آ کر ٹکراتا تھا وہ بھی تھے جو مسلمانونکو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر انکے سینون پر آتشین مہرین لگاتے تھے رحمت عالم نے انکی جانب دیکھا اور خوف انگیز لہجہ مین پوچھا تمکو کچھ معلوم ہے مین تسے آج کیا معاملہ کرنیوالا ہون۔ یہ لوگ اگرچہ شقی تھے۔ ظالم تھے۔ بیرحم تھے لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اٹھے۔

اخ کریم و ابن اخ کریم۔ تو شریف بھائی ہے اور شریف برادرزادہ ہے۔ سنکر ارشاد ہوا۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ تم پر آج کے دن کوئی الزام نہین۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

---

[۱] ہمکو یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ مفاخرت نسبی بالنفسہا بالعموم مذموم نہین بلکہ اسکا غلط استعمال معیوب ہے اور سخت معیوب کیونکہ مفاخرت نسبی کے وصف کو جناب باری عزاسمہ نے آیہ ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و ابراھیم و آل عمران علی العلمین اور دوسری آیتون مین ارشاد فرمایا ہے اور نیز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل و اصطفی من ولد اسمعیل بنی کنانۃ و اصطفی من بنی کنانۃ قریشا و اصطفی من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم (صحیح ترمذی) اللہ تعالے نے اولاد ابراہیم مین اسمعیل کو اولاد اسمعیل مین بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ مین قریش کو اور قریش مین بنی ہاشم کو۔ اور بنی ہاشم مین مجھکو برگزیدہ فرمایا ارشاد فرما کر اسکے محاسن توصیفی کو بتلا دیا ہے۔ مجہول النسب طبقات اگر اپنی مالی یا دنیاوی اقتدار یا دیگر ذرایع و وسائل کے اعتبار سے خاندان اعلی اور دودمان والا کے یادگارون سے گو وہ کیسے ہی نادار اور مفلوک الحال ہون شرافت نسبی مین مساوات و یکجہتی کا دعوے کرین تو انکی کم ظرفی ہے بنابرین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ مبارک مین اسی مفاخرت بیجا کو منع فرمایا ہے۔ جو حقیقتاً قریش آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین اپنی ہم نسبی و یکجہتی کے غلط گمان پر شیخیان بگھارتے تھے اور برابری کا قول بکا کرتے تھے شبلی صاحب عام تعمیم مین اس مسئلہ کو شامل کرلین انکو اختیار ہے مگر خدا اور رسول کی بتلائی ہوئی تخصیص پر بھی نظر رہے سفینہ ہر کہ در تیر اشد قلندری داند۔

[۲] اس عام مساوات مین بھی وہی نصوص جو اوپر لکھے گئے دین۔ ملحق ہون گے۔ کیونکہ آیہ مندرجہ بالا صاف بتلا رہی ہے کہ آدم کی اولاد سے تمام دنیا تو ضرور ہے۔ مگر اون مین بھی اختصاص اصطفا کے مدارج خاص قائم ہین سہ

رتبہ سم سنج انواع ہر ناصیہ سعید و شقی ساخت در روزگار (المولف لا حقر سید دلدار علی عفی عنہ)

خدا کی تسبیح و تقدیس ادا فرماکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ سے باہر آئے مسجد الحرام کا تمام صحن آدمیون کی کثرت سے بھرا تھا۔ اصحاب جان نثار بھیڑ کو ہٹاتے اور آنحضرت صلعم کے لیے آگے آگے راہ کشادہ کرتے جاتے تھے۔ یہان تک کہ آپ چاہ زمزم کے پاس پہونچے جناب عباس بن عبدالمطلب نے اپنے آبائی منصب سقایہ کے اعتبار سے ایک ڈول آب زمزم سے بھر کر پیش کیا۔ آپنے نوش فرمایا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر آب زمزم سے غسل فرمایا۔

کعبہ کی سقف پر اذان

بلال کو حکم ہوا سقف کعبہ معظمہ پر جاکر اذان دین۔ بلال نے بڑی مسرت و مفاخرت سے حکم کی تعمیل کی۔ اکیس ۲۱ برسون کی طویل مدت کے بعد بلال کی تمنا پوری ہوئی خدا کی شان ایکدن وہ بھی تھا کہ یہی بلال اسی شہر اور اسی مقام مین خدا کا نام آہستہ بھی نہین لے سکتے تھے اور آج خدا کی جبروت و قدرت سے اُسی ناشنوا قوم کے سامنے اور انھین کے انبوہ کثیر کی دونون آنکھون کے آگے وہی بلال اور حضرت عباس کے وہی غلام بلال علانیہ خدا کا نام لیکر آواز بلند سے اسلام کے طریقہ پر اذان دے رہے ہین اور کوئی چون بھی نہین کرتا جل جلالہ و جل شانہ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

نماز (ظہر) کا وقت آیا تو حضرت بلال نے بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے اونکی آتش غیرت پھر مشتعل تھی۔ عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز سننے سے پہلے اوسکو دنیا سے اوٹھا لیا۔ ایک اور سردار قریش نے کہا اب جینا بیکار ہے۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۸۱

مکہ مین اسلام کی بیعت عام

بعد نصف النہار کوہ صفا پر تشریف لائے اور لوگون کو شرف بیعت سے مشرف فرمانے لگے شبلی صاحب اسکی کیفیت یون تحریر فرماتے ہین۔

مقام صفا مین آپ ایک بلند مقام پر بیٹھے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے تھے وہ آپکے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے

عورتون کی بیعت ہند سے مکالمت

مردون کی باری ہو چکی تو مستورات آئین۔ عورتون سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے اُن سے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ ڈال کر نکال لیتے تھے آپکے بعد عورتین اسی پیالہ مین ہاتھ ڈالتی تھین۔ اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔ ان مستورات مین ہند بھی آئی۔ یہ وہی ہند ہے جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں تھی حضرت حمزہؓ کو اسی نے قتل کرایا تھا۔ اور انکا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبا گئی تھی۔ وہ نقاب پہنکر آئی۔ شریف عورتین نقاب پہنتی تھین لیکن اسوقت غرض یہ تھی کہ کوئی اسکو پہچانتے نپائے بیعت کے وقت اُس نے نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے باتین کین جو حسب ذیل ہین۔

رسول اللہ صلعم۔ اقرار کرو۔

ہند۔ یارسول اللہ آپ ہم سے کن باتون کا اقرار لیتے ہین۔

رسول اللہ صلعم۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نکرنا۔

ہند۔ یہ اقرار آپنے مردون سے تو نہین لیا۔ بہرحال ہمکو منظور ہے۔

رسول اللہ صلعم۔ چوری نکرو۔

ہند۔ مین اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال مین سے دو چار آنے کبھی لے لیا کرتی ہون معلوم نہین یہ جائز ہے یا نہین۔

رسول اللہ صلعم۔ اولاد کو قتل نکرنا۔

ہند (ربّیناہم صغارا وقتلتہم کبارا فانت وہم اعلم) ہم نے تو اپنے بچون کو پالا تھا۔ بڑے ہوے تو (جنگ بدر و احد مین) آپنے انکو مارڈالا۔ اب آپ اور وہ باہم سمجھ لین۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۴۲

شبلی صاحب نے گویا کسی واقعہ کو تمام وکمال لکھنے کی قسم کھالی ہی۔ اس معمولی واقعہ مین جو غالباً تاریخ طبری سے لکھا گیا ہی۔ آپنے آنحضرت صلعم سے ہند کی گفتگو کو تو لکھدیا۔ لیکن حضرت عمر اور ہند کی مکالمت کو۔ جو اسی سلسلہ بیان کا آخری حصہ ہے متروک القلم فرمادیا۔ یہ کیون؟ خدا جانے۔ بہرحال طبری اس سلسلہ مکالمت کو ان الفاظ وعبارت پر تمام کرتے ہین۔

فضحک عمر بن الخطاب من قولها حتى استغرب قال ولا تاتين ببهتان يفترينه بين ايديكن وارجلكن قالت والله ان اتيان البهتان لقبيح ولبعض التجاوز امثل قال ولا تعصينني في معروف قالت ما جلسنا هذا المجلس ونحن نريد ان نعصيك في معروف فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بايعهن واستغفر لهن فبايعهن عمر بن الخطاب وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يصافح النساء ولا يمس امراة ولا تمسه

(ہند کے یہ شوخی کے کلام سنکر) حضرت عمر بن الخطاب ہنس پڑے اور آپکو یہ باتین غریب معلوم ہوئین حضرت عمر۔ کیا اب بھی تجھکو اپنے وہ مفتریات جو تو نے براۃ العین ظاہر کئے تھے نہین معلوم ہوئے۔ ہند۔ ہان بہتان و افترا تو واقعی بُری چیزین ہین لیکن بعض مثالون مین اون سے تجاوز مناسب ہے حضرت عمر۔ کیا تو نے امر معروف مین ارتکاب گناہ نہین کیا۔ ہند (غصّہ سے جلکر) ہم ایسی مجلس مین نہین بیٹھتے جس مین ہم پر امر معروف کے لیے ارتکاب عصیان کا الزام لگایا جاوے یہ سنکر آنحضرت صلعم نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا تم عورتون سے بیعت لو چنانچہ حضرت عمر نے اون سے بیعت لی اور اسدن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت سے مصافحہ کیا اور نہ

امراۃ احلہا اللہ لہ او ذات محرم منہ۔ (طبری ۱۶۴۲)

اور انکا بدن چھوا اور نہ کسی عورت نے آپکا بدن چھوا سوائے اون عورتون کے جنکو خدانے آپ کیلیے حلال کیا تھا یا انکے جنکے آپ محرم تھے[۱]

ناقابل معافی مجرمین کی معافی

بیعت کی مشغولیت مین شام ہوگئی۔ تمام مجمع کو مشرف بہ بیعت فرمانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقام پر واپس آئے۔ فتح مکہ کے واقعات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم لطف عمیم اور عفو جرائم کے تفصیلی دفتر ہین۔ جو حضرات مضامین تاریخی کو بالاستیعاب پڑھنے کے ساتھ اون کے یاد رکھنے کا بھی کامل ملکہ رکھتے ہین وہ فتح مکہ کے حالات مین ابتدا ہی سے آنحضرت صلعم کے ان اخلاق و اشفاق کی رعایات و مراعات کو مختلف مقامات پر ملاحظہ فرماکر ذہن نشین کر چکے ہونگے انھین خوب یاد ہوگا کہ ابوسفیان کے ایسا دشمن جان و ایمان اونکی زوجہ محترمہ ہندہ جگر خوارہ کی ایسی سنگدل و شفیق القلب عورت عبداللہ اور ابوسفیان بن عبد اللہ بن حارث ایسے گھر کے دشمن پہلو کے نشتر جب سامنے آئے۔ تو گویا رحمت عالم کے نزدیک یہ مجرم ہی نہین تھے یہی نہین کہ صرف معاف ہی کردیئے گئے معافی کے بعد شرف امتیازی کے عطایات سے بھی ممتاز فرمائے گئے۔ یہ تو ابتدائی رعائتین تھین فتح مکہ اور تسلط و اطمینان ہوجانے کے بعد علی العموم۔ فاذھبوا وانتم الطلقاء جاؤ۔ تم سب آزاد ہوگئے حکم عام دے کر سب کو معفو فرمادیا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین "عرب مین دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے۔ ان مین صفوان بنی امیہ جدہ بھاگ گیا عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کی کہ رئیس مکہ جلاوطن ہوا جاتا ہے۔ آپنے علامت امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا۔ عمیر جدہ سے انکو واپس لائے حنین کے معرکہ تک یہ اسلام نہین لائے عبداللہ بن زبعری عرب کا مشہور شاعر تھا آنحضرت صلعم کی ہجوین کہا کرتا تھا اور قران مجید پر نکتہ چینیان کیا کرتا تھا۔ نجران بھاگ گیا۔ لیکن پھر اسلام لایا ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یمن چلا گیا لیکن اسکی حرم ام حکیم نے آنحضرت صلعم سے اس کے لیے امان لی اور یمن سے جاکرلے آئی یہ واقعہ ابوجہل سے کہنے کے قابل نہین ہے کہ اوس کا جگر بند کفر کی گود سے نکل کر اسلام کی آغوش مین آگیا اور اب ہم اسے عکرمہ کے بجائے حضرت عکرمہ[۲] کہتے ہین۔

[۱] شبلی صاحب نے طبری کے آخری ٹکڑے کو اس لیے نہین لکھا تھا کہ اس سے حضرت عمر کی خشونت طبع معلوم ہوتی ہے لیکن اسکے ساتھ آپکو خیال بھی ہونا چاہیے تھا کہ اس روایت سے بجائے رسول اللہ عورتون ہی سے سہی حضرت عمر کا بیعت لینا بھی تو ثابت ہوتا ہے جس سے آپ نیابت و خلافت رسول کے معنی نکال سکتے ہین۔ پھر اس مفاد کو کیون نظر انداز فرمایا گیا[۲] یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ عکرمہ کے عمل نہین تھے جس نے اسے اس قابل کیا۔ یہ جناب رسول خدا صلعم کی خاص عنایت تھی کہ عکرمہ کو جو عداوت و خصومت مین باپکا بیٹا اور ابوسفیان کا ہم پلہ تھا۔ بلا عذر و تامل معافی کا حکم دیدیا جب ابوسفیان سے کوئی باز پرس نہین کی گئی تو عکرمہ سے کیا کی جاتی عکرمہ کو پہلے آنحضرت صلعم کا اور اسکے بعد اپنی بی بی کا منت گذار ہونا چاہیے۔ جنکے ذریعہ سے وہ اسلام کی دولت سے بہرہ اندوز ہوا مشرف باسلام ہوجانے سے ہم عکرمہ کی نسبت اتنا ضرور کہہ سکتے ہین کہ وہ کافر سے مسلمان ہوگیا اور مسلمان کہا جائیگا۔ شبلی صاحب ابوجہل کے بیٹے کے بڑھانے کیلیے یا اپنی عقیدت عکرمہ سے ساتھ دکھانے کیلیے چاہتے وہی حضرت لکھین یا رضی اللہ عنہ کے خطاب سے مخاطب فرمائین اسکے وہ مختار ہین ہم تو انکے حضرت کے لکھنے کیلیے لفظ مین کوئی وزن یا اہمیت سمجھتے ہین ورنہ عکرمہ کے اسلام مین کوئی امتیازی قدر و منزلت یہ توخیر وہ سادہ صحابی بھی ہین اور انکو آپ حضرت کہتے ہین۔ ابھی حضرت شبلی صاحب آپکے ولی النعم سر سید احمد خان تو مسٹر ہربرٹ کو رضی اللہ عنہ کے

چار خونی مجرمین کی سزا۔ اتنی معافیون کے بعد صرف چار مرد دو عورتون کے لیے قتل کا حکم دیا گیا۔

صاحب رحمۃ العالمین ابو داؤد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

چار مرد دو عورتین اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے (تھین)، اعلان کر دیا گیا تھا کہ انکو قتل کر دیا جائے ص۱۲۴ وہ کون کون تھے۔ شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۲۸۳ کی عبارت حاشیہ مین لکھتے ہین

صرف تین شخص قتل ہوئے۔ دو مرد۔ ایک عورت۔ عبداللہ بن خطل مقیس بن صبابہ اور قریبہ ابن خطل کی لونڈی۔ ابن خطل اور ابن صبابہ دونون خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ مقیس بن صبابہ کا واقعہ یہ ہے کہ اسکا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھ سے غلطی سے مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکی دیت ادا کر دی تھی تاہم مقیس منافقانہ اسلام لایا اور غدر سے اس انصاری کو قتل کر دیا۔ قریبہ جو ابن خطل کی لونڈی تھی اور مکہ کی مغنیہ تھی۔ جو آنحضرت صلعم کی ہجو مین گیت گایا کرتی تھی۔

صاحب رحمۃ العالمین۔ انکے علاوہ دو مجرمین کے نام اور بھی بتلاتے ہین عبداللہ ابن ابی سرح اور ہبار ابن الاسود عبداللہ بن ابی سرح کا قصور یہ تھا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمدؐ تو مجھ سے سنکر لکھواتے ہین۔ ہبار ابن الاسود نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کو جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج مین بیٹھی جا رہی تھین نیزہ مارا اور گجاوہ گرا دیا تھا اور اس صدمہ سے انکا حمل ساقط ہو گیا تھا۔

بارگاہ رسالت سے سفرین ایسے سنگین جرم کے مجرمین کی پیشی کے وقت کیا ہوا وہی عفو وہی درگذر اور وہی رہائی جو خاص کر رحمت عام کی شان اور اُس خلق مجسم کے شایان تھی۔ ہبار بن الاسود کے ایسا خونی سامنے لایا گیا اور سزا کے بجائے دولت اسلام سے مالا مال فرما کر رہا کر دیا گیا۔

عبداللہ ابن ابی سرح کی رہائی مین کسی قدر تامل فرمایا گیا اسلیے کہ اسکا جرم صرف تنظیم رسالت ہی کے لیے مضر نہین تھا بلکہ نقل و تحریر نصوص آیتیہ مین بھی تغیر و تبدل کیا کرتا تھا اور کاتب وحی کی جگہ اپنے کو مخاطب وحی

بقیہ مضمون ص۱۸۶ اخطاب قرآنیہ سے مخاطب فرما چکے ہین حضرت کی کیا بساط ہے۔ یہ خطاب رضی اللہ تو وہ مخصوص خطاب ہے جو خلفاء راشدین و سابقین کے علاوہ اوروں کے لیے مستعمل نہین ہوتا یہان ہمارے سید صاحب نے ایک عیسائی نیم مسلمان کو جو تقیہ کے اندر مسلمان ہوا تھا صحابہ کبار کے مساوی درجہ پر قرار دیدیا (دیکھو دیباچہ خطبات احمدیہ) آپ اسی سے سمجھ جائینگے کہ ان الفاظ حضرت مولانا سید رضی اللہ عنہ قدس سرہ وغیرہا کی آپ حضرات کے فیض تعمیم نے کیا مقدار و وقعت باقی رکھی ہے۔ جو عالمگیر ثانی نے زمانہ دلیعہدی مین ایک سائل خطاب تہا ہی کے عبارت حکم مین اندازہ کر کے لکھتے ہین "چون درانیولاخانی در ہر خانہ درائی در ہر بازار رامحض بخاطر شمار امیر الامرائے سفارش کی تھی) این ہم آیے باشد المؤلف عفی عنہ

مشہور کرتا تھا۔ اس بنا پر وہ تنہا رسول خداؐ ہی کا مجرم نہیں تھا بلکہ خدا کا بھی ملزم تھا۔
چنانچہ ابوالفدا اس کی معافی کی تفصیل میں لکھتے ہیں۔

عبد الله بن ابي سرح وكان
اخا عثمان بن عفان من الرضاعة فاتى
عثمان به النبي فسأل فيه فصمت النبي
صلعم طويلا ثم امنه فاسلم فقال رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم لاصحابه انما
صمت ليقوم احدكم فيقتله فقالوا هلا
اومأت الينا فقال ان الانبياء لا تكون
لهم خائنة الاعين وكان عبد الله المذكور
كتب الوحي وكان يبدل القرآن ثم ارتد —

عبداللہ بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کا رضاعی بھائی تھا
حضرت عثمان نے آنحضرت صلعم سے اسکی جان بخشی کی درخواست کی
آپ بڑی دیر تک خاموش رہے۔ بالآخر اسکو امان دیدی اور اس نے
اسلام لانے کا اظہار کیا۔ پیغمبر صاحب نے اصحاب سے فرمایا کہ میں دیر تک
اسلیے خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی شخص اُٹھے اور اسے قتل کردے۔
اصحاب بولے کہ آپنے ایما کیوں نہ فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انبیا کا
یہ شعار نہیں کہ وہ کنکھیوں سے اشارہ کریں۔ عبداللہ مذکور پہلے
قرآن لکھا کرتا تھا اور اُس میں جہاں چاہتا تھا ردّ و بدل کردیتا تھا
بعد ازاں مرتد ہوگیا۔

لیکن یہ تامل بھی عین تفضل ہوگیا اور عبداللہ بن ابی سرح چھوڑ دیا گیا۔
محدثین و مورخین نے ان مجرمین کی تعداد میں بہت اختلاف کیا ہے کسی نے کچھ بتلایا ہے کسی نے کچھ شبلی صاحب نے
اس پر تفصیلی بحث[1] کی ہے اور اس میں کمی تعداد پر اپنا مختار قائم کیا ہے مجھکو بھی آپکے مختار سے اتفاق ہے۔ کیونکہ
زیادہ تر لٹما مجرمین سزا یافتہ کی تعداد مرد عورت ملاکر چھ سے زیادہ نہیں بڑھاتے جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا ہے۔

فتح مکہ کے باقی حالات
اصنام کعبہ کی تفصیل

فتح مکہ سے متعلق باقی حالات شبلی صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں۔
حرم میں نذر اور ہدایا کا خزانہ ایک مدت سے جمع ہوتا چلا آتا تھا وہ محفوظ رکھا گیا
لیکن مجسمہ جات اور تصویریں برباد کردی گئیں۔ انمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بھی مجسّمے تھے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر تھی (فتح الباری فتح مکہ) جس سے لوگوں نے قیاس کیا کہ کسی زمانہ میں عیسائیت کا
اثر زیادہ غالب ہوگیا تھا۔ رنگین تصویریں جو دیواروں پر تھیں مٹانے پر بھی انکے دھندلے نشان رہ گئے تھے

[1] ہمکو شبلی صاحب کی تنقید روایات تعداد کی نسبت انکے جرح و قدح کی نقل تفصیل کی ضرورت نہیں لیکن اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ آپنے اپنے موجودہ سلسلہ تنقید میں ابوداؤد اور انکی روایت کے رواۃ کی خوب لے دے کردی ہے اور روایت دونوں اصول تنقید سے ابوداؤد کی تردید اور انکے رواۃ کی تکذیب کردی ہے اس بنا پر ہمکو افسوس کیساتھ لکھنا ہوتا ہے کہ جس طرح اس مقام پر ابوداؤد کے رجال کی تحقیق و تنقید فرمائی گئی ہے ابوداؤد کی تحریر کردہ حضرت علیؓ کی غزالجواری الی و دیت کی بھی کیوں نہ جانچ پڑتال کرلی گئی کہ مدیر اصلاح کو فتنہ شبلی کی دو جلدوں میں از سر نو تنقید تردید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فافہم فتدبر۔ (المؤلف عفی عنہ)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر تک باقی رہے (فتح الباری ذکر فتح مکہ) اخبار مکہ ازرقی میں یہ تفصیل واقعات مذکور ہیں۔

فتح مکہ کا اصلی مقصد اشاعت توحید اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا کعبہ میں سیکڑوں بت تھے جن میں ہبل بھی تھا جو بت پرستوں کا خدائے اعظم تھا۔ یہ انسان کی صورت کا تھا اور یاقوت احمر سے بنا تھا سب سے پہلے جس نے اسکو کعبہ میں لا کر رکھا تھا۔ خزیمہ بن مدرکہ تھا۔ جو مضر کا پوتا اور عدنان کا پڑپوتا تھا ہبل کے سامنے سات تیر رکھے تھے جن پر "لا" "نعم" لکھا ہوا تھا۔ جو کچھ نکلتا اسپر عمل کرتے۔ (معجم البلدان ذکر ہبل بحوالہ ابن ہشام کلبی) جنگ احد میں ابوسفیان نے اسی ہبل کی جے پکاری تھی۔ وہ عین کعبہ کے اندر تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو اور بتوں کے ساتھ وہ بھی برباد کر دیا گیا۔ مکہ کے اطراف میں اور بہت سے بڑے بڑے بت تھے۔ جن کے لیے حج کی رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔ ان میں سب سے بڑے عزیٰ۔ لات اور مناۃ تھے۔ عزیٰ قریش کا اور لات اہل طائف کا معبود تھا مکہ معظمہ سے ایک میل کے فاصلہ نخلہ ایک مقام ہی عزیٰ یہیں منصوب تھا۔ بنو شیبان اوسکے متولی تھے اہل عرب کا اعتقاد تھا کہ خدا جاڑے میں لات کے یہاں اور گرمیوں میں عزیٰ کے یہاں بسر کرتا ہی عزیٰ کے سامنے عرب وہ تمام مناسک اور رسوم بجالاتے تھے جو کعبہ میں بجالاتے تھے۔ اسکا طواف کرتے اور اسپر قربانیاں چڑھاتے (بحوالہ زرقانی جلد دوم ص۳۴۲) مناۃ کا تختہ گاہ مشلل تھا۔ جو قدید کے پاس مدینہ منورہ سے سات میل دور ہے۔ وہ ایک بن گڑھا پتھر تھا ازدغسان اوس و خزرج اسکا حج کرتے۔ عمر بن لحی نے جو اصنام قائم کیے تھے۔ یہ ان سب میں بالاتر تھا اوس و خزرج جب کعبہ کا حج کرتے تو احرام اوتارنے کی رسم (بال منڈانا) اسی کے پاس ادا کرتے تھے قبیلہ ہذیل کا بت سواع تھا۔ جو ینبع کے اطراف (رہاط) میں تھا۔ اوسکے متولی بنو لحیان تھے۔ بت پرستی کے یہ وہ طلسم تھے جن میں سارا عرب گرفتار تھا اب انکی بربادی کا وقت آچکا تھا اور دفعتہً ہر جگہ خاک اوڑنے لگی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۶۶۔۳

شبلی صاحب کے بیان میں بہت بڑا راز یہ ہے کہ آپ کی تفصیل میں بھی اجمال کا لطف آتا ہی اور اسی تفصیلی اجمال میں ابہام رہجاتا ہی۔ آپنے بتوں کی تفصیل لکھی۔ اونکے مقام اوقات اور رسومات پیش تحریر فرمائے مگر اونکی بربادی کی کیفیت کو جو فتح مکہ کے متعلق آپکے تمام بیان کا اصلی و ضروری مقصد تھا یہ لکھکر کہ دفعتہً ہر جگہ خاک اوڑنے لگی۔ بالکل ہوا کر گئے۔ یہ صحیح ہے کہ خاک اوڑنے لگنے سے سمجھنے والا یہی سمجھیگا کہ وہ تباہ و برباد کیے گئے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ آپسے یہ بھی ضرور سننا چاہیگا کہ وہ کیسے برباد کیے گئے۔ کیونکہ وہ کعبہ کے اندر اور مسجد الحرام کے اندر گرد جتنے بت رکھے گئے ! تصویریں نہی تھیں۔ اونکی بربادی کا تمام حال سن چکا ہے اس بنا پر وہ فطرتی طور پر آپسے ان حالات کے سننے کا بھی مستحق ہی اور ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے آپکا بھی فرض منصبی ہی کہ آپ ان حالات کو صاف صاف تفصیلی لفاظ میں تحریر فرماتے لیکن آپکو ان کے تفصیل کرنے میں دو مجبوریاں مانع ہیں ایک تو زمانہ حال میں بت شکنی وغیرہ کے واقعات کو

یورو پین قدامت پسند حضرات اچھی باتین نہین سمجھتے۔ اور آپ اونکے رعب و اثر سے اپنی فلسفہ سیرت اسلام کو ان واقعات کی تفصیل سے پاک و صاف رکھنا چاہتے ہین ۔

دوسرے یہ کہ ان واقعات کی تفصیل مین آپکو اپنے حضرت خالد بن ولید کے اون مظالم کو بھی لکھنا ہوتا۔ جو اونھون نے بنی خزیمہ کے مسلمانون کی غریب جانون پر ڈھائے ۔ اسی خود غرضی کی بنا پر آپنے ان تفصیلات کو کلیۃً قلم انداز فرمادیا اور سمجھ لیا کہ وہ این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولی لیکن ہم جس طرح آپکے ان تمام خود غرضانہ مختصرات و ابہامات کے انکشافات کرتے آئے ہین اسی طرح ان حالات پر بھی روشنی ڈالنا اپنا فرض تالیفی سمجھتے ہین ۔

بنو خزیمہ کے مسلمان مظلومین اور خالد بن ولید کے مظالم

علمائے محدثین اور مورخین کے متفقہ اقوال مختار سے ثابت ہوتا ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے تمام انتظامی ضرورتون سے فراغت ہو چکی تو جیسا شبلی صاحب اوپر تحریر فرما چکے ہین کہ فتح مکہ کا مقصد اعلیٰ اشاعت توحید و اعلائے کلمۃ اللہ تھا اس بنا پر جناب رسول خدا صلعم نے چند صحابہ کو اہل اسلام کی مختصر جماعتون کے ساتھ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے اون مقامات مین بھیجا۔ جہان لوگ ابھی تک بیعت اسلام سے مشرف نہین ہوئے تھے ۔ چنانچہ تاریخ ابو الفدا مین اسکی تفصیلی عبارت حسب ذیل ہے۔

لمّا فتح رسول اللہ مکّۃ بعث السّرایا حول مکّۃ الی الناس یدعوھم الی الاسلام ولم یامرھم بالقتال وکان من السرایا سریّۃ مع خالد بن الولید فنزل علی ماء لبنی خزیمۃ فلمّا نزل علیہ اقبلت بنو خزیمۃ بالسّلاح فقال لھم خالد ضعوا السلاح فوضعوھا وامرھم فکتفوا ثم عرضھم علی السیف فقتل من قتل منھم فلما بلغ رسول اللہ ما فعل خالد رفع یدیہ الی السماء حتی بان بیاض ابطیہ وقال اللھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد ۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۶۹

پیغمبر صاحب نے بعد فتح مکہ بعض صحابیون کو مع مختصر فوج کے حوالی مکہ مین اس غرض خاص سے بھیجا کہ لوگون کو اسلام کی طرف بلائین لیکن کسی کو قتال کا حکم نہ دیا انجملہ خالد بن ولید کو بھی روانہ کیا خالد جب بنی خزیمہ پر پہونچے تو بنی خزیمہ کے گروہ مسلح ہوکر باہر آئے خالد نے اون سے کہا کہ ہتیار کھول دو جب انھون نے ہتیار کھول کر رکھدئے تو خالد نے اونکے ہاتھ بندھوا کر سب کو تلوارون پر رکھ لیا جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالد کی اس ظالمانہ کارروائی کی خبر پہونچی تو آپنے اپنے دونون ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرماکر ارشاد کیا کہ خداوندا۔ جو حرکت ناشائستہ خالد سے سرزد ہوئی ہے مین اوس سے بیزاری ظاہر کرتا ہون ۔

اس سے زیادہ تفصیل شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب مدارج النبوۃ کی مفصلہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتی ہے

چون بنو خزیمہ از آمدن خالد بن ولید خبر دار شدند بمقتضائے طریقہ حزم و احتیاط سلاح پوشیدہ بیرون آمدند خالد ازویشان پرسید شما چہ کسانید گفتند ما مسلمانیم کہ بمحمد صلعم و شرایع دین وے

جب بنی خزیمہ کے لوگ خالد کے درود سے خبردار ہوئے تو بمقتضائے احتیاط مسلح ہوکر باہر آئے خالد نے اون سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انھون نے کہا ہم مسلمان ہین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے شرایع دین پر

ایمان داریم ونماز می گذاریم و در میان خود مسجد
بنا کرده اذان واقامت گفته جمعه وجماعت اقامت
وقیام می نمائیم خالد گفت پس سلاح چرا پوشیده و در برابر
من آمده اید گفتند میان ما و قومے از عرب عداوت است
می ترسیم که شما از ایشان باشید خالد را عذر ایشان در محل
قبول نیفتاد وگفت سلاح خود را بر دارید ایشان بموجب
فرموده عمل نموده سلاحها از خود دور کردند آنگاه خالد گفت
تا دستهاے یک دیگر بر شانه بر بستند و هر یک اسیران را
بهر یکے از یاران خود بسپرد و وقت سحر ندا کرد که هر که
اسیرے دارد بقتل رساند چنانچه حسب فرمودهٔ او
اسیران بے گناه را کشتند و در روایتے آمده که چون آنها
سلاح انداخته خالد تیغ در ایشان نهاد و قریب صد کس را
از آن قبیله بکشت پس یکے از بنی خزیمه آمده آنچه خالد بآن
جماعت کرده بود بعرض رسول الله صلعم برسانید حضرت
در غضب آمده سه بار فرمود خداوندا من بیزارم از آنچه خالد کرد

ایمان لائے ہین۔ نماز پڑھتے ہین مسجد بنائی ہے۔ اذان واقامت
کہتے ہین اور جمعہ وجماعت قائم کرتے ہین خالد نے کہا پھر ہتیار باندھ کر
ہمارے سامنے کیون آگئے ہو وہ بولے ہم سے اور عرب کی ایک قوم سے
عداوت ہے۔ ہمکو خوف ہوا کہ مبادا تم لوگ اُسی قوم سے ہو خالد نے
اُنکا یہ عذر نہین سنا اور کہا کہ ہتیار کھولدو۔ اُنھون نے فوراً ہتیار
ڈالدیئے خالد نے پھر اپنے ہمراہیون کو حکم دیا کہ ان سب کے ہاتھ
شانون سے باندھ دو بعد ازان ہر ایک اسیر کو اپنے رفقا کی سپردگی
مین دیا اور جب صبح ہوئی تو حکم دیا کہ جو اسیر جسکی سپردگی مین ہو وہ
اُسے قتل کردے چنانچہ وہ اسیران بیگناہ اسی وقت قتل کردیئے
گئے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ جب خالد کے کہنے سے بنی خزیمہ
کے لوگون نے ہتیار ڈالدیئے تو خالد نے تلوار لیکر تقریباً سو آدمی
اُس قبیلہ کے قتل کرڈالے۔ بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی آنحضرت صلعم نے غضبناک
ہو کر تین بار فرمایا۔ خداوندا خالد نے جو کچھ کیا مین اُس سے
بیزاری ظاہر کرتا ہون۔

شبلی صاحب اتنے بڑے مشہور و معروف واقعہ کو صرف بحمایت خالد بن ولید قلم انداز فرما گئے۔
یہ امر اُنکے مولفانہ تدین سے کسقدر خلاف ہے۔ بہر حال خالد بن ولید سے خلاف حکم رسول صلعم یہ حرکت کیون
سرزد ہوئی۔ اِسکو اگر ہم اس مقام پر لکھین تو ہمارے سلسلہ بیان مین بھی بے ربطی ور خبر بے مبتدا کا عیب پیدا ہوگا
اسلیے ہم اس واقعہ کو بالاتمام لکھکر اسکے وجوہ کو بالتفصیل آیندہ قلمبند کرینگے۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے۔

انفلت رجل من القوم فاتی رسول الله صلعم
فاخبره خبره فقال رسول الله صلعم هل انکر احد
فقال انکر علیه ابیض ربعة فنهمه خالد فسکت عنه و
انکر علیه رجل اخر طویل مضطرب فراجعه فاشتدت
مراجعتهما فقال عمر بن الخطاب اما الاول یا رسول الله فابنی عبد الله

اُس قوم (بنی خزیمہ) کا ایک آدمی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوا اور عرض اطلاع کی جناب رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ کیا کسی
شخص نے خالد کو منع نہین کیا اُس نے عرض کیا ہان ایک شخص نے جو
سفید لباس پہنے تھا منع کیا لیکن خالد نے اسکو ڈانٹ دیا اور وہ چپ
ہوگیا۔ پھر خالد کو دوسری بار ایک طویل القامت مضطرب الحال شخص نے

وأما الآخر سالم مولى أبي حذيفة ثم دعا رسول
الله صلعم علي بن أبي طالب رضوان الله عليه فقال
يا علي اخرج إلى هؤلاء القوم فانظر في أمرهم
واجعل أمر الجاهلية تحت قدميك
فخرج علي حتى جاءهم ومعه مال
قد بعث رسول الله صلعم فودى لهم الدماء
وما أصيب لهم من الأموال حتى إنه
ليدي لهم ميلغة الكلب حتى إذا
لم يبق شيء من دم ولا مال إلا وداه
بقيت معه بقية من المال فقال لهم
علي رضوان الله عليه حين فرغ منهم هل
بقي لكم بقية من دم أو مال لم يود لكم
قالوا لا قال فإني أعطيكم هذه البقية
من هذا المال احتياطا لرسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم مما لا يعلم ولا
تعلمون ففعل ثم رجع إلى رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم فقال أصبت وأحسنت
ثم قام رسول الله صلعم فاستقبل القبلة
قائما شاهرا يديه حتى إنه
ليرى ما تحت منكبيه يقول
اللهم ابرأ اليك مما صنع خالد بن وليد
ثلاث مرات (جلد ۳ ص ۴ مصر)

منع کیا، خالد نے اسکو نکلوا دیا پھر خالد نے سختی سے ان دونوں کو نکلوا دیا۔
یہ سنکر حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم پہلے جس شخص کو بتلایا ہے
وہ میرا بیٹا عبد اللہ ہے اور آخر والا آدمی سالم غلام ابو حذیفہ ہے اسکے بعد
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب علیہ الرضوان کو
بلایا اور حکم دیا کہ اے علیؑ قوم بنی خزیمہ کیطرف چلے جاؤ اور انکے معاملات کا انتظام
کرو اور جہالت کے امور کو مٹا ڈالو۔ یہ حکم سنکر جناب علی مرتضیٰ قوم بنی خزیمہ کیطرف
روانہ ہوئے اور قبیلہ بنی خزیمہ کے پاس پہونچگئے آپکے ساتھ وہ مال بھی
تھا جو آنحضرت صلعم نے ہمراہ کر دیا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے بنو خزیمہ کے تمام
مقتولین کی دیت دیدی اور پھر جو کچھ انکا مال لوٹا گیا تھا اسکا معاوضہ
ادا فرمایا یہانتک کہ انکے کتے کے ایک برتن تک کی قیمت ادا کر دی جب انکی جان و
مال کی دیت و قیمت میں کچھ بھی باقی نہیں رہا اور حضرت علیؑ کے پاس رقم
موجودہ میں سے بچ رہا تو آپنے بنو خزیمہ کے لوگوں کو مخاطب فرما کر استفسار
فرمایا کہ اب تمھارے خون کی دیت یا مال و متاع کی قیمت میں کچھ باقی نہیں
رہا جو نہ ادا کیا گیا ہو۔ سب نے عرض کی کہ اب کچھ باقی نہیں ہے آپنے ارشاد
فرمایا تو اچھا اب ہم احتیاطاً جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے
تمہیں یہ بچی ہوئی رقم بھی عطا کئے دیتے ہیں شاید کوئی ایسا رہگیا ہو جسے نہ ہم
جانتے ہوں اور نہ تم پہچانتے ہو۔ ان امور سے فارغ ہو کر حضرت علی مرتضیٰؑ
جناب رسولخدا صلعم کی خدمت میں واپس آئے اور حقیقت حال عرض
کر دی آپنے انکے اصابت عمل پر آفرین کی پھر آنحضرت صلعم نے اپنے دونوں
ہاتھ اتنے اٹھا کر کہ آپکے بغل کے نیچے کی چیز دکھائی دیتی تھی قبلہ رو
کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمانے لگے الٰہی جو کچھ خالد ابن ولید نے کیا
میں اس سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔

شبلی صاحب کو اس واقعہ کی نقل میں دو مجبوریاں بیک وقت سد راہ ہوئی تھیں ایک تو وہی خالد بن
ولید پر اسلام لانے کے بعد بھی اتنے کثیر مسلمانوں کے خون ناحق کا الزام۔ دوسری قیامت کی مجبوری حضرت

علیؑ مرتضےٰ کے اُن محاسن خدمات کا اظہار و اعلان سوہان جان تھا۔ جو بقلید امام بخاری ابتدا ہی سے آپکے ناگوار فطرت اور خلاف طبیعت قرار پا چکا ہے۔

بہر حال اب خالد بن ولید کی اس حرکت ناشائستہ کی توجیہ بھی اُسی قدیم عربی تاریخ کی اصل عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

وجہ تو وہی ہے کہ باوجود اسلام لانے کے بھی ان سے جہالت کے دستور و کردار کا اظہار ہوا جیسا کہ خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیتے وقت وَاجْعَلْ اَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيْكَ (جاہلیت کے امور کو پامال کر ڈالو) کہکر اسکی طرف مخصوص اشارہ فرما دیا تھا۔ اسکی توجیہ میں ابن ہشام لکھتے ہیں ۔۔

قد كان بين خالد و بين عبد الرحمان بن عوف فيما بلغني كلام في ذلك فقال له عبد الرحمان بن عوف عملت بامر الجاهلية في الاسلام فقال انما ثارت بابيك فقال عبد الرحمن كذبت قد قتلت قاتل ابي و لكنك ثارت بعمك الفاكه بن المغيرة حتى كان بينهما شر فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال مهلا يا خالد دع عنك اصحابي فوالله لو كان لك احد ذهب ثم انفقته في سبيل الله ما ادركت غدوة رجل من اصحابي ولا روحته ۔ (ص ۲ ج ۲ مصر)

(خالد اور عبدالرحمن بن عوف کے درمیان اسی معاملہ مین (قتل بنو خزیمہ مین) تکرار ہو گئی۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ خالد سے عبدالرحمن نے کہا کہ تم نے حالت اسلام مین جاہلیت کا فعل کیا۔ خالد نے جواب دیا کہ مین نے تو اس معاملہ مین تمھارے باپ کا قصاص لیا ہے۔ عبدالرحمن بولے تم جھوٹ کہتے ہو کہ تم نے میرے باپ کا قصاص لیا ہے بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ میرے باپ کا تو قصاص نہین تم نے اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کے خون کا البتہ عوض چکا یا ہے۔ یہ بات اتنی بڑھی کہ دونون مین فساد کا احتمال ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاملہ کی خبر پہونچی تو آپنے خالد سے ڈانٹ کر کہا کہ خالد ہمارے اصحاب سے علیحدہ ہو جا خدا کی قسم اگر تیرے لیے کوہ احد سونا ہو جائے اور تو اُس سب کو خدا کی راہ مین تصدق کر دے تب بھی تو نہ ہمارے اصحاب کے گرد پا کو پہونچ سکتا ہے اور نہ انکی بو پا سکتا ہے)

جب مقابلہ کے چوڑ ہو گئے ہین تو بات کھلتی ہے مرقومہ بالا عبارت سے جہان خالد کا مورد عتاب نبوی ہونا۔ اور شرف صحابیت سے محروم ہونا ثابت ہوا۔ وہین بنو خزیمہ کے ساتھ انکی ایسی بیرحمی و شقاوت کے راز بھی کھلنے لگے۔ اور صرف خالد اور عبدالرحمن کی باہمی نزاع لفظی سے اتنا معلوم ہوا کہ خالد نے کہا مین نے تو تمھارے باپ کا قصاص لیا عبدالرحمن نے جواب دیا میرے باپ کا کیون معاوضہ کہتے ہو۔ یہ کیون نہین کہتے کہ مین نے اپنے چچا کا بدلہ چکایا ہے۔

سبحان اللہ عبدالرحمن کے باپ کا قصاص لیا گیا ہو۔ یا خالد کے چچا کا کسی کا بھی ہو۔ اسلام کا امن عام تو ضرور بدنام ہو گیا۔ اور آنکو اپنے پاس سے رقم کثیر اتنے بے گناہون کی دیت مین دینی پڑی۔ یہ حضرات تو

مفت راچہ باید گفت سمجھکر اپنے باپ چچا کے قصاص چکا کر علیحدہ ہوگئے۔ چونکہ مندرجہ بالا عبارت سے ابھی تک ان دونوں دعویداروں کے بیان دعوے کا تصفیہ نہوسکا کہ حقیقتاً کسکے خون کے بدلے میں بنو خزیمہ کے بیگناہ مقتولین کی گردنیں ماری گئیں۔ اسلیے کہ ابھی تک عبدالرحمن اور خالد بن ولید دونوں کے بیان دعوے تا وقتیکہ کسی تاریخی شاہد سے مقابل نہ کئے جاویں من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو کے تعریف میں آوینگے اور غیر منفصل سمجھے جاوینگے اسکے تصفیہ وتفصیل کے لیے پھر اسی تاریخ ابن ہشام کی باقیماندہ مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

وكان الفاكه بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وعوف بن عبد عوف بن عبد الحرث بن زهرة وعفان بن ابی العاص بن امية بن عبد الشمس قد خرجوا تجارا الى اليمن ومع عفان ابنه عثمان ومع عوف ابنه عبد الرحمن فلما اقبلوا احملوا مال رجل من بنی خزيمة بن عامر كان هلك باليمن الى ورثته فادعاه رجل منهم يقال له خالد بن هشام ولقيهم بارض بنی خزيمة قبل ان يصلوا اهل الميت فابوا عليهم فقاتلهم بمن معه من قومه على المال ليأخذوه وقاتلوه فقتل عوف بن عبد عوف والفاكه بن المغيرة ونجا عفان بن ابی العاص وابنه عثمان واصابوا مال الفاكه بن المغيرة ومال عوف بن عبد عوف فانطلقوا به وقتل عبد الرحمن بن عوف خالد بن هشام قاتل ابيه فهمت قريش بغزوا بنی خزيمة

فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم اور عوف بن عبد عوف بن عبدالحرث بن زہرہ اور عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس تجارت کی غرض سے یمن کو چلے عفان کے ساتھ انکے بیٹے عثمان اور عوف کے ساتھ انکے بیٹے عبدالرحمن تھے جب یہاں سے چلے تو ان لوگوں نے بنی خزیمہ میں سے ایک شخص کا مال جو یمن میں مرگیا تھا اس غرض سے لاد لیا تھا کہ اسکے وارثوں کو پہونچا دینگے راستہ میں کہ یہ لوگ مع انکے وارثوں سے ملیں بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جسکا نام خالد بن ہشام تھا۔ ان لوگوں سے مال کا دعویٰ کیا ان لوگوں نے صاف انکار کردیا وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان سے جنگ پر آمادہ ہوگیا یہ لوگ بھی اس سے لڑے آ سنے عوف ابن عبد عوف اور فاکہ بن مغیرہ کو مار ڈالا عفان ابن عاص اور انکے بیٹے عثمان کو چھوڑ دیا اور عوف بن عبد عوف اور فاکہ ابن مغیرہ کا سب مال لوٹ لیا اور وہاں سے وہ لوگ چلے گئے لیکن عبدالرحمن نے اپنے باپ کے قاتل خالد بن ہشام کو قتل کر ڈالا اسی بنا پر قریش نے بنی خزیمہ سے جنگ کی جلد دوم مصر ص ۴۲

واقعات مذکورہ بالا کو پڑھکر باسانی سمجھ لیا جائیگا کہ بنو خزیمہ کے ساتھ خالد کے ظالمانہ حرکات بالکل انکی ذاتیات پر مبنی تھے۔ عبدالرحمن بن عوف کا اعتراض بالکل صحیح تھا اور فی الواقع۔ چنانچہ زبان رسالت سے بھی اسکی بشارت ہوچکی تھی۔ اور پھر عبدالرحمن بن عوف اور خالد بن ولید کی نزاع لفظی کے موقع پر بھی عبدالرحمن ہی کی ذہنیہ کی تائید فرمائی گئی تھی۔ اور خالد کو ڈانٹا گیا تھا۔ فتح مکہ کے امن عام اور جناب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان امان اور اعلان صلح عام کے پاک صاف صفحہ دفتر پر اول آخر خالد بن ولید کی بیجا جنگجوئی اور کینہ پروری نے

خون کی چھینٹیں ڈالیں اور ہمیشہ کیلئے مخالفین اسلام کو مفتریانہ اعتراض کا موقع دیدیا لیکن حقیقت شناس محققین جانتے ہیں کہ یہ خالد کا اپنا ذاتی فعل تھا۔ اور قطعًا خلاف رضا خدا و رسول اسلیے خبر ملتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الاعلان خالد کی اس حرکت ناشائستہ سے عند اللہ و عند الناس اپنی برائت ظاہر فرمادی۔

محدث دہلوی شاہ عبد الحق صاحب دہلوی۔ مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس موقع پر اپنے سفر مکہ معظمہ کے متعلق اپنا یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

خالد کی اس حرکت پر محدث دہلوی کی رائے

جب میں ادائے حج کی نیت سے مکہ معظمہ میں پہونچا تو وہاں کے علما و فضلا سے ملا۔ ملا قاضی علی بن جار اللہ جو خالد بن ولید کی اولاد سے تھے اور مکہ کے قاضی تھے مجھسے اُن سے تعارف ہوگیا ایکدن ان کی صحبت میں خالد بن ولید کا ذکر آیا۔ تو میں نے عرض کی کہ انھوں نے حقیقتًا اس امر واقعہ بنی خزیمہ میں جلدی کی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے انھیں حکم صریح نہیں دیا تھا۔ قاضی صاحب میرا یہ سوال سُنکر شرما گئے اور دفع انفعال کے لیے صرف اتنا فرمایا واللہ کان فیہ شعوبا من الاستعجال والمبادرۃ فی القتال[۵۱]

مناہج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۰۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

فتح بیت الحرام اور امن و صلح کا پیغام عام

فتح مکہ کے ایسا عظیم الشان معاملہ پورے اطمینان اور امن و امان کے ساتھ تمام ہوگیا اور اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کا دیباچہ بشارت۔ سورۂ نصر کی الہامی عبارت کی صورت میں لفظًا لفظًا کامل ہوگیا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ صفایہ اسی دستگیر عالم کے ہاتھوں پر جبکو وہ انتہائی ذلت و حقارت اور ظلم و شقاوت کے ساتھ اپنے شہر و دیار سے باہر نکال چکے تھے۔ اور اسکے باہر نکل جانے کے بعد بھی آجتک اسکے خون کے پیاسے بنے ہوے تھے۔ تمام عرب بلا امتیاز قبائل و عشائر بیشمار تعداد میں ہر طرف سے خود آآکر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر بڑے شرف و افتخار سے اُسکے عقیدت اُسکی متابعت اور اطاعت کی بیعت کررہے تھے اور خدا کے الفاظ مقدس ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (اور دیکھ لیا لوگوں نے کہ دین خدا میں فوج فوج داخل ہورہے ہیں) کی بشارت کو عملی صورت میں پورا کررہے تھے۔

---

[۵۱] ساڑھے تین برس کے بعد سنہ ہ کے آخر میں۔ ایک دوسرے اقراری مسلمان (مالک ابن نویرہ) پر ہاتھ صاف کیا یہاں تو باپ کا انتقام تھا۔ وہاں تو محض حظ نفس پر اقدام تھا۔ رسول اللہ صلعم تو تھے ہی نہیں۔ جو اپنی برائت کا اعلان فرماتے ہاں حضرت عمر نے البتہ انکی سزا دہی معزولی کے لیے ہزار سر مارا مگر حضرت ابوبکر نے ایک نہ سنی۔ کامل ابن اثیر وغیرہ تمام کتب حدیث و تاریخ۔

(المولف عفی عنہ)

دنیا اور اہل دنیا نے اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا کہ تاریخ عالم کے بیشمار کارناموں میں ایک ایک ورق الٹ جانیکے بعد بھی۔ فتح عظیم کی ایسی پاک و صاف نظیر نہیں ملتی جسکا تفصیلی بیان خون آلودہ نہو۔ یا اسکے فاتح کے جیب و آستین پر مفتوحین کے خون کی چھینٹیں پڑی نہ دکھائی دیتی ہوں۔ سیاسی تاریخوں کو چھوڑیے ہم تو کہینگے کتب مقدس میں انبیاء و مرسلین کی فتوحات پر نظر ڈالیئے۔ توریت میں جناب موسیٰ علی نبینا و آلہ علیہ السّلام کے فتح مدائن کے حالات پڑھیے تو ثابت ہو جائیگا کہ اس نبی اعظم سے رحمت عالم کی شان بالاتر ہو۔ صلوا علیہ و آلہ۔ اس واقعہ میں تشریف آوری کے وقت سے آخر وقت تک جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین کے خلق عظیم اور لطف عمیم کے ہر ہر طریقہ۔ انداز اور شان پر نگاہ غور اور نظر انصاف کیجائے اور تھوڑی دیر کے لیے تعصب اور ذاتیات کو چھوڑ دیا جاوے تو ظاہر ہو جائیگا کہ رحمت اسکا نام ہی اور رحمت کا یہ کام ہی۔

مکہ کے مجرمین اور خلق رحمۃ للعالمین

شبلی صاحب نے صرف ابوسفیان کے ناقابل عفو جرائم کی معافی کو کسیقدر تفصیل سے لکھکر ختم کر دیا ہو۔ اور جو کچھ بھی لکھا ہے۔ صحیح اور فی الواقع لکھا ہی ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہیں کہ ایک ابوسفیان کے بے شمار جرائم کے معاوضہ میں کتنے اور کیسے محاسن سلوک اس کے ساتھ قائم کیے۔ ایک ایک کر کے اس کے تمام جرائم کی معافی دیدی۔ سامنے آیا تو اسکی حرکات کا ذکر کیا نام تک بھی نہ لیا حضرت عمر نے سزا دہی کی تحریک بھی کی تو کوئی اعتنا نہ فرمائی گئی بلکہ وہ تو سزا دہی کے عوض شرف امتیازی سے خاص طور پر معزز فرمایا گیا اسکا گھر مجرمین کے لیے امن قرار دیدیا گیا۔ یہ بیٹے۔ تو ان کی بی بی۔ ہندہ جگر خوارہ منہ پر (شرم سے) نقاب ڈالکر آئیں۔ لیکن رحمت عالم نے خود آنکھیں جھکالیں۔ اور یہ بھی بلا عذر و تامل معفو فرما دی گئیں۔ دو منزل آگے باقی ہی خاص گھر کے دو دشمن اپنے چچازاد بھائی لائے جاتے ہیں بھر ازبان ندامت و خجالت تاللّٰہ لقد اٰثرک اللّٰہ علینا وان کنا لخاطئین کہکر عظمت رسالت اور اپنی معصیت کا ایکساتھ اقرار کرتے ہیں زبان حق سے لاتثریب علیکم الیوم (آج کے دن تم پر کوئی الزام باقی نہیں) کی سند معافی پا کر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے وقت تمام اہل لشکر کو علی الاعلان حکم دیا جاتا ہی۔

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار ڈالدے اسے قتل نہ کیا جاوے۔

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہونچ جاوے قتل نہ کیا جاوے۔

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اور کنواڑ بند کرے وہ قتل نہ کیا جاوے۔

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے وہ قتل نہ کیا جاوے۔

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حرام کے گھر میں چلا جاوے وہ قتل نہ کیا جاوے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جاوے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

باستثنائے خانہائے ابوسفیان اور حکیم بن حزام حضرت ام ہانی بنت حضرت ابیطالب کے گھر مین دو مجرم جا چھپے حضرت علی مرتضی نے دیکھکر پہچان لیا اور سنگ در دست وار برسر سنگ۔ لیکن مرد ہوشیار درنگ کے اعتبار سے سلمہ پران دونون کو قتل کرنا چاہا۔ بہن نے تاحکم آنحضرت صلعم بھائی کو انکے قتل سے باز رکھا۔ خدمت رسالت مین حاضر ہوئین۔ واقعہ عرض کیا قد اجرنا من اجرت یا ام ھانی (جسکو تمنے پناہ دی مین نے بھی اسکو پناہ دی) کا پروانہ نجات لیکر دونون کی فوراً جانبری کرا دی۔

بیت اللہ معظم کو خارجی آلائش و گندگی سے پاک و صاف فرماکر باہر تشریف لائے۔ تو فوج در فوج صف در صف اور قطار در قطار۔ قدیم خطاوار۔ برسون کے گنہگار سامنے کھڑے تھے۔ صرف دو کلمہ اذھبوا انتم الطلقاء (جاؤ تم سب کو آزاد کردیا) کہکر سب کے سب چھوڑ دئے گئے۔

مکہ مین تسلط ہو گیا۔ چارونطرف امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہو گیا۔ تو بقول شبلی صاحب کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کرلیا تھا۔ اب وقت تھا کہ ان کو انکے حقوق دلوادئے جائین لیکن آپنے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنے مملوکات سے دست بردار ہو جائین۔

عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار کعبہ سے کنجی منگائی جاتی ہے خانہ کعبہ کے اندر کے ارکان بجا لاکر باہر تشریف لاتے ہین تو خاص عم محترم حضرت عباس ابن عبد المطلب عرض کرتے ہین کہ فتح مکہ کے حسن خدمت اور یادگار مین منصب سقایت کے ساتھ بنی ہاشم کے متعلق منصب حجابت کا بھی اضافہ فرما دیا جائے۔ جواب مین ارشاد فرمایا جاتا ہے ھذا الیوم یوم الوفاء و البر (یعنی آج کا دن تو خاص رہائی اور وعدہ وفائی کا دن ہے۔ یہ فرماتے ہین اور سلافہ کے بیٹے کو جس نے اتنی رد و کد کے بعد کنجی دی تھی۔ کلید کعبہ حوالہ فرما دیتے ہین ان ھذا رسول صادق امین فتح مکہ ایسے ہی رحم و مروت۔ انصاف و عدالت۔ عدل و مساوات اور اخلاق و اشفاق کے اتھاہ کا کامل دفتر ہے۔ انبیائے سابقین اور امم ماضیین کے حالات پر عبور کامل رکھنے والے حضرات محققین خوب جانتے ہین اور غزوات حضرت موسیٰ محاربات حضرت یوشع بن نون اور فتوحات حضرت داؤد و سلیمان علےٰ نبینا و آلہ وعلیہما السلام کے بڑے بڑے کارنامون مین فتح مکہ کے ایسی پر امن بےضرر اور رہائی خوردہ ہراس دوسری مثال نہین دکھلا سکتے۔

ہم پہلے انبیا و مرسلین علی نبینا و آلہٖ و علیہم السّلام اجمعین کے اسفار و آثار مین اسکی نظیر طلب کرتے ہین اسلیے کہ اصولاً شعار انبیا کا شعار انبیا ہی سے تقابل و توازن مناسب ہے۔ اسوۃ الرسول مین رسول عربی فداہ امی و ابی کی شان۔ ہر موقع و ہر مقام پر مقدار نبوت اور معیار رسالت تک کامل ثابت کر دی گئی اور ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے غیر مقید اور غیر محتاط ذی اقتداری اور ثروت و نمود اری کی عارضی اور خالی ظاہر داریون سے مرتبۂ رسالت بالکل پاک و صاف رکھا گیا ہی جنکو ہم آداب رسالت کے اعتبار سے مدح نہین قرار دیتے۔ بلکہ ہجو ملیح اعتبار کرتے ہین ۔

جب ہمکو اسکا پورا یقین ہے کہ فتوحات انبیا کے دفتر اسکی مثال سے خالی ہین تو ملکی فرمانروا اور دنیاوی سلاطین کے عملیات مین اسکی مثال تلاش کرنا بالکل خارج از بحث ہے مگر زمانہ کی ناشناسانہ بدمذاقی کا کیا علاج ہی۔ جو مبلغین رسالت کو خواہ مخواہ سلاطین ملک و سلطنت سمجھکر۔ جانبین کے افعال و اطوار۔ رفتار و کردار کا بیجا اور غیر مناسب مقابلہ چاہتی ہی۔ حقیقتاً تو یہ تقابل ناممکن ہے لیکن بعض بعض اوقات مین مجازاً ممکن بھی ہے۔ جب سیاسی اور فرمانروایان ملکی اور کشورکشایان دنیاوی سے تقابل ہی ناممکن ہے تو پھر مثال کی تلاش اور نظیر کی جستجو بیکار ہے۔ اگر حقیقت کے معیار پر مثال نہین ملتی اور مجاز کے اعتبار سے مثال مقابل کا حوصلہ کیا جاتا ہے تو پھر توریت کی کتاب التاریخ کے ورق ورق الٹے جائین اور سلطنت ہائے قدیمہ۔ ایران اور رومۃ الکبریٰ سے لیکر عیسائی سلاطین جسٹینین Justinian اور قسطنطنین Constantine وغیر امثالہم کے کارنامے صفحہ صفحہ کرکے پڑھے جائین اور ائین سے کسی ایک فاتح ملک و شہر کی ایسی آرام دہ تسکین افزا اور امن پیرا فتح کی مثال پیش کیجائے ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین افسوس ہے کہ طوالت اور مقامی نامناسبت کی وجہ سے ہم اس بحث کی زیادہ تفصیل نہین کرسکتے۔ شاہ قسطنطنین کی فتح جنگ جیسن Jason اور قسطنطنین سوم کے پوتے جسٹینین دوم کے فتوحاتی مظالم۔ تاریخ رومۃ الکبریٰ کے خونین صفحون مین پڑھے جائین تو ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ مجاز کے اعتبار سے بھی ان سیاسی اور ملکی فتوحات کی مثال مقابل بھی فتح مکہ کے مقابلہ مین کیسی بدنما۔ نازیبا۔ خوفناک اور ناپاک معلوم ہوتی ہی۔ ہم اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کو ضروری نہین سمجھتے اور رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب سی۔ آئی۔ ای بالقابہ کی اُس عبارت کا جو فتح مکہ کی حقیقی تصویر انصاف پسند قلوب پر کھینچدیتی ہے۔ ذیل مین نقل کرکے اس بحث کو تمام کردیتے ہین ۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ایک فاتح کی شان مین داخل مکہ ہوئے۔ جو شخص ایک مرتبہ

مجرم قرار پاچکا تھا اب وہی بزرگ اپنی رحمدلی اور اشفاق کے سالک کھلاکر اور لوگون کو اپنی ہدایت و ارشاد ثابت کرنے آیا ہے۔ وہ شہر جس نے اس بزرگ کے ساتھ اتنی سختی اور ظلم و تعدی کے سلوک کیے کہ اُسکو اور اُسکے بچے اور خیر خواہ جماعت والون کو محض غیر لوگون مین پناہ لینے کے لیے مجبور کرکے باہر نکالدیا اور خارج البلد کردیا جس نے اُسکی اور اُسکے فرمانبردار معتقدین کی زندگیان تلخ کردین اب اُسکے قدمون پر پڑا ہوا ہے۔ اُس بزرگ کو ظالم اور بیرحم قدیم۔ اُسکے مجرم مشہر کرنیوالے جنھون نے بگناہ مردون اور عورتون پر۔ اور اُن کے علاوہ۔ بیچارے مردون پر اپنی ظالمانہ سزائین پہونچا کراپنی فسانیت کی حیثیت کو بھی ذلیل کردیا تھا۔ اب اُسی بزرگوار کے رحم و مروت کے امیدوار رہنے اور اُس سے آسرا لگانے پر مجبور ہوگئے ہین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فتح اور کامیابی کے حصول اللہ ماکے بعد جو مصیبتین گذری تھین اور جو تکلیفین پہونچی تھین۔ سب کی سب بُھلادی گئین اور جو نقصانات اُٹھائے گئے تھے۔ ایک ایک کرکے معاف کردیے گئے تمام آبادی مکہ مین امن و امان کے احکام عام دیدئے گئے۔ صرف چار مجرمون ا

ٓئین۔ دو مرد اور ایک عورت، کے خون۔ جنکا انصاف بھی مقتضی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنون کے شہر پر غالب آکر اور اُسمین داخل ہوکر بھی جائز رکھا فوج اسلامی نے بھی آپکے محاسن کی کامل تقلید کی اور نہایت خموشی اور سہولیت کے ساتھ شہرمین داخل ہوئی۔ نہ کوئی گھر برباد کیا گیا اور نہ کسی عورت کی آبرو پر حرف لایا گیا۔ یہ نہایت صحیح اور فی الواقع لکھا گیا ہو کہ فتوحات دنیاوی کے کارنامون مین اسکے (فتح مکہ) ایسی کوئی دوسری کامل فتح نہین ہوئی۔ اسپرٹ آف اسلام ص ۱۹۳

چونکہ فتح مکہ کے بعد ہی ہمکو جنگ حنین کے حالات فوراً ہی لکھنے ہونگے جسکا دیباچہ گویا مکہ کی اُکھین نومسلم قومون کا قائم کیا ہوا ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ ہم اپنے موجودہ سلسلہ مین اتنا اور اضافہ کرین کہ حضرت رحمۃ للعالمین جناب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین کے اس بےنظیر اور عدیم المثال محاسن اخلاق مکارم اشفاق رحم و مروت اور عفو و درگذر کا اثر نومسلین مکہ کے قلوب پر محض عارضی اور صرف وقتی تھا۔ اُسمین نہ کچھ اہمیت تھی اور نہ ان ناقدرون کو کچھ بھی اُنکی قدر و منزلت تھی ابھی حنین کا میدان جنگ تو دور ہے آنحضرت صلعم مکہ ہی مین مقیم ہین۔ گویا صبح سے شام نہین ہوئی ہی۔ اور مکہ والے۔ اور دوسرون کے ساتھ کیا۔ خاص ذات مبارک آنحضرت کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہین۔ اسی ایک واقعہ سے اُنکے خلوص ایمان قبول اسلام اور عقیدت رسول سب کا اندازہ ہو جاتا ہے صاحب رحمۃ للعالمین زاد المعاد ابن قیم کے اسناد سے لکھتے ہین۔

فتح مکہ سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھکر ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالے جب وہ اس ارادہ سے آپکے قریب پہونچا تو نبی صلعم نے فرمایا کیا فضالہ آتا ہے؟ فضالہ بولا۔ ہان نبی صلعم نے فرمایا۔ تم ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟ فضالہ نے کہا۔ کچھ تو نہین۔ مین تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ نبی صلعم یہ سنکر ہنس پڑے۔ اور ارشاد فرمایا اچھا۔ تم اپنے خدا سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرمایا اور اپنا دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھدیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ کے رکھدینے سے مجھے بڑا اطمینان قلب حاصل ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسقدر میرے دل مین پیدا ہوگئی کہ حضور سے بڑھکر مجھے کوئی بھی محبوب نہ رہا فضالہ کا بیان ہے کہ اسکے بعد مین وہان سے اٹھا اور مکان واپس ہوا۔ راستہ مین میری معشوقہ ملی۔ جسکے پاس مین تنہا بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے مجھے پکار کر آواز دی اور کہا فضالہ ایک بات سنتے جاؤ۔ مین نے جواب دیا نہین نہین۔ خدا اور اسلام ایسی باتون کے سننے سے مجھے منع کرتے ہین۔ مین نہ سنون گا۔ رحمۃ ص ۱۴ لاہور

اگر پیغمبر برحق سلام اللہ علیہ وآلہ اپنے روحانی آثار و اختیار سے کام نہ لیتا تو فضالہ آپ کا کام تمام کر چکا تھا۔ اسی ایک مثال سے نومسلمین مکہ کے قبول اسلام اور خلوص ایمان کی حقیقت اور اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ جو کثیر تعداد مین لشکر اسلام کے ہمراہ ہوکر جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور بہتون کو اپنے ساتھ لیتے گئے تھے تفصیل آگے آتی ہے۔

جنگ حنین

۸ شوال ۸ھ۔ مطابق جنوری و فروری ۶۳۰ع

يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

حنین کے دن (کو یاد کرو) جب تم اپنی کثرت پر نازان تھے۔ سورہ توبہ

مکہ معظمہ کی کامل فتح اور قریش کی پوری شکست نے عرب مین سالہا سال کا کفر و اسلام کا لگا ہوا قضیہ تمام کر دیا تھا اور جبروت قدرت نے النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (آدمی فوج فوج بنکر خدا کے دین مین داخل ہو گئے) کا منظر دنیا کی عبرت بین نگاہون کے سامنے پیش کر دیا تھا لیکن اصول فطرت کے موافق انتہائے انجلا و صفا کے بعد بھی اطراف مکہ کی فضا مین ظلمت و کدورت کا اثر ابتک باقی تھا۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگرچہ مکہ مین گھر گھر اسلام کی روشنی پہونچ گئی تھی اور نور ایمان کی شعاعین بلند ہو کر اطراف و

اکناف میں نورافشانی کر رہی تھیں لیکن تاہم بعض بعض قبائل میں سیہ بختی اور تیرہ اعمالی کی سیاہی ابھی تک باقی تھی بلکہ ویسی ہی گھری تھی

ہوازن کی تیاریاں طائف اور مکہ کے درمیان جو وادی واقع ہے اُسے حنین کہتے ہیں - اوطاس بھی اسی کا نام ہے معجم البلدان کی تحقیق میں حنین عرب کے مشہور اور قدیم بازار ذوالمجاز سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور عرفات سے بھی اس کی مسافت اتنی ہی بتلائی جاتی ہے - اس وادی میں قدیم الایام الایام سے قبیلہ ہوازن کی مختلف شاخیں اور کثیر التعداد قومیں آباد تھیں - ہوازن عرب کی بڑی قدیم اور عظیم قوم تھی - جس میں بیشمار قبائل اور عشائر اور اُن کے حلیف و شریک شامل تھے - کفر و اسلام کے معرکوں میں اگرچہ ہوازن کا قبیلہ قریش کا ہمدرد بنا رہا لیکن وہ اپنی خود غرضی کی بنا پر حقیقتاً کفر و اسلام کے تصفیہ کا منتظر تھا - اسلام کی ترقی اور اُسکے روزافزون عظمت و اقتدار سے وہ مرعوب نہیں ہوا تھا - اور قریش کی متواتر شکستوں کے بعد بھی مکہ اور حوالی مکہ کے نظم کا قریش کے ہاتھوں میں باقی رہجانا - اُنکو اپنی قومی حکومت قریش کی بقا کا خیال موہوم دلا رہا تھا - یہی حالت تھی کہ یکایک امید کے خلاف - حسرت و تمنا کے برعکس بے جنگ و جدال - بے خون و قتال مکہ فتح ہو گیا - تو اب ہوازن کی تقدیر میں سوائے محرومی و ناکامی کے اور کیا رکھا تھا -

ہوازن اور ثقیف کا اتحاد اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اس قوم میں بیشمار لوگ تھے - اُنکا ایک ایک قبیلہ اور عشیرہ بجائے خود ایک فوج تھا - وہ فطرتاً ایک جنگجو قوم تھی - اور فنون حرب و ضرب میں بڑی کامل قوم کہلاتی تھی - ان تمام اوصاف و کمال شجاعت و دلیری کے ساتھ وہ لوگ حد درجہ کے مغرور اور سرکش بھی تھے - اور ایسے کہ اپنے آگے آجتک وہ کسی کو کوئی شے سمجھتے تھے اور نہ سمجھنا چاہتے تھے - اسی بنا پر - باوجودیکہ تمام عمائد و اکابر قریش اور اُن کی حلیف اور شریک قوموں نے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے آگے اطاعت گزاری کی گردنیں جھکا دیں اور متابعت کے سر نیوڑھا دیے لیکن ان سرکشوں کی مغرورانہ اکڑ میں خم نہ آیا - تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے فسخ ہوجانے کے بعد ان لوگوں میں مخالفت اسلام کی آگ پھر از سر نو مشتعل ہو گئی تھی اور یہ لوگ قریش کو مقابلہ اسلام کے لیے اب بالکل ضعیف اور ناقابل سمجھکر خود آہستہ آہستہ اور مخفی طور پر اسلام سے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے - اپنے اور اپنے ہمسایہ قبائل میں مختلف ذرائع و وسائل سے اسلام کے خلاف سخت شورش پھیلا رہے تھے - اور اپنی ان خفیہ سازشوں میں کامیاب ہو کر اسلام پر ایک مجموعی اور سخت ترین حملہ کا پورا انتظام کر چکے تھے - فتح مکہ کے بعد یہ اتنا بیتاب ہو گئے کہ اپنی خفیہ ترکیبوں کو زیادہ مخفی نہ رکھ سکے

اور اپنے قرارداد حملہ کا سامان و اعلان کرنے لگے۔

عجلت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ خود غرض اور مغرور لوگ سمجھتے تھے کہ اسلام قبل اسکے کہ متوطین کی اُن اراضیات۔ باغات و مکانات پر قبضہ کریں۔ ہم اسلام سے مقابلہ کرکے اُن کو پسپا کر دیں اور اُن کی جائداد پر قبضہ کر لیں۔ یہ معلوم ہے کہ جائداد اکابر قریش کی۔ طائف میں بڑی بڑی مملوکات و مقبوضات تھیں ہوازن کی تنگ ظرفی اور سبک چشمی نے خباثت نفسی سے اسلام کی نسبت اُن کے قلوب میں یہ اوہام و وساوس پیدا کر دیے تھے۔ حقیقتاً وہ اسلام کی فیاضی۔ عالی ہمتی اور دریا دلی مکہ والوں کے ساتھ دیکھ چکے اور سُن چکے تھے جب اہل اسلام نے مکہ کی اپنی خاص جائداد اور مکانات اور باغات وغیرہ غاصبین قریش سے واپس نہ لیے بلکہ اُن کو معاف کر دیے تو اُن کی طائف کی جائداد ملکیت پر کیا نظر خراب کرتے۔

ہوازن عجیب حرفت کی فطرت رکھتے تھے۔ اُنھوں نے خواہ مخواہ اپنے دل میں یہ واہمہ بھی پیدا کر لیا تھا کہ مکہ کے بعد اسلام ہم پر حملہ کرے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جمعیت اسلام میں کسی فرد واحد کو بھی اسکا خیال نہیں تھا۔ ہوازن نے اپنے ہمسایہ قبائل و عشائر میں اسلام کے خلاف یہ جوشی پیدا کرنے کے لیے یہ بات صرف اپنے دل سے گڑھ لی تھی حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔

مالک ابن عوف کی امارت

جب یہ تمام انتظام درست کر چکے تو اسلام کے حملہ موہومہ کا بھی انتظار نہ کر سکے اور اپنی غیر متحمل پر جوشیوں میں بیتاب ہو کر لشکر اسلام پر حملہ کرنے کے لیے گھروں سے نکل پڑے سب ہم وطن بڑے کثیر التعداد قبیلے اور مشہور و معروف گروہ۔ ہوازن اور بنی ثقیف متحد ہو گئے۔ اور اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ اُنکے ماتحت اور ہم معاہدہ قبائل و عشائر بھی داخل ہو گئے۔ امیر فوج کا انتخاب پیش ہوا۔ ہوازن نے اپنے سردار مالک ابن عوف کو اور ثقیف نے اپنے رئیس قبیلہ کنانہ بن عبد یالیل کو منتخب کیا۔ گفتگو کے بعد ایک ہی امیر کے مقرر کیے جانے کی تجویز پر اتفاق ہوا۔ ثقیف نے بڑے ایثار کے ساتھ ہوازن کے رئیس مالک ابن عوف کی تنہا امارت کو تسلیم کر لیا۔ اور مالک ابن عوف دونوں لشکروں کا امیر و سردار بن گیا۔ مالک ابن عوف نے مستعدی اور دلیری سے لشکر کشی کا انتظام کیا۔ عموماً لوگ اہل و عیال کو گھر میں چھوڑ کر اور گھر کے ایک آدمی کو اُنکا محافظ بنا کر لشکر میں داخل ہوتے تھے۔ مالک ابن عوف نے اپنی امارت میں یہ نوعیت کی کہ اس قدیم دستور کو یہ بتلا کر توڑ دیا کہ اگر اہل و عیال ساتھ رہیں گے تو اُن کی اسیری۔ غارت اور بے آبروئی کا خیال کر کے تمام لوگ بڑی جگرداری اور کامل پامردی کے ساتھ لڑیں گے۔ اور مرتے دم تک میدان جنگ سے پاؤں نہ ہٹائیں گے۔

بندے ہزار انتظام کریں - لاکھ اہتمام کریں - قدرت اپنا کام کر لیتی ہے - سامان جنگ انتظام حملہ و مقابلہ تو مہینوں کیا برسوں سے ہو رہا تھا - کثرت کے لحاظ سے عرب کیا انھوں نے گویا دنیا کی دنیا اپنی طرف سمیٹ لی تھی - لیکن اتفاق سے ہمسائے کے دو بڑے قبیلے - بنی کعب اور بنی کلاب کو دعوت نہیں دی تھی اور وہ بالکل چھوٹ گئے تھے - چنانچہ وہ آخر وقت تک غیر جانبدار بنے رہے -

درید اور معائنہ فوج

درید بن الصمہ قبیلہ ہوازن کا ایک بڑا کہن مشق تجربہ کار اور بہرو آزما سردار اور شاعر تھا - کبیر السنی کی وجہ سے بالکل بیکار - مجبور اور صاحب فراش ہو رہا تھا - مالک ابن عوف میدان جنگ میں ترتیب لشکر کے بعد صرف اپنی خوش نظمی کی داد لینے کی غرض خاص سے اسکو فوج کے معائنہ کے لیے ایک چارپائی پر اٹھا لایا - بصارت اسکی زائل ہو چکی تھی - اسنے پوچھا یہ کون مقام ہے ؟ جسکو تم نے مخالف سے مقابلہ کے لیے تجویز کیا ہے - بتلایا گیا اوطاس (حنین) ہے - درید بولا مقام تو مناسب ہے زمین بھی صف آرائی کے لیے موزوں ہے - نہ اتنی سخت کہ پاؤں میں کانٹوں سی چبھے اور نہ اسقدر رملا کہ کھڑے ہوں تو پاؤں دھنسیں - اسی اثنا میں بچوں کے رونے کی آوازیں اس کے کانوں میں آئیں - تو اس نے متعجب ہو کر پوچھا کہ بچہ کو کون ساتھ لایا ہے - کہا گیا کہ اہل و عیال بھی اس جنگ میں اس خیال سے ساتھ لائے گئے ہیں کہ لوگ تنہائی - غیرت - جگرداری اور پاداری کے ساتھ لڑیں اور میدان سے نہ ہٹیں - یہ سن کر درید بیساختہ ہنس پڑا اور کہنے لگا ! سنو ! جب پاؤں اکھڑے اور دل ہٹے - تو کوئی نہیں جما سکتا - معرکہ کارزار میں اگر کچھ کام آتی ہے تو اکیلے تلوار باقی سب بیکار - یاد رکھو - تمھاری قسمت کی یاوری نے تم کو اگر شاہد مدعا کی رونمائی نہیں کی ، اور تم نے منھ کی کھائی تو پھر یہ عورتیں تمھاری گردنوں میں ذلت و رسوائی کا طوق بن جائیں گی -

اس کے بعد اس کہن سال اور تجربہ کار عرب کے سپہ سالار نے دریافت کیا کہ بنی کعب اور بنی کلاب کے لوگ اس جمعیت میں شریک نہیں ہیں - جواب دیا گیا - نہیں - اس نے کہا تعجب ہے کہ یہ معرکہ قومی امتیاز و اعزاز کا تو معیار قرار دیا جاوے اور قوم کے دو بڑے بڑے مشہور و معروف قبائل اس کی شرکت سے کنارہ کش اور دست بردار ہیں - غالباً وہ اسکو معرکہ امتیاز نہیں سمجھتے - پھر درید نے مالک ابن عوف کو صلاح دی کہ کھلے میدان میں صف آرائی سے بہتر ہے کہ آڑ پکڑ کر فوجوں کی صفیں درست کی جائیں - یہ ترکیب زیادہ محفوظ ہے - لیکن مالک کی جوان سالہ ناتجربہ کاری کی پرجوشی اور جرأت بیجا نے درید کی اس مفید صلاح پر اس کو عمل پیرا نہ ہونے دیا - اور طبری کے الفاظ میں مالک نے یہ کہکر لقد کبرت

تم بوڑھے ہوگئے اور تمھارا علم و تجربہ بھی بوڑھا ہوگیا - دریدکی بات کو ٹال دیا - طبری مطبوعہ یورپ ص ۱۶۵۷

مکہ سے فوج اسلام کی روانگی

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے روانگی کا قصد فرمارہے تھے کہ ہوازن کے حالات کی خبریں آنے لگیں - صحابہ میں بعض کے نزدیک یہ خبریں قابل اعتبار تھیں بعض کے نزدیک نہیں - شبلی صاحب لکھتے ہیں -

آپ نے تصدیق کے لیئے عبداللہ ابن حدرد کو بھیجا اور وہ جاسوس بنکر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہ کر تمام حالات تحقیق کیے - ص ۳۹۰

بس شبلی صاحب اتنا ہی لکھکر رہ گئے - یہ کچھ نہ لکھا کہ ان کی تحقیق اور حالات چشم دید پر بھی اعتبار کیا گیا یا نہیں آپ کے اس اختصار و اقتصار واقعات کی وجہ یہاں بھی وہی پائی جاتی ہے جو ایسے ایسے تمام مقامات پر آپ کو بار بار لاحق ہوتی آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان واقعات میں حضرت عمر کی مخالفت رائے - عبداللہ کی شہادت کے غلط ہونے پر انکا اصرار - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بالآخر جناب موصوف کو اس امر پر سرزنش کرنا ثابت ہوتا ہے - دیکھیے وہی طبری جن سے ابھی ابھی آپ اپنے آغاز حالات کے واقعات اوپر نقل کر چکے ہیں - ان واقعات کو ذیل کے الفاظ تفصیل میں لکھتے ہیں -

ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ابن حدرد نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر تمام حالات کی خبر کی تو
فاخبرہ الخبر فدعا رسول اللہ صلعم عمر بن الخطاب	آپ نے حضرت عمر بن خطاب کو بلوایا اور اُن کو ان حالات سے مطلع کیا
فاخبرہ خبر ابن ابی حدرد فقال عمر کذب فقال	حضرت عمر نے کہا یہ سب جھوٹ ہے - ابن حدرد نے کہا تم کیا مجھے
ابن حدرد ان تکذبنی فطال ما کذبت بالحق یا	جھوٹا بناتے ہو تم تو ایک مدت تک حق (نبوت) کو جھوٹ کہتے رہے
عمر فقال عمر الا تسمع یا رسول اللہ صلعم الی ما یقول	حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم آپ سنتے ہیں ابن ابی حدرد نے
ابن ابی حدرد فقال رسول اللہ صلعم قد کنت	کیا کہا - آپ نے (رفع تکرار کے لیے) ارشاد فرمایا - اگر تم گمراہ تھے -
ضالاً فہداک اللہ یا عمر ص ۱۶۵۸	تو اے عمر - خدا نے تمھاری ہدایت فرمادی -

ابن ہشام نے ابن حدرد کے یہ الفاظ لکھے ہیں -

ان تکذبنی فربما کذبت بالحق یا عمر	تم مجھے ویسا ہی جھٹلاتے ہو جیسا ایک دن حق کو جھٹلاتے تھے - اے عمر
فقد کذبت من ھو خیر منی ص ۷ جلد سوم مصر	اور اُسکو جھٹلاتے تھے جو مجھ سے کہیں بہتر تھا -

صفوان سے سامان جنگ کے لئے قرض لیا گیا

بہرحال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام اہل اسلام نے عبداللہ بن حدرد کی خبر کو معتبر سمجھا بالآخر حضرت عمر کو بھی ماننا پڑا آنحضرت صلعم نے بھی مجبور ہو کر ہوازن کے

ان پشیقدمانہ حملات کی مدافعت کے سامان کیے ۔

یہ تو ظاہر ہے کہ فتح مکہ سے کوئی بڑی دولت یا رقم کثیر تو ہاتھ آئی نہین تھی ۔ مدینہ سے جو کچھ سامان نقد و جنس ہمراہ آیا تھا وہ سب کا سب صرف ہو چکا تھا ۔ اب خلاف امید فوج کشی کا اتنا صرف کثیر پیش آگیا تو آنحضرت صلعم نے بالآخر مجبور ہو کر صفوان بن امیہ سے بقولے تیس ہزار (امام حنبل) اور بقولے دس ہزار (بخاری اور اصابہ ابن حجر) نقد اور سو عدد زرہین سامان جنگ بطور مستعار مانگ بھیجے ۔ صفوان بن امیہ اگرچہ اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے ۔ لیکن فطرتاً فیاض اور مہمان نواز تھے ۔ انھون نے پہلے آپ سے دریافت کرایا کہ یہ مطالبہ تحکما کیا جاتا ہے یا دوستانہ آپ نے کہلا بھیجا کہ تحکما نہین ہے بلکہ قرض لیا جاتا ہے پھر رقم قرض واپس دی جائے گی ۔ اور اسلحہ جنگ بھی پھیر دیے جائین گے صفوان نے نقد روپیہ بھی اور اسلحہ بھی آپ کی خدمت مین بھجوا دیے ۔ طبری صفحہ ۱۶۵۹ ابن ہشام صفحہ ۔ جلد ۳

مسلمانون کا ناز بیجا

آنحضرت صلعم لشکر مرتب کرکے مکہ معظمہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے ۔ دس ہزار مسلمانون کی فوج ہمراہ تھی ۔ تمام سامانون سے مرتب اور آراستہ ہو کر جب لشکر اسلام مکہ سے حنین کی طرف بڑھا ۔ تو مسلمانون کو اپنی کثرت جمعیت اور شان و شوکت پر بے ساختہ ناز آیا ۔ شبلی صاحب اس موقع پر لکھتے ہین

شوال ۸ھ مطابق جنوری و فروری ۶۳۰ء کو اسلامی فوجین جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سروسامان سے حنین کی طرف بڑھین کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے ۔ لیکن بارگاہ ایزدی مین یہ نازش پسند نہ تھی ۔

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین

جب تم اپنی کثرت پر نازان تھے ۔ لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے لگی پھر تم اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانون پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجین بھیجین جو تم نے نہین دیکھین اور کافرون کو عذاب دیا اور کافرون کی یہی سزا تھی ۔

شبلی صاحب یہان بھی آپ نے اس آیہ کی شان نزول مین تمام صحابہ کو سمیٹ لیا ۔ آپ کیا کیجیے ۔ عادت اور ضرورت آپ کو سخت مجبور کر دیتی ہے ۔ اگر آپ ان دونون سے علحدہ ہو جاتے ۔ تو جو حضرات اس آیہ کے نزول کے باعث ہوئے ہین وہ آپ کو نظر آجاتے ۔ لیکن عمداً آپ نے اسکے اظہار سے احتیاط کی اور قلم روک لیا ۔ اور ہم کو تفصیل کے الزام کے لیے چھوڑ دیا ۔ بہتر ۔ روضۃ الاحباب مین